ناشر

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
گنج بخش روڈ
لاہور

نام کتاب	----------	اسلام کا معاشرتی نظام
مصنف	----------	محمد بن علوی المالکی الحسینی
ناشر	----------	الفاروق بک فاؤنڈیشن
تعداد	----------	ایک ہزار
سال اشاعت	----------	جون 1997ء
طابع	----------	حامد جمیل پرنٹرز، لاہور
قیمت	----------	

ملنے کا پتہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا گنج بخش روڈ لاہور۔ فون : 7221953

9۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور۔ فون : 7225085-7247350

فہرست

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ نَزَّلَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَىْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ الدَّاعِىْ بِسُنَّتِهٖ اِلَى السَّعَادَةِ وَالْاَدَبِ الرَّهِيْنِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْهُدَاةِ الْمُخْلِصِيْنَ وَالدُّعَاةِ اِلَى اللّٰهِ الْمُرْشِدِيْنَ۔ **اَمَّا بَعْدُ!**

یہ مجموعہ ایسے مقالات و بحثوں پر مشتمل ہے جس میں اسلام کے معاشرتی نظام سے بحث کی گئی ہے۔ کتاب ہذا میں ہم بعض مشکلات وصعوبات کو حل کرنے کی کوشش کریں گے۔ نیز بعض ایسی باتوں کی تصحیح کریں گے جو اجتماعی تو ہیں لیکن ان میں نقائص ومعائب ہیں۔

ہم اللہ کریم کی بارگاہ سے اس امر کے لیے دعاگو ہیں کہ کتاب ہذا سے عوام الناس کو فائدہ پہنچے اور کتاب ہذا کو کما حقہٗ خالص مفید ومقبول بنائے آمین! آمین! آمین! والحمد للہ رب العالمین

کتاب ہذا کے مصنف محمد علوی المالکی غفر اللہ لہ ولوالدیہ والمسلمین اجمعین، ہیں۔

اسلام سے پہلے

دُنیا کی مُعاشرتی حالت

اسلام سے پہلے دنیا کی معاشرتی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ خاندان کے عناصر تشتّت و افتراق کا شکار تھے، اس کے اجزاء منقطع تھے۔ صلہ رحمی کا نام و نشان تک نہ تھا اور قرابت و رشتہ استواری کا نام مفقود تھا۔ قبل از اسلام معاشرہ پر حقد و حسد اور ادبار و ذلت، بغض و کینہ اور قتل و خون کرنے کا دَور دَورہ تھا۔ عورت کو اپنی قدر و قیمت کا احساس تک نہ تھا۔ اور اس کی کوئی عزت نہ کی جاتی تھی۔

مثلاً عورت کو انتہائی گھٹیا و رذیل متاع سمجھتے ہوئے بیک وقت دو افراد کے پاس رکھا جاتا اور بازاروں میں عورت کی خرید و فروخت کا گھناؤنا جُرم کیا جاتا۔ اس سے غلاموں سے بھی بدتر سلوک کر کے اس کو ذلت و نکبت سے دوچار کیا جاتا۔ ہندوستان کے پُرانے اور قدیم و گذشتہ ادوار میں اس کے ساتھ اس سے بھی بدتر اور ناگفتہ بہ سلوک روا رکھا جاتا۔ بعض

یورپی قدیم اقوام کے نزدیک عورت کے لیے شخصی حقوق یا حقوقِ ملکیت کا نام و نشان تک نہ تھا۔ ان جہلاء کے نزدیک عورت کی تخلیق کا مقصد بس صرف یہ تھا کہ وہ مرد کی خدمت کرے اور اس کا یہ کوئی حق نہیں کہ وہ اپنے لباس کی مالکہ ہوتی، نہ ہی اس کا یہ حق تھا کہ وہ ایسے اموال کی ملکیت کا دعویٰ کرتی جو وہ اپنے ہی خون پسینے کی محنت سے کمایا کرتی۔

اہلِ عرب کے ہاں عورت اس سے بھی زیادہ رسوا و ذلیل تھی۔ حتیٰ کہ بعض اہلِ عرب تو نومولود بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ [1]	ترجمہ:۔ اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصہ کھاتا ہے، لوگوں سے چھپا پھرتا ہے اس بشارت کی برائی کے سبب، کیا اسے ذلت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبا دے گا۔ ارے بہت ہی برا حکم لگاتے ہیں۔

اگر کوئی شخص فوت ہو جاتا تو اس کی عورتوں، بیٹیوں اور بچوں کو اس کے ترکہ سے کوئی حصہ نہیں ملتا تھا اور بلاشبہ عورتیں اس شخص کا مالِ وراثت قرار دے دی جاتیں، جو دشمن کا مقابلہ کیا کرتا اور جنگوں میں حصہ لیتا، بعض اہلِ عرب

---

[1] پ ۱۴۔ سورۃ النحل، آیت ۵۸ تا ۵۹

عورتوں کو کبھی کبھی اس لیے مالِ وراثت میں حصہ دار بناتے کہ وارث آکر مورث کی بیوی پر کپڑا ڈال دیتا۔ پھر یہ کہتا، میں اس عورت کا وارث اسی طرح بن گیا ہوں جیسے کہ میں اس کے مال کا وارث ہوں۔ لہٰذا اس طرح کرنے والا شخص اس عورت کو اپنی ملکیت سمجھتا تھا۔ بعض اہلِ عرب اپنی داشتہ لونڈیوں کو زنا کاری پر اس لیے مجبور کر دیتے تاکہ وہ اس غلط طریقہ سے مال کمائیں۔

بعض اہلِ عرب اپنے والد کی وفات کے بعد اس کی بیویوں (اپنی ماؤں) کو اپنی متاعِ گراں قرار دے کر انھیں بیویاں بنا لیتے اور مائیں اس طرح اولاد (بچوں) کی بیویاں ہو جاتیں۔ یہ اسلام سے قبل بگڑی ہوئی غیر اسلامی معاشرت کی ایک جھلک ہے۔
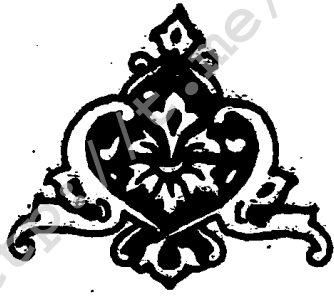
اسلام میں

عورت کی عظمت

اسلام آیا تو عورت کو اس کا صحیح اور درست مقام ملا ، اسلام نے اپنے عطا کردہ عدل و انصاف کی روشنی میں عورت کو اس کا صحیح مقام عطا فرمایا۔ اسلام نے عورت کو انسانی معاشرت اور قبائل میں ایک اساس اور بنیاد قرار دیا۔ اس کی عظمتِ رفتہ کو بحال کرنے کا اہتمام کیا ، عورت کی بحیثیتِ عورت حفاظت کی۔ اور اس کی عفّت و عصمت کو محفوظ قرار دیا۔ اسلام نے عورت کو اس جگہ اور منزل پر براجمان فرمایا جو اس عورت کے شایانِ شان تھی۔ اسلام نے عورت کا وراثت میں حصہ مشروع فرمایا اور اس کے حقوق کو اجاگر و واضح فرمایا۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے :۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ	ترجمہ :۔ مردوں کے لیے حصہ ہے اس
الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَ	میں جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے
لِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ	اور عورتوں کے لیے حصہ ہے اس میں جو

الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ — چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے، ترکہ
مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ — تھوڑا ہو یا بہت حصہ ہے اندازہ
نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۔ؑ — باندھا ہوا۔

اسلام کی روشن اور واضح تعلیمات نے اس امر کو حرام قرار دیا کہ کوئی شخص مجبور ہو کر عورت کو وارث بنائے اور اس کی وراثت کو ناپسند کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا — ترجمہ:۔ اے ایمان والو! تمھیں حلال
يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ — نہیں کہ عورتوں کے وارث بن جاؤ
كَرْهًا ۔ؑ — زبردستی۔

نیز اسلام نے اس امر کو ناجائز قرار دیا کہ کوئی شخص اپنی لونڈیوں کو زنا پر مجبور کرے اور اس کے لیے عصمت فروشی کا بازار گرم کر کے اپنے لیے ناجائز و حرام دولت کمائے۔

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى — ترجمہ:۔ اور مجبور نہ کرو اپنی کنیزوں کو
الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا — بدکاری پر جب کہ وہ بچنا چاہیں تاکہ
لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۔ؑ — تم دنیوی زندگی کا کچھ مال چاہو۔

نیز اسلام نے اس بات کو واضح کر دیا کہ کوئی شخص اپنے آباؤ اجداد کی بیویوں سے نکاح یا زنا کرے، تو یہ بات نہ صرف نفرت انگیز جرم بلکہ حرام

---

[1] پ۴۔ سورۃ النساء، آیت ۷
[2] پ۴۔ سورۃ النساء، آیت ۱۹
[3] پ۱۸۔ سورۃ النور، آیت ۳۳

اور قطعی ناجائز ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَّسَآءَ سَبِيْلًا[1]	ترجمہ:۔ اور باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو۔ مگر جو ہو گزرا ہوا، وہ بے شک بے حیائی اور غضب کا کام ہے اور بہت بری راہ

---

[1] پ۴۔ سورۃ النساء، آیت ۲۲

خانگی امور میں اسلام کا

انقلابی اصلاحی اقدام

اسلام نے خانوادہ کے احکام کو بعض اوقات تو اشارہ سے بیان فرمایا ہے اور بعض دفعہ اس کو تفصیل و توضیح سے اجاگر فرمایا، یہ اجمال و تفصیل قرآنِ مجید کی متعدد سورتوں اور بہت سی وراثت سے متعلق احادیث، نیز حضور ؐ کے ان ارشاداتِ گرامی میں موجود ہے جو وصیت، نکاح، طلاق کے بارے میں ہیں۔ نیز اسلام نے الفت و محبت کے اسباب اور حُسنِ معاشرت کے وسائل کو کھول کھول کر بیان کیا اور محبت و رأفت کے محل کو ان ٹھوس اقدامات پر مضبوط و استوار فرمایا، جن کی بنیاد معاشرے کے باہم بندھن اور ناطے پر ہے۔ اور ان کے حقوق معلوم و واضح ہیں اور جب تک ان سنہری حقوق و حدود کا لحاظ رکھا جاتا رہا اس وقت تک اسلامی خانوادوں نے خوشگوار ترین زندگی بسر کرنے کے ساتھ ساتھ انتہائی سکون و اطمینان اور سرور بھی حاصل کیا اور اس امر کا تصور بھی ناممکن تھا کہ خدا نخواستہ کبھی کوئی خانوادہ ان سنہری

اصولوں پر عمل پیرا ہونے کے باوجود دھڑام سے گر کر ذلت و نکبت سے دوچار ہوگا۔ ان تعلیمات نے اپنے ماننے والوں کو اس بات کی ترغیب دی کہ وہ ان نایاب اصولوں کو تسلیم کر کے ان پر عمل کریں اور خانوادہ کے جملہ افراد آپس میں یکجان ہوں اور ساتھ ہی اس امر کی نفرت اور پرہیز کی تلقین کی کہ وہ اس امر کے قریب تک نہ جائیں، جو خاندان کے بکھیرنے، جدا جدا کرنے اور رسوائی اور ذلت کا سبب بنے۔

۱

طلاق

ان جملہ مُضر اور نقصان دہ امور میں سے ایک امر طلاق ہے اور معاشرے میں یہ سب سے زیادہ نقصان دہ امر ہے۔ اس طرح کی کتنی مصیبتیں آئیں اور طلاق جیسے امور نے کئی خاندانوں کا تاروپود بکھیر دیا۔ اس سے محبت و اُلفت زائل ہو گئی اور طلاق جیسے امور سے میاں بیوی کے وہ رشتے اور الفت و محبت ٹوٹ گئی جو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے درمیان پیدا فرمائی تھی، یہ مودّت و رحمت نایاب ہو گئی اور طلاق کی بربادی سے والدین تباہی و بربادی کی ایسی گھاٹیوں میں جا گرے جو انتہائی تعجب و حیرانگی اور ضائع کرنے والی تھیں۔ بچوں نے طلاق کی وجہ سے والد کی محبت و الفت اور ماں کی شفقت اور پیار کھو دیا۔ اور فرحت و سرور، غم و آلام میں بدل گئے۔ محبت و الفت باہمی اختلاف میں بدل گئی اور رحمت و رأفت بغض و حسد کا عنوان بن گئی۔

۲

والدین کی نافرمانی

ان جملہ معائب ونقائص میں سے والدین کی نافرمانی ہے۔ کیونکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے منع فرمایا اور والدین کی نافرمانی سے بچنے کی تاکید کی۔

اور اسلامی تعلیمات نے اس امر کی ترغیب وشوق دلایا کہ والدین کے ساتھ نیکی اور بھلائی کی جائے اور ان پر احسان کیا جائے۔ اس بات کا حکم قرآن مجید، فرقانِ حمید میں صراحت اور وضاحت کے ساتھ ہے اور حدیث پاک میں واضح ہے کہ والدین کے حقوق اللہ تبارک وتعالیٰ کے حقوق کے ساتھ متصل و مقرون ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کتابِ عزیز میں ارشاد فرمایا:۔

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا[1] الآیۃ

ترجمہ:۔ اور تمھارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ[2]

ترجمہ:۔ یہ کہ حق مان میرا اور اپنے والدین کا۔ آخر مجھی تک آنا ہے

---

[1] پ ۱۵۔ سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۲۳

[2] پ ۲۱۔ سورۃ لقمان، آیت ۱۴

اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثِ مبارکہ ہے:۔

ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: اَلْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ وَمُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْمَنَّانُ، وَثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ: اَلْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ وَالدَّيُّوْثُ وَهُوَ الرَّجُلُ الَّذِيْ يُقِرُّ الْخُبْثَ فِيْ اَهْلِهٖ وَالرَّجِلَةُ وَهِيَ الْمَرْاَةُ الْمُتَشَبِّهَةُ بِالرِّجَالِ۔

اخرجہ النسائی باسناد جید

تین افراد ایسے ہیں جن پر قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ نظرِ رحمت سے نہ دیکھے گا۔ وہ شخص جو والدین کا نافرمان ہو، جو ہمیشہ شراب نوشی کرتا ہو اور احسان کرکے جتلاتا ہو۔ اور تین افراد ایسے ہیں جو جنت میں داخل نہ ہوں گے، وہ شخص جو اپنے والدین کا نافرمان ہو، دیوث، ایسا شخص جو خُبث وبُرائی کا اپنے اہل وعیال اور گھر والوں میں اقرار اور چرچا کرتا ہے اور ایسی مسلمان عورت جو مردوں کے ساتھ تشابہ رکھتی ہو۔ حدیث ہذا نسائی شریف میں صحیح وبہترین اسناد سے مروی ہے۔

اور حضرت امام حاکمؒ نے مستدرک میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اطہر سے یہ حدیث پاک روایت فرمائی ہے:۔

كُلُّ الذُّنُوْبِ يُؤَخِّرُ اللّٰهُ مَا شَاءَ مِنْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا عقوق الْوَالِدَيْنِ، فَاِنَّ اللّٰهَ يُعَجِّلُهٗ لِصَاحِبِهٖ فِي الْحَيَاةِ قَبْلَ

اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت تک ہر قسم کے گناہوں کو جس قدر چاہے، ان کی سزا کو مؤخر فرما دیتا ہے سوائے والدین کی نافرمانی کے کیونکہ والدین کی نافرمانی کے گناہ کی سزا اس کے مرتکب کو زندگی میں

اَلْمَمَاتِ۔ موت سے پہلے دی جاتی ہے۔

اور یہ امر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ والدین کی نافرمانی ایسے گناہوں میں سے ایک گناہ ہے جو مُہلک کبائر میں سے ایک بڑا گناہ ہے۔

۳

قطع رحمی کی مُمانعت

ان جملہ خرابیوں میں سے ایک خرابی اور گناہ قطع رحمی ہے چنانچہ اسلام نے قطع رحمی جیسے گناہ سے منع فرمایا اور اس سے محفوظ ومصئون رہنے کا حکم ارشاد فرمایا اور قطع رحمی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ عزیز میں اپنی شان اور جلال وعظمت کے تسلیم کرنے کے منافی قرار دیا:۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ[1]

ترجمہ:۔ تو کیا تمھارے یہ لچھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمھیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔

ان بدترین افعال واعمال میں سے ایک زنا ہے اور یہ سب ان بُرے عوامل میں سے ایک ایسا عمل ہے جس سے کوئی خاندان ذلت ونکبت کی گہرائیوں میں جا گرتا ہے۔

---

[1] پ ۲۶۔ سورۂ محمد، آیت ۲۲

خانگی معاملات میں اسلام کا شرعی نظام

قرآن مجید میں خاندان کے بارے اور متعلق بعض دفعہ تو بالتفصیل احکامات ارشاد فرمائے گئے اور بعض اوقات کئی آیات و سورتوں میں حالات و واقعات کے مطابق و مناسب ان کو مجمل ارشاد فرمایا گیا۔

کسی بھی صاحبِ بصیرت سے یہ امر مخفی و پوشیدہ نہیں کہ وہ خانگی یا خاندانی امور جو خاندانی حالت سے متعلق ہوں وہ متغیر و تبدیل ہوتے رہتے ہیں، اس طرح کہ جیسے جیسے حالات کا تقاضا ہو۔ شارع علیہ السلام نے اصولِ عامہ اور قواعد کلیہ کے دوران اجمالاً ذکر فرمایا۔ یہ اس لیے ہے کہ نئے نئے حالات اور مقتضیات کے پیشِ نظر معاشرتی قواعد و ضوابط کو اخذ کیا جا سکے، اس طرح کہ بعض اوقات تو پہلے سے مروج قوانین کی تصحیح و تنقیح کر دی اور بعض دفعہ مصلحت کو اسی طرح ثابت رکھا گیا کہ وہ کتاب و سنت کی روشنی میں ہو۔

جو امور و معاملات خاندان کے عقائد کے بارے میں ہیں، جن کی شان

ثبات واستقرار اور استقلال ہی ہے تو ان میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی اور تغیر نہیں کیا گیا اور نہ ہی ایسا ہونا ممکن ہے ، جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ پر ایمان ، رُسلانِ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق اور ایمان بالغیب وغیرہ وہ عقائد جن کی کتاب وسنت میں تصریح ہے، یہ ایسے امور ہیں جو ثابت شدہ، محکم، ٹھوس ہیں۔ (عقائد) ان کا تغیر وتبدل ناجائز اور حرام ہے۔ کیونکہ مکلّف پر سب سے پہلے یہ امور ہی واجب ہیں۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام نے معاشرت کا جامع ، اور بے نظیر انتظام کیا ہے۔ اور عقائد کو انتہائی اعلیٰ اور برتر درجہ میں رکھا ہے ، جن کو انتہائی معتبر خیال کیا جاتا ہے اور اسلام نے اصلاً اور اوّلاً اس جامع نظام کو عقائد سے مربوط کیا ہے جو کہ اصل ہے اور احکام تفریع ہیں۔ لاریب اسلامی معاشرہ ایک صالح سوسائٹی اور معاشرے کی کھلی اور اصل ہے۔ اس لیے لازمی ہے کہ اس کو ملحوظ رکھ کر اس پر اس طرح عمل کیا جائے کہ اسلامی ازدواج ونکاح سے اس کی حفاظت وصیانت کی جائے۔ ایسا نکاح جو صحیح اور فضولیات سے مبرّا ومنزّہ ہو۔ اس طرح وہ مطلوب ومقصودِ عقلی حاصل ہوگا جو رحمت ، عاطفت، محبت ، سکون واطمینانِ نفس سے عبارت ہے۔ یہ اطمینانِ نفس اللہ تبارک و تعالیٰ کی جملہ آیات میں سے ایک آیت اور نشانی ہے جو اللہ تبارک وتعالےٰ کی قدرت پر دلالت کرتی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے :۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۔ [1]	ترجمہ :۔ اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی ۔

---

[1] پ ۲۱۔ سورۃ الروم ، آیت ۲۱

مذکورہ بالا مجمل اور دیگر تفصیلی خانگی قوانین وضوابط کے مبادی اور اصول، اور اس کا سارا سرچشمہ بمعہ انتظام وانصرام شریعتِ اسلامیہ ہے۔ اس لیے قرونِ اولیٰ میں اس ٹھوس اور مستحکم نظام میں کوئی تغیر اور تبدیلی نہیں ہوئی اور نہ ہی اس مستحکم و جامع نظام میں کسی طرح کے سلطانی وغیر شرعی احکام نے نفوذ یا اندر گھسنے کی جسارت و جرأت کی ہے۔ اس ناجائز مداخلت کے اثر پذیر نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اسلامی معاشرے کا ہر فرد عقائدِ ایمانیہ سے مسلح اور محفوظ و مصئون تھا۔

ابھی ابھی یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے کہ کسی خاندان کی صیانت اور حفاظت اس وقت تک ناممکن اور محال ہے جب تک کہ وہ خاندان اور معاشرہ علمِ دینی سے مسلح نہ ہو۔ اور اس کے ہاں شرعی و ایمانی مذکورہ عقائد نہ ہوں، انہی سنہری عقائد کی بدولت ہی یہ معاشرہ ثابت اور الحاد کے جھونکوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس قسم کے حملوں سے بچا رہتا ہے جو زمین میں فتنہ و فساد کی آگ سلگاتے ہیں۔

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ [1]

ترجمہ:۔ مدد فرمائیگا اس کی جو اس کے دین کی مدد کرے گا بیشک ضرور اللہ قدرت والا غالب ہے۔

برادرانِ اسلام! اسی نقطۂ نظر کے پیش نظر ہم پر یہ لازم ہے کہ ہم اپنے خاندانوں اور خانوادوں کے جملہ افراد کے لیے یہ اہتمام کریں کہ عقائد دینیہ حقّہ کی تعلیم حاصل کریں تقوٰی کے اسلحہ سے مسلح ہوں تاکہ وہ سب سے زیادہ قوی اور مضبوط سبب اور وجہ کو مضبوطی سے پکڑیں جو اخلاق ہے مثلاً حیاء، مروت وغیرہ۔

اس طرح ایک صالح اور نیک معاشرہ وجود میں آئے گا۔

---

[1] پ ۱۷۔ سورۃ الحج، آیت ۴۰

اسلام میں زوجین

میاں بیوی

کے آداب

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ عورتوں کے ساتھ نیکی و معروف سے زندگی بسر کی جائے اور ان کی فطرتی جبلت و فطرتِ خلقیہ مثلاً عقل و دین کے نقص کو ملحوظِ نظر رکھا جائے۔ چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا رَأَیْتُ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ اذھب الب الحازم مِنْ اِحْدٰکُنَّ

میں نے تم عورتوں کو سب سے زیادہ ناقص العقل اور پختہ اور مستقل ارادے کو ڈگمگا دینے والیاں پایا۔

اور اسی لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ۔ رواہ ابن ماجۃ

تم میں سے بہترین آدمی وہ ہے جس کا اپنے گھر والوں کے ساتھ حسنِ سلوک ہو اور تم میں سے میرا اپنے گھر والوں کے ساتھ بہترین سلوک ہے۔

اور سیدنا حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا:۔

عقل المرأۃِ جمالھا و جمال الرجلِ عقلہٗ

عورت کی عقل اور اس کی دانش اس کا حُسن و جمال ہے اور مرد کا حُسن و خوبصورتی اس کی عقل ہے۔

اور ارشادِ ربّانی ہے:۔

وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ کَرِھْتُمُوْھُنَّ فَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّیَجْعَلَ اللّٰہُ فِیْہِ خَیْرًا کَثِیْرًا ۱

ترجمہ:۔ اور ان سے اچھا برتاؤ کرو پھر اگر وہ تمھیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمھیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔

اور ارشادِ ربانی ہے:۔

فَاَمْسِکُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

ترجمہ:۔ اور انھیں حسب دستور نیکی سے اپنے پاس ٹھہراؤ۔

اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پاک ہے کہ حُسنِ خلق میں دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی اور اچھائی ہے اور ایک شخص محض حسنِ خلق سے جنت میں ایسا درجہ اور منزل حاصل کر سکتا ہے جس کے حصول کے لیے کوئی دوسرا عمل ناکافی اور ناتمام ہوتا ہے۔ حسنِ خلق جملہ عظمتوں اور جاہ و جلال کا جامع ہے اور اگر کوئی شخص اپنے اہل و عیال کے ساتھ حسنِ خلق روا رکھے، تو وہ اس طرح سعادت و خوش قسمتی کے گلستان اور فرحت و سرور کے سمندر میں زندگی بسر کر رہا ہے اور کہا گیا ہے:۔

---

۱ پ ۴۔ سورۃ النساء، آیت ۱۹۔

حسن الخلق وحسن الجوار — حسنِ اخلاق اور پڑوسی سے حسنِ سلوک
یعمران الدیار — سے شہروں اور ممالک کی تعمیر ہوتی ہے

اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی ظاہری حیاتِ طیبہ کے آخر میں جو وصیت ارشاد فرمائی، وہ ایسے تین کلمات تھے جنھیں حضورؐ بار بار ارشاد فرماتے رہے حتیٰ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان مبارک سے سخت تاکید فرمائی اور حضورؐ کا کلام مبارک مخفی جس امر پہ ہوا اس میں آپ نے ارشاد فرمایا (حدیث ہذا کو امام نسائی اور ابن ماجہ نے روایت فرمایا ہے)

"نماز، نماز اور وہ عورتیں جو تمھاری لونڈیاں ہیں ان کے بارے میں خصوصی خیال رکھو اور وہ جس امر کی استطاعت و طاقت نہیں رکھتیں، تم انھیں اس امر کی تکلیف نہ دو۔ عورتوں کے بارے میں تم اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ وہ تمھارے ہاتھوں مقیّد ہیں۔ تم نے اللہ کے نام پر عہد و پیمان باندھ کر انھیں اپنے نکاح میں لیا ہے اور اللہ کا نام لے کر تم نے انھیں عقدِ ازدواجیت میں لیا ہے"۔

بخاری و مسلم اور حدیث پاک کی دیگر کتب میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے ارشاد فرمایا:۔

"میں تمھیں عورتوں کے بارے میں نیکی، بھلائی اور خیر خواہی کا حکم دیتا ہوں کیونکہ وہ ایک ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور بلا شبہ پسلی کا اوپر والا حصہ ٹیڑھا اور کج ہوتا ہے۔ اگر آپ اس کو درست اور سیدھا کرنا چاہیں، تو آپ اس کو توڑ دیں گے، اگر آپ اس کو چھوڑ دیں تو یہ اسی طرح کج اور ٹیڑھی رہے گی۔ لہٰذا میں تمھیں عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تلقین کرتا ہوں"۔

اور مرد کا عورت کے ساتھ حسنِ سلوک کی جملہ اقسام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ عورت کی اذیت اور تکلیف کو برداشت کرے اور عورت سے اگر کوئی عُجلت

اور کام میں تیزی دکھائی دے یا سرزد ہو تو مرد کو چاہیئے کہ وہ عورت سے درگزر کرے اور اس پر شفقت اور رحم کرے اور اس سے عفو و درگزر کرے۔ نیز اللہ تبارک و تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ عورتوں کے ساتھ بھی نیکی اور بھلائی کے ساتھ زندگی بسر کی جائے جیسا کہ والدین کے ساتھ نیکی اور بھلائی سے زندگی بسر کرنے کا حکم ہے:۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ،	ترجمہ:۔ اور ان سے اچھا برتاؤ کرو، پھر
فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى	اگر وہ تمھیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ
اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ	کوئی چیز تمھیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں
اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۔ [1]	بہت بھلائی رکھے ۔

اس امر کا احتمال ہے کہ اگر عورت طیش میں ہو کر غضبناک ہو جائے تو اس سے مرد کو کافی تکلیف پہنچے مگر اخلاقِ کریمانہ کا تقاضا ہے کہ حتی الوسع اسے معاف کر دیا جائے اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس و اطہر تمام لوگوں سے بڑھ کر متحمل مزاج، حلیم، کریم تھی۔ مسلم شریف میں بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ مروی ہے:۔

ما رایتُ احدًا ارحم	میں نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بالعیال من رسول اللہ صلی	سے بڑھ کر کسی شخص کو اپنے اہل و عیال کے
اللہ علیہ وسلم	ساتھ رحم و شفقت کرنے والا نہیں دیکھا۔

اور مرد کا عورت کے ساتھ حُسنِ معاشرت میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اس سے ہنسی مذاق کرے اور اس سے کھیلے کیونکہ عورت سے ہنسی مذاق کرنے سے اس کا دل

---

[1] پ ۴۔ سورۃ النساء، آیت ۱۹

خوش ہوتا ہے۔ اس کے نفس کو راحت و سکون ملتا ہے۔ اس کی طبیعت مسرور و خوش ہوتی ہے۔ نیز مذاق وغیرہ سے وہ خوشی خوشی خاوند کا کام محبت اور پیار سے کرتی ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عورتوں کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے۔ اور ان کے درجات کے مطابق ان سے سلوک فرماتے جیسا کہ وہ عمل اور اخلاق میں ہوا کرتیں۔ ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے جس میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ فرمایا کرتے۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا اس شخص سے ایک دن سبقت لے گئیں اور ایک دن کے مقابلے میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سبقت لے گئے تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا " یہ میرا مقابلہ جیتنا اس دوڑ کے مقابلے اور جواب میں ہے "

حسن بن سفیانؒ نے اپنی مسند میں سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے سب سے زیادہ مذاق فرمایا کرتے تھے۔

امام ترمذی اور امام نسائی نے روایت فرمائی اور الفاظ امام نسائی کے ہیں، کہ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے:۔

اکمل المؤمنین ایمانًا	مسلمانوں میں سے سب سے زیادہ کامل اور
احسنھم خُلقًا و	پورا ایمان اس شخص کا ہے جس کا اخلاق
الطفھم باھلہٖ	اچھا ہو اور وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ

نرمی و شفقت اور ترس کھاتا ہو۔

البتہ اپنی ازواج کے ساتھ مزاح یا مذاق کرتے ہوئے حُسنِ نیت پیشِ نظر ہونی چاہیے جو کہ مطلوب و مقصود ہے اور اس میں بہت بڑا ثواب ہے اور خاوند کے لیے لازمی ہے کہ جب وہ عورت سے مزاح و مذاق کرے تو سچ بولے اور جھوٹ نہ بولے۔ نیز مذاق کرنے والا معتدل مزاج ہو۔ اس کے علاوہ عورت کے ساتھ مذاق کرتے ہوئے وہ اس میں زیادتی و کثرت کی جرأت نہ کرے کیونکہ اس طرح عورت کا اخلاق بگڑ جاتا ہے اور عورت کے دل سے خاوند کی ہیبت زائل ہو جاتی ہے۔

اور عورت کا مرد کے لیے اچھی معاشرت رکھنے سے یہ بھی ایک امر ہے کہ وہ اپنے خاوند پر ایسا بوجھ نہ ڈالے جس کی اس میں طاقت نہیں اور زائد از ضرورت و احتیاج مطالبہ بھی نہ کرے۔ فی المعنی اور درحقیقت معاشیات و اقتصاد پر یہ عورت کا تعاون اور امداد ہے۔ قناعت سے گھر آباد ہوتے ہیں اور الفت و محبت بڑھتی ہے اور بلاشبہ لالچ و حرص سے محبت کمزور و ناتوان ہو جاتی ہے۔ نیز ان امور سے کراہت پیدا ہوتی ہے اور وہ عورت بہترین ہے جو کہ قناعت کرنے والی ہو، اس کا اخلاق کریمانہ اور اچھا ہو۔ وہ تھوڑے سے رزق میں ہی حُسنِ تصرف کرنے والی ہو۔ صرف اسی قدر رزق پر ہی اکتفا کرے جو اس کے لیے، اس کے خاوند اور ان دونوں کے بچوں کے لیے کافی و وافی ہو۔

اور عورت کے لیے لازمی ہے کہ وہ کسبِ حرام سے نفرت کرے۔ کیونکہ حرام کی کمائی میں ہلاکت، بربادی اور تباہی ہے۔ پس ہر وہ گوشت جس کی نشوونما حرام اور ناجائز مال سے ہوئی اس کو بدرجۂ اولیٰ آگ میں جھونکا جائے گا۔

سلف صالحین رحمہم اللہ کی عورتوں میں سے کوئی ایک عورت اپنے خاوند یا

باپ کو یہ کہہ دیا کرتی :-

ایاك وکسب الحرام	حرام و ناجائز کمائی سے بچنا کیونکہ ہم بھوک
فانا نصبر علی الجوع	اور نقصان دنیوی تو برداشت کر سکتے ہیں
والضر ولا نصبر علی	لیکن ہم دوزخ اور جہنم کی آگ سے نہیں
النار۔	بچ سکتے۔

اور بیوی کے لیے یہ بات ہرگز درست نہیں کہ وہ اپنے خاوند کے مال کو آسانی سے تنگی میں تبدیل کر کے اڑالے اور یہ بات بھی انتہائی نامناسب ہے کہ عورت حالات کے موافق اور مطابق ڈانواں ڈول ہو کر گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی رہے۔ چنانچہ عورت پر لازم ہے کہ وہ قضا پر راضی اور خوشی سے زندگی بسر کرے۔ اور عورت خاوند کی مشکل اور کٹھن گھڑیوں میں اسی طرح اس کے ہمراہ رہے جیسے کہ وہ اس کی آسودگی اور اطمینان کی زندگی میں اس کے ہمراہ تھی۔ میرا یہ مشاہدہ ہے کہ بہت سی فاضل عورتوں کا یہی حال ہے اور وہ جان کر صبر و تحمل سے کام لیتی ہیں کہ کشادگی اور امارت کے آجانے تک انتظار کرنا عبادت کی افضل ترین اقسام میں سے ہے۔ وہ اپنے خاوندوں کے ہاتھوں سے مال لے لیتی ہیں، اور مشین سے سینے پرونے کا کام کرتی ہیں، دیگر کڑھائی وغیرہ کے کام کرتی ہیں۔ وہ رزق کو فراوانی کے ساتھ مجتمع کرتی ہیں۔ حتیٰ کہ مشکل اور سخت گھڑیاں ٹل جاتی ہیں اور شدت و تنگی آسائش میں بدل جایا کرتی ہے۔ اور اس امر کا علم رکھنا کس قدر حسین و جمیل اور اچھی بات ہے کہ ہر تنگی کے ساتھ آسانی اور آرام ہے اور یہ بات جاننا کس قدر بہتر ہے کہ دنیوی نعمتیں بعض اوقات انسان کو آخرت کی تنگی اور مصیبت میں جھونک دیتی ہیں۔ ابن ابی الدنیا نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرمائی ہے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دن بھوک محسوس

فرمائی تو آپ نے ایک پتھر کا ارادہ فرمایا اور اس کو اپنے شکم مبارک پر رکھا اور ارشاد فرمایا :۔

خبردار! بہت سے لالچی، اور دنیا میں انواع واقسام کی نعمتیں حاصل کرنے والے نفوس قیامت کے روز بھوکے ننگے ہوں گے۔ خبردار! بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنے نفس اور جان کی تکریم اور عزت کرنے والے ہیں۔ حالانکہ وہ نفس ان کی توہین و بے عزتی کرتا ہے۔ خبردار! بہت سے لوگ اپنے نفس کی توہین کرتے ہیں حالانکہ ان کا نفس ان کی عزت و تکریم کرتا ہے۔

اور عورت کا خاوند کے ساتھ حسنِ معاشرت سے رہنے میں سے یہ بھی ہے کہ عورت اپنے خاوند کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنے والی ہو۔ نیز وہ خاوند کے حق کو اپنے حق پر مقدم وراجح کرے اور اس کے رشتہ داروں کے حقوق کو ملحوظ رکھے اور انتہائی حسین وجمیل بھلائیوں اور نیکیوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ عورت اپنے خاوند کی ماں کا احترام کرے اور گھریلو معاملات وامور کی سیادت وامارت کو خاوند کی والدہ کے ہاتھ میں دے دے۔ تاکہ وہ حسنِ سلوک کا اعتراف کرے، اور اس کی والدہ کا شکریہ ادا کرے۔ کیونکہ اکثر و بیشتر خاوند کی والدہ کی ترغیب سے ہی نکاح سرانجام پاتا ہے۔ اور یہی وہ ہستی ہے جس نے اس عورت کو اپنے بیٹے کی بیوی بنایا ہے۔

اور جب کبھی والدہ اور بیوی کے درمیان کوئی جھگڑا واقع ہو جائے تو یا تو تلخ اور کڑوی زندگی پر صبر وشکر ہی کر لیا جائے یا ہمیشہ ہمیشہ کی جنگ پر قناعت اور شکر کر لیا جائے۔ یا مندرجہ ذیل دو امور میں سے کسی ایک امر کو اختیار کر لیا جائے یا تو عورت کو طلاق ہی دے دی جائے یا والدہ کی نافرمانی کر لی جائے۔ مگر بہتر یہی ہے کہ عورتوں، مردوں، خاوندوں، ماؤں کو اللہ کا خوف کرنا چاہیئے اور ان کو

باہمی محبت اور رحم و پیار سے زندگی بسر کرنا چاہیئے۔

اور عورت کا مرد کے ساتھ بھلائی اور اچھائی میں سے ایک امر یہ ہے، کہ وہ اس امر کی شکر گزار ہو کہ خاوند اس پر خرچ کرتا ہے کیونکہ اس طرح خاوند کا شرح صدر ہوتا ہے اور اس کے قلب و دل کو ٹھنڈک پہنچتی ہے اور خاوند کا بیوی پر یہ بھی احسان ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت صبر و تحمل سے کرتا ہے۔ وہ اپنی اولاد کو اچھی اچھی باتیں سناتا ہے۔ باپ اپنی اولاد کے لیے دعا کرتا ہے اور ان کو بددعا نہیں دیتا۔ حدیث پاک میں اس امر سے منع فرمایا گیا ہے کہ کوئی شخص اپنی جان بچے، اولاد اور مال کے برعکس اور خلاف دعا نہ کرے، ابوداؤد شریف میں سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ، سیدنا حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راوی ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:۔

"تم اپنے آپ کے برعکس اور نفوس کے خلاف دعا نہ کرو، نہ ہی اپنی اولاد اور بچوں کے خلاف دعا کرو، نہ ہی اپنے خدّام کو بددعا دو اور نہ ہی اپنے مال و دولت کے خلاف دعا کرو۔ اور اللہ سے ایسی گھڑی نہ مانگو جس میں تمھاری بددعا مقبول ہو۔"

اور بیوی پر لازمی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت، زُہد، قناعت اور حُسن و جمال سے کرے اور ان کو انتہائی مہذب بنائے،۔ بیوی، اولاد کو ایمان، طہارت اور اخلاق فاضلہ سکھائے۔ وہ ان کے لیے خیر و بھلائی کو محبوب رکھے اور برائی و بے حیائی کے قریب تک نہ جانے دے اور ماں اپنی اولاد کی پرورش کے دوران ان کے سروں پر ٹھنڈا سایہ ہو۔

پس اس امر کی جزا، کہ جب عورت کوئی اچھائی اور نیکی کرے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں ہے یہ انعام و اکرام انتہائی حسین و جمیل اور اس کا ثواب بہت زیادہ

ہونا ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ [۱]

ترجمہ:۔ اور ڈرو اس دن سے جس میں اللہ کی طرف پھرو گے اور ہر جان کو اس کی کمائی پوری بھر دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

اللہ جلّ وعلا وتقدس وتبارک نے سچ فرمایا۔

اور عورت کا خاوند کے لیے حسین وجمیل معاشرت سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنے خاوند کا شکوہ اور گلہ نہ کرے یا ایسی بات کا ذکر نہ کرے جس سے اس کے خاوند کو تکلیف اور اذیت پہنچے۔ یا عورتوں کے درمیان محافل اور مجالس میں خاوند اس کی باتوں سے اذیت اور تکلیف حاصل کرے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:۔

"میں ایسی عورت کو ناپسند فرماتا ہوں جو کہ اپنے گھر سے نکلتی ہے اور اپنے کپڑے کا دامن دراز کرتی ہے۔ نیز اپنے خاوند کا شکوہ اور گلہ کرتی ہے" (طبرانی شریف میں حدیث ہذا کو ضعف کے ساتھ روایت فرمایا)

اور جو چیز حسنِ معاشرت پر مساعدت وتعاون کرتی ہے وہ یہ بھی ہے کہ عورت ہر اس معاملہ میں خاوند کی اطاعت کرے جس کا اس کو اس کا خاوند حکم دے۔ ہاں مگر سوائے اس امر کے کہ جس کی تعمیل اور بجا آوری میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی اور حکم عدولی ہو۔ کیونکہ مخلوق کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی اور حکم عدولی

---

[۱] پ ۳۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۸۱

میں کوئی طاعت و فرمانبرداری نہیں ہے۔ بلاشبہ حکم کی بجاآوری اور اطاعت تو نیکی اور بھلائی و اچھائی کے کاموں میں ہے۔

عورت کی اطاعت و فرمانبرداری میں سے ایک یہ امر بھی ہے کہ عورت خاوند کی رائے اور مرضی میں نزاع و جھگڑا نہ کرے۔ اگرچہ عورت کا خیال یہی ہو کہ درست اور صحیح ترین رائے اسی (عورت) ہی کی ہے۔ البتہ اگر کسی امر میں شرعی حکم کی نافرمانی اور خلاف ورزی ہو تو اس وقت عورت کا خاوند کی کسی رائے اور حکم کو قبول کرنا ضروری نہیں۔ اور عام مروجہ امور میں عورت کا اپنی رائے کو خاوند کی رائے کے ذمے سونپ دینا اس طرح کہ گناہ نہ ہو، بہتر و افضل نیز اچھا ہے اور اکثر اگر بالفرض کوئی عورت اپنی رائے سخت اور غیر لچکدار رکھتی ہو تو اس طرح لڑائی جھگڑا، مشکلات اور خانگی و اہلی زندگی میں اضطراب اور پریشانی پیدا ہوتی ہے اور نوبت یہاں تک آپہنچتی ہے کہ سختی اور درشتی کی بدولت عقد نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

"والعیاذ باللہ تعالیٰ!"

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عقلمند اور ہوش رکھنے والی عورت اپنے خاوند کی ہر بات قبول کر لیتی ہے اور وہ اس عورت کی رائے کو قبول کر لیتا ہے۔ اس کی رائے کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اس طرح عناد اور دشمنی کا قلع قمع ہو جاتا ہے اور عورت خاوند کو لطف و نرمی اور پیار کے گرد مجتمع کر لیتی ہے۔

اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاوند کی اطاعت و فرمانبرداری کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے:۔

بزار و طبرانی شریف میں ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! عورتوں نے مجھے آپ کی بارگاہ میں بطور نمائندہ ارسال کیا ہے، بعلاوہ ازیں

اس عورت نے اس اجر و ثواب کا ذکر کیا جو مسلمان مرد کو جہاد اور مالِ غنیمت میں شامل ہونے سے ملتا ہے، بعدازاں دریافت کیا کہ ہمارے لیے کس قدر اجر و ثواب ہے؛ تو حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپ کو جو عورت ملے اسے میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دیجیے:۔

"بلاشبہ خاوند کی اطاعت و فرمانبرداری اور خاوند کے حقوق تسلیم کرنا جہاد و غنیمت کے اجر و ثواب کے برابر ہے اور تم میں سے بہت تھوڑی عورتیں ایسی ہیں جو کہ اس طرح کرتی ہیں"۔

اور ابن حبان رضی اللہ عنہ نے اپنی صحیح میں یہ حدیث پاک سیدنا حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے بیان فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب سیدنا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ شام سے واپس تشریف لا کر حاضر ہوئے تو آپ نے حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ فرمایا تو حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ کیا ہے؛ تو سیدنا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں شام میں گیا تو وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے جرنیلوں اور رومی بِشپ کی طرح کے لوگوں کو سجدہ کرتے ہیں تو میں نے اس بات کا ارادہ کیا کہ یہ میں آپ کے ساتھ کروں، تو حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح نہ کیجیے، کیونکہ اگر میں کسی کو یہ حکم دیتا کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ کرے تو میں عورت کو اس امر کا حکم صادر فرماتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ عورت اس وقت تک اپنے پروردگار کا حق ادا نہیں کر سکتی جب تک وہ اپنے خاوند کا حق ادا نہ کرے۔

اور ترمذی شریف نے یہ حدیث پاک بیان فرمائی اور یہ حدیث حسن ہے

اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ نیز ابن ماجہ نے اس حدیث پاک کو روایت فرمایا ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

ایما امرأۃ ماتت و	ہر وہ خاتون جو اس حال میں وفات
زوجھا عنھا راضٍ دخلت	پا جائے کہ اس کا خاوند اس سے راضی
الجنۃ۔	ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔

اور بزاز نے سند حسن سے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان فرمائی ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ دریافت کیا کہ عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے، تو حضورؐ نے فرمایا، اس کے خاوند کا، تو میں نے دریافت کیا کہ مرد پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ اس کی ماں کا۔

اور عورت کی فرمانبرداری و اطاعت میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ عورت اپنے خاوند کے گھر سے نہ نکلے جب تک کہ خاوند عورت کو اس کی تصریح کے ساتھ اجازت نہ دے دے۔ جب خاوند برضا و رغبت اس کو باہر جانے کی اجازت دے دے تو عورت انتہائی باحیاء و باوقار بُرقع اوڑھے اور عام لوگوں کی نظروں سے دور ایسے راستوں پر چل کر سفر طے کرے جہاں لوگوں کی بھیڑ اور کثرت نہ ہو، وہ بازاروں، بڑی بڑی شاہراہوں، عام سیرگاہوں پر حتی الوسع سیر و سیاحت اور چلنے پھرنے سے گریز کرے۔

اور جس مقدار میں اس عورت کا دین میں شرف و فضیلت اور اللہ کی عطا ہو اس کے مطابق اس کا اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

بیہقی، ابوداؤد، طیالسی اور ابن عساکر نے سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر

رضی اللہ عنہا سے روایت بیان فرمائی ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف ہے کہ عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اپنے گھر سے نہ نکلے، اگر وہ اس طرح کرے تو اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے فرشتے لعنت کرتے ہیں، حتیٰ کہ وہ عورت توبہ کرے یا واپس لوٹ آئے، حضور کی بارگاہ جہاں پناہ میں عرض کیا گیا، خواہ مرد ظالم ہی کیوں نہ ہو؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، خواہ مرد ظالم ہی کیوں نہ ہو۔

اور عورت کی اطاعت وفرمانبرداری میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ عورت خاوند کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے، اگر عورت خاوند کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے اور خاوند حاضر ہو، سفر پر نہ ہو تو اس کو اس کے روزہ سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ نیز اجازت کے بغیر روزہ رکھنے سے وہ گنہگار ہوگی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا روزہ قبول نہیں فرمائیگا اور اس کے خاوند کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس کا نفلی روزہ توڑ دے اگر اس عورت نے مرد سے اجازت کے بغیر روزہ رکھا ہو۔

رہا فرض روزہ جیسے رمضان المبارک کا روزہ تو اس کے لیے خاوند کی اجازت حاصل کرنا لازمی نہیں۔ بیہقی شریف میں سیدنا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت اپنے آپ کو اپنے نفس کو مرد سے نہ روکے خواہ وہ پالان کے اوپر ہو (یا پالان اونٹ پر اس طرح ہوتا ہے جیسا کہ گھوڑے پر زین ہوتی ہے) اور خاوند کی اجازت کے بغیر عورت ایک دن بھی روزہ نہ رکھے، اگر وہ اس طرح کرے تو گنہگار ہوگی اور اس سے وہ روزہ نامقبول ونامنظور ہوگا۔

آدابِ مباشرت

اور اسلام کا جماع کے بارے میں ادب اور نام مباشرت ہے ، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا :۔

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ [۱]

ترجمہ :۔ اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو۔

اور اسلام نے جنسی راحت وسکون کا اہتمام وانصرام فرمایا ہے اور طبعی طور پر حلال طریقے سے سیرابی وانبساط و فرحت کا انصرام فرمایا ہے لیکن جنسی انصرام واہتمام اور انبساط وفرحت کے لطیف ونرم آداب متعین فرمائے ہیں نیز اس کے بارے میں انتہائی قیمتی نصیحتیں ارشاد فرمائی ہیں ۔ جوکہ مندرجہ ذیل ہیں :۔

---

[۱] پ ۲ ۔ سورۃ البقرۃ ، آیت ۱۸۷

اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ کا نام لینا

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک شخص اپنی زوجہ کے پاس (حقوقِ زوجیت پورے کرنے کے لیے) آئے، تو وہ اس طرح کہے:۔

بسم اللہ، اللھم جنّبنا	اللہ کے نام سے شروع، اے اللہ! ہمیں
الشیطان وجنب الشیطان	شیطان سے بچا اور اس کو بھی شیطان سے
ما رزقتنا	محفوظ رکھ جو تو نے ہمیں عطا فرمایا۔

کیونکہ یہ دعا پڑھ کر اگر کسی نے مباشرت کی تو اس پڑھنے والے کو ایسا بیٹا عطا فرمایا جائے گا جس کو ہمیشہ ہمیشہ شیطان نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

حدیث پاک کی پانچ معتبر کتابوں میں یہ حدیث مذکور ہے۔ بعض اوقات شہوت نہایت سخت اور تیز ہوتی ہے تاہم اس سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور نہ اس سے اس کی رکاوٹ ہوتی ہے۔

پردہ

بعض خاوندوں کو جماع میں اس وقت تک مزا نہیں آتا جب تک کہ انکی عورتیں بالکل ننگی نہ ہوں اور اس کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ اس طرح کرنا اس کے

لیے درست اور جائز ہے۔

ہم اس قدر عرض کرتے ہیں کہ اگرچہ خاوند کا مفروضہ درست اور صحیح ہے لیکن ہم اس کے کانوں میں سرگوشی کر کے یہ بات کہنا چاہتے ہیں کہ ایسی حالت میں مروّت استراحت اور آرام و سکون نہیں بخشتی، اور یہ ننگا ہونا فطرت کے خلاف ہے۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔" جب تم میں سے کوئی شخص مباشرت کی غرض سے اپنی زوجہ کے پاس آئے تو میاں بیوی دونوں کو پردہ کر لینا چاہیئے اور ان کو جانوروں (گدھوں) کی طرح ننگا اور مجرد نہیں ہونا چاہیئے" اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ بنتِ صدیق رضی اللہ عنہا راویہ ہیں کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"ہم میں سے نہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا پردہ ملاحظہ فرمایا اور نہ تو میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ کو ملاحظہ فرمایا... (بخاری)

مباشرت و جماع کے لوازمات

آدابِ مباشرت میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ جماع کے مقدمات و تمہید کا اہتمام کیا جائے تاکہ نفسی استعداد اور مقام و محل کے لیے مناسب فضا سازگار کر لی جائے۔ چنانچہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ تین اشیاء کی وجہ سے ایک شخص میں عاجزی پیدا ہوتی ہے:-

ایک شخص کسی ایسے شخص سے ملاقات کرے جس کی معرفت و پہچان کو وہ پسند کرتا ہو لیکن وہ اس شخص کا نام و نسب پہچانے بغیر اس سے الگ ہو جائے۔

دوسرا امر یہ کہ کوئی شخص اس کی تعظیم و تکریم کرے اور وہ کسی شخص کی عزت افزائی کی قدر نہ کرے۔

تیسری یہ بات کہ کوئی شخص اپنی لونڈی یا اپنی بیوی کے پاس مباشرت کی غرض سے جائے اور وہ اس سے گفتگو، بات چیت اور محبت وغیرہ کیے بغیر اس سے مباشرت و جماع کرلے، یا بات چیت اور پیار سے پہلے اس عورت کو پہلو کے بل لٹادے اور اس عورت سے اپنی حاجت کو پورا کرلے۔ قبل اس کے کہ وہ عورت اس سے اپنی حاجت پوری کرے۔

حدیث ہذا کو فردوس میں دیلمی شریف نے روایت فرمایا اور ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

تم میں سے کوئی شخص اپنی عورت سے جانور کی طرح مباشرت نہ کرے بلکہ میاں بیوی دونوں کے درمیان ایک پیغام رساں ہونا چاہیئے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! پیغام رساں کیسے ہوتا ہے؟ تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جماع اور مباشرت سے پہلے بوس وکنار اور بات چیت وکلام۔ (رواہ الدیلمی)

۴

میاں بیوی کے باہمی راز لوگوں میں افشا نہیں ہونے چاہئیں

اور مباشرت و جماع کے مطلوبہ آداب میں سے یہ بھی ہے کہ خاوند اس بات کو لوگوں کے درمیان مشہور و معروف نہ کرے جو کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان صیغۂ راز میں ہوتی ہے اور اس دوران وقوع پذیر ہوتی ہے جبکہ خاوند

عورت سے جماع کرتا ہے۔ کیونکہ یہ ایسی بات ہے جو کہ نہیں کی جانی چاہیئے اور نہ ہی اس راز کو فاش کرنا چاہیئے۔ چنانچہ بھید و اسرار کی حفاظت واجب اور لازمی ہے۔ خصوصاً یہ بھید اور سِر تو محفوظ کرنا ضروری ہے جو کہ عورت کی عزت و عصمت کے بارے میں ہے اور خاوند کے پاس یہ انتہائی پاکیزہ اور مقدس راز ہیں جو ایمان کو قوی و پختہ کرنے والے جملہ ارکان و لوازمات کے بعد ہیں۔ چنانچہ اس بھید اور راز کی حفاظت میں سُستی اور غفلت تو عقل کی کمزوری اور ضعف کی دلیل ہے۔

نیز راز فاش کرنا ضمیر کی خباثت پر، خلق کی رذالت اور جان بوجھ کر عورت کو اذیت و تکلیف دینے پر دلالت کرتا ہے۔ اس سے عورت کی عزت اور کرامت کم ہوتی ہے اور اس کے رشتہ داروں کی سُبکی ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس طرح زوجیت و نکاح کا عقد ٹوٹ جاتا ہے جو کہ تمام معاہدوں سے بڑھ کر پختہ و قوی معاہدہ اور میثاق ہے۔ یہ ایسی خیانت ہے کہ جس کا ردِ عمل اور اثرِ مرتب یہ ہوا کرتا ہے کہ محبت و الفت کی جگہ نفرت و نا چاقی پیدا ہوتی ہے اور اُنس و پیار کی جگہ وحشت و بیگانگی آ جاتی ہے اور چونکہ اس کا نقصان بہت بڑا ہے۔ اس لیے شریعت میں اس کو نہ صرف حرام قرار دیا گیا ہے بلکہ اس طرح کرنے والے کی مذمت کی گئی ہے۔ مسلم، ابوداؤد وغیرہ نے سیدنا حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی ہے کہ حضور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"قیامت کے دن تمام لوگوں سے بڑھ کر وہ شخص بدترین جگہ پر ہوگا، جو اپنی بیوی کے پاس مباشرت و جماع کے لیے جاتا ہے یا اس کی زوجہ اس کے ساتھ جماع و مباشرت کرتی ہے۔ پھر ان میں سے کوئی ایک اپنے دوست کا بھید

اور سرِ افشار کر دیتا ہے۔

اور سیدنا حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت یزید سے روایت بیان فرمائی ہے کہ وہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ جہاں پناہ میں حاضر تھیں اور بہت سے مرد وعورتیں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:-

"شاید کوئی شخص ایسا کرتا ہے کہ وہ اس راز کو افشار کر دیتا ہے، یا یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی عورت اس بھید کو آشکارا کر دے کہ جو کچھ اس نے اپنے خاوند کے ساتھ کیا ہے" تو تمام لوگ خاموش و مسکت ہو گئے، تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مرد بھی اسی طرح کرتے ہیں اور عورتیں بھی اسی طرح کرتی ہیں، تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم اس طرح نہ کیا کرو۔ کیونکہ اس طرح تو شیطان کرتا ہے جو کسی مؤنث شیطان سے مباشرت کرتا ہے اور وہ جب اس کو ڈھانپتا ہے تو لوگ اس کو دیکھ رہے ہوتے ہیں"۔

باپ بیٹے کے آداب

وہ آداب جو والد اور بچے کے مابین و درمیان بطور تعلق اور رشتہ کے مخصوص ہیں، اس میدان میں اسلام کے آداب مندرجہ ذیل ہیں :-

۱

بچے کا نام بہترین رکھنا

والد کو چاہیئے کہ وہ اپنے بیٹے کا اچھا نام تجویز کرے اور اس کو ایسے نام سے موسوم کرے جو کہ بہترین ہو۔ نیز اس کا لقب بھی شاندار اور اچھا ہو۔ چنانچہ کسی صاحب کا نام اگر اچھا ہو تو اس کے اچھے نام اور اچھے لقب کی وجہ سے وہ صاحب بلند و بالا درجے تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھے اچھے ناموں کو پسند فرمایا کرتے تھے اور قبیح و برے نام آپ

تبدیل فرمادیا کرتے تھے اور تمام ناموں سے اشرف و افضل نام وہی ہے جو کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے موافق اور مطابق ہو۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذاتِ اطہر کو سب سے زیادہ عزیز اور پیارے اسماء عبداللہ، عبدالرحمٰن ہیں اور سب سے زیادہ قبیح نام وہ ہیں جو کہ کافروں کے نام کے موافق ہوں۔ اور مشرکین کے القاب کے مشابہ ہوں۔

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے:۔

مِنْ حَقِّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ	بچے کا اپنے والد سے یہ حق واستحقاق ہے
اَنْ يُّحْسِنَ اَدَبَهٗ وَيُحْسِنَ	کہ والد اپنے فرزند کا ادب و تربیت اچھی
اِسْمَهٗ ۔ رواہ البیہقی فی الشعب ص۲۲	طرح کرے اس کا نام بہترین رکھے۔

اور ہمیں یہ بات معلوم نہیں ہے کہ مسلمان اسلام کے نام چھوڑ کر (جو مبارک ہیں) اپنی اولاد اور بچوں کے نام مبہم مغلق رکھتے ہیں، مسلمان اپنے بچوں کے نام محمد، احمد اور ابراہیم کیوں نہیں رکھتے اور اپنی بچیوں کے نام فاطمہ اور زینب کیوں نہیں رکھتے؟ کیا یہ وہ اسمائے گرامی نہیں ہیں جو کہ اسلام نے ان کے لیے پسند کیے ہیں؟ کیا ان اسمائے گرامی کو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جلیل القدر صاحبزادوں کے لیے پسند نہیں فرمایا؟ کیا مسلمان ہر چیز میں اجنبیوں کی پیروی کرتے ہیں حتیٰ کہ اپنے بچوں کے نام بھی دوسرے لوگوں اور غیروں سے لے کر رکھتے ہیں؟ کیا ایسے مسلمانوں نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مندرجہ ذیل ارشاد گرامی نہیں سنا؟

ابوداؤد شریف میں سیدنا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ — جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی

رواہ ابوداؤد عن ابن عمر ؓ[۲۳] — وہ اسی قوم میں سے ہے ۔

ہر طرح اور ہر قسم کی خیر و برکت اور بھلائی ان عربی ناموں میں ہے ۔ اور ہر طرح کی بزرگی و شرف اسلام کے القاب میں ہے لہذا ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے بچوں کے نام اسلامی رکھیں اور اپنے بچوں کے القاب بھی اسلامی ہوں ۔ کیونکہ اس میں ہماری عزت و شرف اور امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات و زندگی مضمر ہے ، سب سے بڑھ کر اس میں رضائے الٰہی پوشیدہ ہے ۔

عقیقہ

اس میدان میں اسلامی آداب میں سے ایک اہم ادب یہ ہے کہ والد کو چاہیئے کہ وہ نومولود بچے کے سر سے بال منڈائے ، ان کا وزن کرے اور اس وزن کے برابر چاندی صدقہ کرے ۔ اور اس کی پیدائش کے ساتویں روز بچے کی جانب سے عقیقہ کرے اور اسلام کی سنتوں میں سے عقیقہ سنتِ مؤکدہ ہے اور عقیقہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر نومولود بچہ (بیٹا) ہو تو اس کی طرف سے دو بکریاں ذبح کی جائیں ۔ اگر وہ بیٹی ہو تو اس کی جانب سے صرف ایک بکری ذبح کر لی جائے تاکہ ولادت کی نعمت پر اللہ کا شکر ادا کر لیا جائے اور محتاج و فقیر لوگوں کی مالی اعانت و امداد کر لی جائے اور تمام اہل خانہ پر فرحت و سرور داخل کیا جا سکے ۔

اولاد کی نیکی پر والدین کا تعاون

والدین کو چاہیئے کہ وہ اولاد کی نیکیوں، نیک اعمال، اطاعت و فرمانبرداری حسنِ معاملہ، سیاست، حکمت و دانائی، ہدایت کی تربیت اور ایسے افعال کی ترغیب و تعاون کے لیے آمادہ ہوں، جس کی استطاعت ممکن ہو۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

رَحِمَ اللّٰہُ وَالِدًا اَعَانَ وَلَدَہٗ عَلٰی بِرِّہٖ - رواہ ابو الشیخ بضعفٍ	اللہ تبارک و تعالیٰ ایسے والد پر رحم و کرم فرمائے جس نے اپنے بچے کی بھلائی اور نیکی پر اس کی امداد و اعانت کی -

والدین کا اولاد سے پیار کرنا

والدین کو چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں پر محبت و رحمت اور لطف و مہربانی، رحمت و رافت اور عنایت خصوصی کریں اور اس امر کی خصوصی رعایت کریں، حدیث پاک میں آتا ہے کہ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے دس بچے ہیں اور میں نے ان میں سے کسی ایک کو بھی کبھی بوسہ نہیں دیا تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :
بخاری شریف میں ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

اِنَّ مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ — بلا شبہ جو شخص رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا

رواہ البخاری

نیز حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :-

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا — وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم و شفقت نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کی تعظیم و تکریم نہیں کرتا۔

ص۲۴

۵

والدین کا اپنی اولاد کو نماز کا حکم دینا

والدین کو چاہیئے کہ جب ان کے بچوں میں سے کوئی ایک سات سال کی عمر کو پہنچ جائے تو وہ اس سے محبت و الفت سے نماز کا شوق اور ترغیب دیں جب بچہ دس سال کی عمر تک پہنچ جائے تو والد اپنے فرزند کو ترکِ نماز پر جسمانی سزا دے۔ تاکہ بچہ دوبارہ اس نماز کو ترک نہ کرے۔ چنانچہ دس سال کی عمر میں نماز ترک کرنے سے بچے کو سزا دینی چاہیئے۔ اور بچوں کے بستر اس عمر میں الگ ہونے چاہئیں۔

٦

اولاد کی تربیت

والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیم، تہذیب و ثقافت

اور ادب کا اہتمام والصرام کریں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا[1] — ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔

اور سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد گرامی ہے:۔

عَلِّمُوْهُمْ وَهَذِّبُوْهُمْ — اپنے بچوں کو تعلیم و تربیت اور تہذیب و شرافت سکھاؤ۔

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

مُرُوْهُمْ بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَعَلِّمُوْهُمُ الْخَيْرَ — تم اپنے بچوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم دو اور ان کو خیر و بھلائی سکھاؤ۔

اور تاریخ بخاری میں مرفوع حدیث شریف ہے:۔

مَا نَحِلَ والد ولدًا افضل من ادبٍ حسنٍ۔ ص۲۴ — کسی باپ کا اپنے فرزند کے لیے بہترین عطیہ اور بخشش یہ ہے کہ وہ اپنے فرزند کو حسنِ ادب عطا کرے۔

سیدنا حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا یہ حدیث پاک مروی ہے

لِاَن یؤدّب احدکم ولدہٗ خیرٌ لّہٗ من ان یتصدّق کُلّ یوم بنصف صاعٍ علی المساکین۔ رواہ الطبرانی فی معجمہ — اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت اور پرورش اچھے طریقہ سے کرے تو یہ اس سے بہتر اور افضل ہے کہ وہ مساکین پر ہر روز نصف صاع فی سبیل اللہ خرچ کرے طبرانی شریف نے حدیث ہذا کو اپنی معجم میں روایت فرمایا

---

[1] پ ۲۸، سورۃ التحریم آیت ۶

اور والد کو چاہیئے کہ وہ اپنی بیٹی کی تعلیم و تربیت بھی اسی طرح کرے جیسے کہ وہ اپنے بچے کی تربیت کا اہتمام کرتا ہے۔ چنانچہ وہ اس کی تربیت کمال اور وقار کے ساتھ کرے اور اس کی تعلیم و تربیت کو ادب و حیاء سے مکمل کرے اور رسوائی و ذلت، بے حیائی و بے پردگی سے منع کرے۔ والد اپنی بچی کو اس امر کا حکم دے کہ وہ نماز قائم کرے، روزہ رکھے، صدق و سچائی کو اپنی عادت بنائے اور عفت و عصمت کو اپنا وطیرہ، اور اس کو بے عزتی و بے پردگی سے باز رکھے۔ والد کو یہ بات یقینی طور پر سمجھ لینی چاہیئے کہ اس کا شرف و بزرگی اس کی بچی کے شرف و عزت کے ساتھ متصل و ملحق ہے۔ اس کی شہرت و مشہوری اس کی بچی کی عزت و شہرت پر منحصر ہے۔ پس لازمی ہے کہ والد اپنی بیٹی کے لیے صالح و نیک شوہر اختیار کرے۔ جب بچی کی تربیت مکمل ہو چکے تو جلدی سے اس کا نکاح کر دینا چاہیئے اور حسبِ استطاعت و قدرت اس کا مہر آسان اور مناسب ہو۔ اس کے خاوند کے دین کے بارے میں تفحص و تلاش و جستجو کی جائے اور اس کی منگنی سے پہلے خاوند کے اخلاق، مرتبہ اور جائداد کی معلومات حاصل کر لی جائیں، یہ راشد و ہدایت یافتہ لوگوں کا طریقہ اور سلف صالحین کی سیرت ہے۔

۷
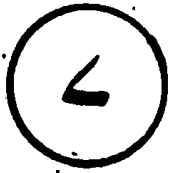
بچوں کا والدین کے پاس جانے کے لیے اجازت طلب کرنا

بچوں کو چاہیئے کہ جب وہ اوقاتِ خاصہ میں اپنے والدین کے پاس حاضر ہوں تو وہ ان سے اجازت طلب کریں، جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	ترجمہ:۔ اے ایمان والو! چاہیئے کہ تم سے
لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ	اذن لیں تمھارے ہاتھ کے مال (غلام) اور
اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ	وہ جو تم میں ابھی جوانی کو نہ پہنچے ہوں۔
يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ	تین وقت۔ نماز صبح سے پہلے۔ اور
مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ	جب تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو دوپہر
الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ	کو اور نماز عشاء کے بعد۔
ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَ	
مِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ	
ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ[1]	یہ تین وقت تمھاری شرم کے ہیں۔

مذکورہ اوقات میں والدین عادۃً خصوصی حالت میں ہوتے ہیں یا ایک خاص وضع میں، کہ ان اوقات میں ان کو دیکھنا مستحسن اور اچھا نہیں ہوتا۔

(۸)

گھریلو ماحول میں (اندرونِ خانہ) محبّت و اُلفت پیدا کرنا

والدین کو چاہیئے کہ وہ اندرونِ خانہ اور گھریلو امور میں بھائیوں کے درمیان الفت و محبت پیدا کرنے کی کوشش کریں اور محبت وعاطفت میں ان کے درمیان عدل وانصاف فراہم کریں۔ حتّٰی کہ بچوں میں سے کسی ایک بچے کے دل میں بغض وحسد یا اپنے بھائی سے نفرت نہ پیدا ہو سکے۔ جیسا کہ سیّدنا

---

[1] پ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۵۸۔

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں کے دلوں میں باہم نفرت پیدا ہوگئی تھی۔ اسی لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اطہر نے اولاد کو تحائف و نصیحت و خیر خواہی کرنے کے دوران عدل وانصاف کا حکم ارشاد فرمایا ہے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔

اِتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْدِلُوْا — تم خدا سے ڈرو اور اپنی اولاد میں
فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ ص۲۵ — عدل وانصاف ملحوظ رکھو۔

رہا، محبت، بوسہ دینے، رحمت و رأفت میں عدل وانصاف کرنے کا حکم، تو سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک شخص حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر بیٹھا تھا کہ اسی دوران اس کا بیٹا آیا۔ چنانچہ اس نے اپنے بچے کو بوسہ دیا اور اسے اپنی گود میں بٹھالیا، بعد ازاں اس شخص کی بیٹی آئی تو اس نے اپنی بچی کو پکڑ کر اپنی ایک طرف بٹھا دیا، تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"تم نے اپنے بچوں کے درمیان عدل وانصاف نہیں کیا"

(رواہ البیہقی)

۹

والدین کا اپنی اولاد کو بددُعا دینا منع ہے

اس موضوع پر اسلامی آداب میں سے ایک اہم ادب اور ناگزیر بات یہ ہے کہ والدین کو چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں کو بددعا نہ دیں۔ بچوں اور اولاد کو بددعا دینا قبیح اور خطرناک امر ہے، آج یہ قبیح بات ہمارے درمیان وبا کی

صورت میں پھیل چکی ہے۔ عموماً اکثر و بیشتر ایسا ماؤں کی جانب سے ہوتا ہے۔ چنانچہ ماں جب اپنے بچے پر غضبناک ہوتی ہے تو وہ اس پر لعنت و پھٹکار کرتی اور اس سے بدلہ لیتی ہے اور اس کو ہلاکت، بربادی اور تباہی وغیرہ کی بددعا دیتی ہے۔ یہ ایسا بدترین عمل ہے جو مسلمان اور اسلام کے شایانِ شان نہیں، اس طرح کی بددعا سے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے:۔

"تم اپنی جانوں اور نفسوں کے خلاف بددعا نہ کرو، نہ ہی اپنی اولاد کے خلاف دعا کرو، نہ اپنے مال و دولت کے برعکس دعا کرو۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے ایسی گھڑی نہ طلب کرو جس میں دعا منظور ہونے کی توفیق ہو، اور تمہاری دعا شرفِ قبولیت سے نواز دی جائے"۔

حدیث ہذا کو مسلم شریف نے سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا۔ ایک شخص سیدنا حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی اولاد میں سے ایک بچے کی عادتوں کا شکوہ کیا تو سیدنا حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ نے اس سے یہ پوچھا، کہ کیا تم نے اپنے بگڑے ہوئے بچے کو کبھی بددعا دی تھی؟ تو اس نے جواب دیا ہاں! تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ "تم نے اس کو بگاڑا اور خراب کر دیا ہے"۔

اے اللہ کے بندو! خدا کا خوف کرو، اور اپنے بچوں کو فقط نیک اور اچھی دعائیں ہی دو اور اچھی طرح جان لو کہ تمہاری زندگی میں ان کے وسیلے اور واسطے سے اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں نفع پہنچاتا ہے۔ جیسا کہ اِن نیک

اولاد کے واسطے وسیلے سے اللہ تبارک وتعالیٰ تمھیں تمھاری وفات کے بعد نفع پہنچاتا ہے۔ چنانچہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثِ مبارکہ ہے:۔

"جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو تین چیزوں کے سوا اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔

۱۔ صدقہ جاریہ

۲۔ ایسا علم جس سے نفع اٹھایا جا سکے۔

۳۔ یا وہ صالح و نیک بچہ جو والد کے لیے دعا کرتا ہے"

حدیث پاک کو سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مسلم شریف میں روایت فرمایا۔

اِسلامی خاندان
کے خارجی تعلقات

۱

خاندان کے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات

خاندان کے جملہ افراد کو چاہیئے کہ وہ رشتہ داروں، اہل قرابت، ذی رحم وغیرہ کے ساتھ اچھے تعلقات استوار کریں۔ جو صِلہ رحمی، محبّت و مودّت اور ان پر احسان کرنے سے ہوں نیز وہ ان کے حالات معلوم کرنے کے لیے جائیں اور ان کے حالات رہن سہن معلوم کریں اور ان سے ان کی کیفیت و حالت کے بارے میں دریافت کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اس سلسلے میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے:۔

تعلموا مِنْ اَنْسَابِکُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِہٖ ارحامکم (ترمذی) — تم اپنے شجرۂ نسب اور حسب و خاندان کی اس قدر واقفیت حاصل کرو جس سے تم صلہ رحمی کر سکو۔

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا ارشادِ گرامی ہے:۔

الصدقۃُ علی المسلمین — (عام مسلمانوں کی بجائے) رشتہ دار مسلمانوں پر

وعلیٰ ذی الرحم اثنتان : صدقۃٌ وصلۃ رحم (نسائی)۔

صدقہ وخیرات کرنا دوگنا اور دوہرا ثواب ہے ایک تو صدقہ کرنے کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ (نسائی)

خاندان کے غلاموں کے ساتھ تعلقات

اسلامی خانوادے کے جملہ افراد کو چاہیئے کہ وہ اپنے غلاموں اور ملازمین و نوکروں کے ساتھ اچھے اور بہترین تعلقات قائم کریں اور ان سے حسن سلوک کریں اس طرح کہ وہ ان پر احسان واکرام اور نرمی کریں نیز ان کے خلاف تکبّر اور غرور نہ کریں۔ یا ان کو انتہائی گھٹیا، میلا کچیلا اور رذیل سمجھ لیا جائے اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کے بارے میں خصوصی نصیحت اور تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں تمہارے ماتحت بنایا ہے پس جو کچھ تم خود کھاتے ہو انھیں بھی کھلاؤ اور جو کچھ تم پہنتے ہو انھیں بھی پہناؤ اور انھیں چیز یا امر کی تکلیف نہ دو جس کے اٹھانے کی ان میں استطاعت اور طاقت نہیں ہے"

خاندان کے پڑوسی کے ساتھ تعلقات

خاندان کے جملہ افراد کے لیے لازمی ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں سے حسن سلوک کریں اور وہ اس طرح کہ پڑوسیوں کی تعظیم وتکریم کرتے ہوئے ان پر احسان واکرام

کریں اور اولیٰ و قابل ترجیح امر یہ ہے کہ پڑوسی کو اذیت و تکلیف دی جائے اور نہ ہی اس کو گالی گلوچ یا بُرا کہا جائے اور نہ اس کی بے عزتی و بے ادبی کی جائے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے :-

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَاْمَنُ جَارُہٗ بِوَائِقِہٖ

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہوں۔

نیز سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ جَارَہٗ

جس شخص کا اللہ تبارک و تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان ہو اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے پڑوسی کی تعظیم و تکریم کرے۔

۴

لوگوں کے گھروں میں داخل ہونے کا ادب

اس سلسلے میں اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جب کسی کے گھر میں جانا ہو تو جانے والے کو چاہیئے کہ وہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے تین دفعہ صاحبِ خانہ سے اجازت طلب کرے کیونکہ پہلی دفعہ اجازت طلب کرنے کے وقت اہلِ خانہ خاموش ہو جائیں گے دوسری دفعہ وہ اپنی اصلاح کرلیں گے اور تیسری دفعہ اندر آنے کی اجازت دیں گے یا اندر جانے والے کی خواہش رکھنے والے کو واپس لوٹا دیں گے۔ اور اندر داخل ہوتے ہی سب سے پہلے السلام علیکم کہنا چاہیئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا [1]	ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کر لو۔

پس جب اندر جانے والا اجازت طلب کرے اور تین دفعہ السلام علیکم کہے لیکن اس کو اجازت نہ دی جائے تو اس کو واپس لوٹ جانا چاہیئے۔ اور اجازت طلب کرنے کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ اجازت طلب کرنے والا دروازے کی جالی یا دروازے کے سامنے کھڑا نہ ہو۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ ایک شخص نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اطہر سے اس امر کی اجازت طلب کی اور دروازے کے سامنے ٹھہر گیا تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمھارا اس طرح نگاہیں گاڑنا درست اور صحیح نہیں جیسے کہ تم دیکھ رہے ہو بلکہ اجازت طلب کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تم اجازت ملنے سے پہلے نگاہوں سے نہ دیکھو۔

یہ حدیث مبارکہ حسن ہے اسے ابوداؤد نے روایت فرمایا اور اجازت و اذن طلب کرنے کے آداب بہت زیادہ ہیں۔

عورت کے گھر سے باہر نکلنے کے آداب

عورت کے گھر سے باہر نکلنے کے جملہ آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ اس

[1] پ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۲۷۔

طرح کے ارادے اور قصد کے بارے میں اسلام نے حجاب (پردے) کا حکم فرمایا ہے تاکہ عورت کی حفاظت ہو سکے کیونکہ پردہ کرنے میں عورت کی عفّت وعصمت اور حفاظت وحیانت ہوا کرتی ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:۔

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ [1]

ترجمہ:۔ اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔

چنانچہ اسلامی تعلیمات نے عورت کے اکیلے سفر کرنے اور زینت وآرائش کے اظہار سے منع فرمایا کیونکہ ظاہری طور پر اس طرح اخلاق، آداب اور عزّتوں کا خدشہ وخطرہ ہے۔

چنانچہ اللہ رب العزّت کا ارشاد ہے

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ

ترجمہ:۔ مسلمان مردوں کو حکم دو، اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ [2]

ترجمہ:۔ اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں۔

---

[1] سورۃ النور، آیت ۳۱، پ ۱۸

[2] سورۃ النور، آیت ۳۱، پ ۱۸

بعدازاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ [1]

ترجمہ:۔ اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگار اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو! سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ

نیز ارشاد ربانی ہے:۔

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ [2]

ترجمہ:۔ اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔

پس اسلام نے یہ امر ناجائز قرار دیا ہے کہ وہ اپنے جسم کی زیبائش و آرائش کے ساتھ گھر سے باہر نکلے اور اجنبی لوگوں کے درمیان گمراہی و بے حیائی پھیلائے۔ لیکن پردہ کرنے کے بعد مسلمان عورت کو اس امر کی اجازت ہے کہ وہ اپنے خاندان کے آدمیوں سے ملاقات کرے جنھیں ملنا ضروری ہے اور وہ چاہتی ہے اور جن کے بارے میں قرآن مجید کی آیت شریف کی نص ہے کیونکہ مرد پردے میں یا آرائش وزینت کے بغیر اس کے حسن وجمال سے متاثر نہیں ہوتے اس سے اس نہی کی حکمت وراز آشکارا ہوتا ہے۔ جو کہ عورت کو زیبائش و آرائش سے منع کرنے کے متعلق ہے اور ہر وہ خطرہ جو کہ شہوت جنسیہ سے پیدا ہونے سے متعلق ہے اس کے علاج کے لیے اسلام نے اس کا شافی اور کافی

---

[1] پ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۳۱۔

[2] پ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۳۳

علاج تجویز فرمایا ہے جو کہ مباشرت اور غیر مباشرت دونوں صورتوں میں ہے نیز اسلام نے مرد و عورت دونوں جنسوں کے باہمی اختلاط آزادانہ سے منع فرمایا تاکہ اخلاق و آداب محفوظ رہیں اور لوگوں کی عزتوں پر ڈاکہ نہ ڈالا جا سکے۔ نیز اس میں یہ حکمت بھی پوشیدہ ہے کہ اسلامی خانوادے کی عزت و عصمت محفوظ رہے۔ شیطانی وسوسہ اور وہم منقطع ہو جائے اور ضلالت و گمراہی کا راستہ منقطع کیا جا سکے۔

اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو وعظ و نصیحت فرمانے کے لیے ایک دن مخصوص فرما رکھا تھا۔ جس میں صرف عورتوں کو تعلیم دین دی جاتی تھی چنانچہ اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے:۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْاَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ [1]

ترجمہ:۔ اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔

اس چیز کے بارے میں اسلام نے اس طرح حکم فرمایا ہے۔

چنانچہ اسلام کی سنہری تعلیمات نے مرد و زن کے آزادانہ میل جول اور اختلاط کو ناجائز قرار دے کر فضیلت اور رذیلت کے درمیان ایک ٹھوس اور سخت دیوار قائم کر دی ہے۔ جو ناقابلِ تسخیر ہے۔

یہ حد امتیاز و خصوصیت، حفاظت و صیانت اور چھچھورے و رذیل پن کے مابین ہے اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح اسلام نے خاندان کے احتساب سے غفلت نہیں کی بلکہ اس کو انتہائی ٹھوس مضبوط اور قوی کر دیا ہے بلکہ اسلام

---

[1] پ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۳

نے اپنے خانوادے کا ربط اور تعلق ایک مقدّس اور پاکیزہ بندھن سے کر دیا ہے ۔
اِس ربط و تعلق اور تقدس کا اہتمام و انصرام انتہائی اچھّے طریقے سے کیا ہے ! اور
اس مقدّس رابطے کے پرورش و انتظام کو مکمل طور پر پیش کیا ہے اس کا مکمل ضابطہ
پیش کیا ہے چنانچہ نیکی ، بھلائی ، شرافت اور اطاعت و فرمانبرداری میں والد اور
ماں کو جنّت قرار دیا ہے ۔ اسلام کی سنہری تعلیمات کے مطابق اگر بیٹی اور بیٹے
کی تربیت و پرورش اچھّے طریقے سے کی جائے تو یہ گویا دوزخ اور جہنم کی
دہکتی بھڑکتی آگ سے ایک ڈھال اور بچاؤ ہیں ۔ اور بیوی اگر حسنِ معاشرت
اختیار کرے اور محبّت و مؤدّت سے بھرپور رویئے کا مظاہرہ کرے تو وہ اپنے
خاوند کی بزرگی، عظمت اور بہتری و فلاح ہے

اگر رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور رشتہ داری کو استوار کیا جائے
تو اس میں ثوابِ عظیم اور اجرِ کبیر ہے ۔

اگر مسلمان خانوادے کا کوئی چشم و چراغ اپنے ہمسائے کی عزّت و توقیر کرے
تو یہ اس کے کامل مومن ہونے کی علامت و نشانی ہے ۔

اگر مسلمان اپنے نوکر یا خادم پر احسان کرے اور حسنِ سلوک تو بلاشبہ
اس طرح وہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کر
رہا ہوتا ہے ۔

اگر مسلمان اپنے مہمان کی عزت و تکریم کرے تو اس طرح کرنے والے کا
ایمان کامل ہے ۔

اسی طرح کے سنہری اصولوں سے اسلام نے قبیلہ اور خاندان میں محبّت و
مؤدّت باہمی تعاون و ہمدردی خلوص اور خیر خواہی کی تعلیم دے کر معاشرے
کو منظم بنیادوں پر استوار کر دیا ہے ۔ اور اس کو خیر و بھلائی کی رفعتوں اور

بلندیوں سے ہمکنار کیا ہے اس طرح معاشرہ میں عدالت وانصاف، طہارت و پاکیزگی، شرف وعظمت اور بھائی چارے اور برادری کی فضا پیدا ہو گئی۔
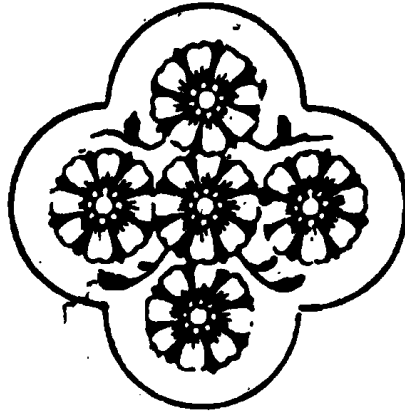
والدین

کے ساتھ بھلائی کرنے اور

اُن کی حکم عدولی کی ممانعت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا [1]

ترجمہ:۔ اور تمھارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہوں نہ کہنا اور انھیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا اور ان کے لیے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

---

[1] پ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۲۳، ۲۴

جیسا کہ آپ نے ابھی معلوم کیا کہ یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت شریفہ میں والدین کی خیر خواہی اور بھلائی کے حکم میں انتہائی مبالغہ فرمایا ہے۔ کیونکہ جہاں اللہ تبارک وتعالیٰ جلِ جلالہٗ وعمّ نوالہٗ نے اس حکم شریف کی ابتداء کی جو اس کی توحید اور عبادت کے بارے میں ہے اس کے ساتھ والدین کے احسان کی سفارش فرمائی پھر والدین کے آداب واحترام کو اس قدر لازمی اور لابدی عبادت قرار دیا اور اس کی رعایت اس قدر فرمائی کہ کسی ایک ادنیٰ اور ایسے معمولی کلمہ کے کہنے کی اجازت نہ بخشی جو والدین کو ناگوار اور ان کے لیے ناقابلِ برداشت ہو۔

اور مسلمان بیٹے کو چاہیئے کہ وہ اپنے والدین کے سامنے عاجزی وانکساری اختیار کرے اور ان کے سامنے جھکا رہے بعد ازاں اس حکم کا اختتام اس بات پر ہوا کہ بیٹا اپنے قابلِ احترام والدین کے لیے دعا کرے (یہ حکم الٰہی ہے) اور ان پر رحم وفضل الٰہی نازل ہونے کی دعا کرے۔

یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ انسان جب تک رِحمِ مادر میں تھا تو اس کی والدہ نے حمل کی سخت تکالیف برداشت کیں اور اس کو جننے کی مصیبت جھیلی۔ جب بچّہ جننے کا مشکل اور نازک مرحلہ طے ہوا تو والدہ نے اپنے بچے کو دودھ پلایا اور نہایت غلیظ ورکیک آلائشوں سے اپنے بچّے کو پاک وصاف اور طاہر رکھا اور اس کی ناپاکی وپلیدی کی تکلیف واذیّت کو برداشت کیا۔

والدہ نے اپنے چھوٹے بچّے پر اپنی جان تک کو قربان کر دیا حتیٰ کہ جب بچّہ چھوٹا تھا تو والدہ بچّے کی معمولی سی تکلیف اور بیماری سے بے چین اور بے قرار ہو کر تڑپ اٹھتی۔ یہ سلسلہ جونہی جاری وساری رہا۔ تا آنکہ بچّہ نوجوان ہو گیا۔ اسی طرح والد بھی اپنے لختِ جگر کو اپنے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے محبّت کیا کرتا ہے حتیٰ کہ وہ اس امر کی پوری پوری کوشش کرتا ہے کہ وہ اپنے بچّے کے لیے

اچھے اچھے کھانے، خوراک کا سامان، پینے کے لیے مشروبات اور پہننے کے لیے حتی المقدور بہترین لباس حاصل کرنے کی تگ و دو کرتا رہا اور اس کی ہر قسم کی تکالیف کا مداوا کرنے اور تمام ضروریات کو پورا کرنے کے لیے سرگرداں رہا۔ پس بیٹے یا اولاد کے لیے انتہائی لازمی ہے کہ وہ والدین کے ساتھ نیکی اور بھلائی اور اچھائی و خیر خواہی کریں۔ اور اولاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے والدین کو جھڑکنے ڈانٹنے وغیرہ سے باز رہیں۔ اور والدین کے لیے وہ اپنی گردن کو عاجزی و انکساری سے جھکائے، خمیدہ رکھیں تاکہ والدین کے احسانات کے شکر کا اظہار ہو۔ اور بحیثیت بیٹے یا اولاد کے والدین کی نافرمانی و حکم عدولی ہرگز نہ کرو کیونکہ اس طرح کرنے والے دین و دنیا دونوں کے خسارے اور نقصان میں ہوتا ہے۔ اور چونکہ والدہ اپنے بچّے کی جملہ تکالیف و مصائب کو نسبتاً اور مقابلۃً سب سے زیادہ برداشت کیا کرتی ہے لہٰذا حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اطہر نے والدین کے ساتھ نیکی و بھلائی کے حکم میں مبالغہ اور تاکید فرما دی۔

چنانچہ بخاری و مسلم شریف میں سیّدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پاک ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تمھاری والدہ۔ اس نے دریافت کیا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تیری والدہ، اس نے تیسری دفعہ پوچھا کہ اس کے بعد آپؐ نے تیسری دفعہ بھی فرمایا تمھاری والدہ۔ اس نے چوتھی مرتبہ پوچھا، پھر کون؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تمھارا والد۔

والدین کے ساتھ نیکی اور بھلائی اور ان کی خیر خواہی کے بارے میں حضور

پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی حدیث مبارکہ ہیں اُن میں سے ایک حضورؐ کا وہ ارشاد گرامی ہے جو نسائی شریف میں سیّدنا حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی عنہ سے مروی ہے کہ جاہمہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ جہاں پناہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے راہِ خداوندی میں غزوۂ جہاد کا ارادہ کیا ہے اور میں آپ کی خدمت اقدس میں آپ سے مشورہ کرنے کی نیت سے حاضر ہوا ہوں۔ تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدنا حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کیا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ تو حضرت جاہمہؓ نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے ہاں عرض کیا تو شافع یوم النشور حضور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم اپنی والدہ کی خدمت کرنے کو اپنے آپ پر لازم ٹھہرالو کیونکہ جنّت والدہ کے پاؤں تلے ہے۔ سیّدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیہقی شریف میں ایک حدیث پاک کچھ یوں مروی ہے کہ

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

جب کوئی نیک اولاد اپنے والدین کی جانب نیکی، خیر خواہی اور بھلائی کی نظر سے دیکھتی ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہر نظر کے بدلے اس کے لیے حج مبرور جتنا ثواب لکھتا ہے۔ حاضرین نے شافع یوم النشور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کیا اگر کوئی شخص ہر روز والدین کی طرف (سو) ایک سو دفعہ دیکھے؟ تو حضورؐ نے فرمایا ہاں اس کو اس طرح ایک سو حجوں کا ثواب ملے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ پاک وطیب اور بلند و بالا ہے۔

شرح السنہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

میں جنّت میں داخل ہوا تو میں نے جنّت میں قرأت کیے جانے کی آواز سُنی۔ میں نے دریافت کیا قرأت کون کر رہا ہے۔ تو مجھے بتایا گیا کہ قرأت کرنے والے حارثہ بن النعمانؓ ہیں اور والدین کے ساتھ بھلائی کرنے والے کو اسی طرح اجر و ثواب ملے گا۔ سیّدنا حضرت حارثہ بن نعمان اپنی والدہ ماجدہ سے سب سے زیادہ نیکی اور بھلائی فرمانے والے تھے۔

ترمذی شریف میں سیّدنا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میرے ہاں میری ایک ایسی بیوی تھی جسے میں بہت زیادہ محبّت کیا کرتا تھا اور پسند کرتا تھا۔ لیکن میرے والدِ گرامی (سیّدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ) اس عورت کو ناپسند فرمایا کرتے تو سیّدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی اس بیوی کو طلاق دیدو۔ لیکن میں نے اس طرح کرنے سے انکار کر دیا۔ سیّدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور محمد الرّسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضرِ خدمت ہوئے اور آپ کی خدمتِ اطہر میں یہ معاملہ ذکر فرمایا۔ تو حضور سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) حکم فرمایا" اپنی اس بیوی کو طلاق دے دیجئے"۔

علمارِ حق و اسلاف کرام رحمہم اللہ اجمعین نے فرمایا ہے۔ اگر حق والدین کی جانب ہو تو عورت کو طلاق دینا واجب اور لابدی ہے۔ وگرنہ جائز۔ اور ایک شخص کو سیّدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ کعبہ شریف کا طواف کر رہا ہے اور اس نے اپنی والدہ کو اپنی گردن پہ اٹھا رکھا ہے تو اس طواف کرنے والے شخص نے سیّدنا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔ اے ابن عمرؓ کیا اس طرح میں نے اپنی والدہ ماجدہ کے

احسان اور بھلائی کا بدلہ چکا دیا ہے؟ تو حضرت سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا نہیں اور نہ ہی ایک دفعہ سارا طواف کر دینے سے بلکہ تم نے اچھا کیا اور نیکی کی اور اللہ تعالیٰ تمھارے اس قلیل اور تھوڑے سے نیکی کے کام پر تمھارا بہت زیادہ ثواب اور بھلائی عطا فرمائے گا اور صحیحین میں سیّدنا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"تین آدمی سفر کر رہے تھے کہ انھیں دورانِ سفر بارش آ گئی چنانچہ وہ پہاڑ میں واقع ایک غار کی جانب مائل ہوئے تو ان کی غار کے منہ پر ایک بہت بڑی چٹان آ کر گر پڑی جو کہ پہاڑی تھی۔ اور اس پہاڑی چٹان سے غار کا دہانہ بند ہو گیا۔ یہ افراد اندر مقید ہو گئے۔ تو ان میں سے بعض افراد نے بعض کو یہ بات کہی، تم اپنے ان اعمال اور نیکیوں کو یاد کرو جو تم نے خالصۃً اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کی خوشنودی کی خاطر سرانجام دیئے اور اپنے ان نیک اعمال کا وسیلہ و واسطہ دے کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں دعا مانگو تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ غار کا منہ کھول کر ہماری اِس مصیبت اور آزمائش کو ٹال دے تو ان میں سے ایک شخص نے یہ کہا۔ اے اللہ میرے دو ضعیف اور کمزور والدین تھے جو عمر میں بڑے تھے۔ اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے میں ان کا کفیل اور بھیڑ بکریاں چراتا تھا۔ جب میں ان کے پاس واپس لوٹتا تو دودھ دوہتا تھا۔ چنانچہ میں دودھ دوہنے کے بعد اسے اپنے والدین کی خدمت میں پیش کرتا اور اپنے بچوں سے بھی پہلے اپنے والدین کو دودھ پلایا کرتا۔

میں ایک روز درختوں کی تلاش میں دور دراز کے علاقہ تک جا پہنچا۔ چنانچہ

رات گئے تک میں واپس نہ لوٹ سکا۔ جب میں رات کو دیر سے گھر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ میرے والدین سو چکے ہیں چنانچہ میں نے حسبِ سابق اور معمول کے مطابق دودھ دوہیا، میں دودھ لے کر اپنے سوئے ہوئے والدین کے سروں کے نزدیک کھڑا ہو گیا۔ اور یہ بات میرے لیے ناقابلِ برداشت تھی کہ میں اپنے والدین کو جگاؤں۔ اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اپنے والدین کو دودھ پلانے سے قبل ہی دودھ بچّوں کو پلا دوں۔ اور بچے میرے قدموں میں مارے بھوک کے چلاّ اور اینٹھ رہے تھے۔ میں بھی اسی طرح دودھ اٹھا کر کھڑا رہا، اور میرے والدین بھی، حتیٰ کہ فجر طلوع ہو گئی۔ اے اللہ! تیری ذات اس امر سے بخوبی آگاہ ہے کہ میں نے یہ کام تیری خوشنودی اور رضامندی کے لیے سرانجام دیا تھا تو ہم سے غار کے دہانے پر پڑا ہوا پتھر ہٹا لے تاکہ ہم اس سے آسمان کو ملاحظہ کر سکیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے غار کے منہ اور دہانے کو ان کے لیے معمولی سا کھول دیا حتیٰ کہ انھوں نے آسمان کو ملاحظہ کیا۔" (الحدایث)

اور تفاسیر میں مذکور ہے کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص صالح اور نیک تھا۔ اور اس کا ایک چھوٹا سا بچّہ تھا، ایک بچھیا (گائے) تھی۔ وہ اس گائے کو لے کر ایک بہت بڑے جنگل میں آیا۔ اور اس نے یہ کہا۔ اے اللہ! میں اس گائے کو اپنے بچّے اور فرزند کے لیے تیری امانت میں چھوڑتا ہوں جب میرا بیٹا بڑا ہو گا اس گائے کو لے لے گا۔ وہ شخص فوت ہو گیا۔ اور یہ بچھیا جنگل میں پلتے بڑھتے درمیانی درجہ کی گائے بن گئی۔ یہ گائے لوگوں سے بھاگ جاتی تھی۔ جب یہ بچّہ بڑا ہوا تو یہ اپنی والدہ کے ساتھ نیکی اور بھلائی کیا کرتا تھا۔ چنانچہ وہ رات کو تین حصّوں میں منقسم کیا کرتا۔ ایک حصّہ میں عبادت کرتا۔ ایک ثلث

یں سو جاتا اور باقی تہائی رات میں اپنی والدہ کے سر کے قریب بیٹھ جاتا جب صبح ہوتی تو یہ جنگل میں چلا جاتا اور وہاں سے لکڑیاں کاٹ کر بازار میں لے آتا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی مرضی کے مطابق اپنی محنت سے اکٹھی کی ہوئی لکڑیوں کو فروخت کرتا وہ اپنی اس طرح کی آمدنی سے ایک تہائی خیرات و صدقات کر دیتا، ایک تہائی حصّہ خود اپنی خوراک پر خرچ کرتا اور باقی ایک تہائی وہ اپنی والدہ کو پیش کر دیتا۔ اس کی والدہ نے اس کو ایک دن یہ کہا اے میرے پیارے بیٹے: "تمھارے والد کو وراثت میں ایک بچھیا ملی تھی اور اس کو انھوں نے فلاں فلاں جنگل میں چھوڑا تھا۔ لہٰذا تم چل کر جاؤ اور حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کے پروردگار سے دعا کرو کہ اللہ ہمیں یہ بچھیا واپس لوٹا دے۔ اس گائے کی علامت اور خاص نشانی یہ ہے کہ جب تم اس کی طرف دیکھو گے تو یوں معلوم اور خیال ہوگا کہ سورج کی شعاع اور چمک اس گائے کی جلد سے نکل رہی ہے اور اس گائے کو اس کے حسن و جمال اور خوبصورتی کی بدولت مذہبہ" سونے کی گائے،، کہا جاتا تھا۔ نیز اس کا زرد سنہری رنگ اس قابل تھا کہ یہ سونے کی مانند تھی۔ چنانچہ یہ فرزند ارجمند مذکورہ جنگل میں آیا تو اس نے دیکھا کہ گائے چر رہی ہے تو اس نے گائے کو زور سے یوں پکارا:" میں تم کو ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے خدا کے واسطے پکڑنے کا عزم کرتا ہوں۔" چنانچہ گائے آگے بڑھی حتیٰ کہ اس شخص کے سامنے آ کر ٹھہر گئی تو اس شخص نے گائے کا سینگ پکڑا تا کہ وہ اس کو ہانک کر لے جائے۔ تو گائے نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے اذن سے گفتگو کی اور یوں بولنے لگی:" اے وہ نوجوان جو اپنی والدہ کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرتا ہے تم مجھ پر سوار ہو جاؤ کیونکہ یہ میرے لیے بہت آسان اور قابلِ فخر ہے

کہ میں تمھیں اٹھا کر لے جاؤں۔ تو اس نوجوان نے کہا۔ کہ تجھ پر سوار ہو کر چلنے کا حکم مجھے میری والدہ نے نہیں دیا۔" تو گائے بولی "اللہ کی قسم اگر تم مجھ پر سوار ہو جاتے تو تم مجھے کبھی بھی پکڑنے کی جرأت نہ کر سکتے"۔ پس اب تم چلو کیونکہ اگر تم پہاڑ کو حکم دو کہ وہ اپنی جڑوں سمیت پہاڑ سے اکھڑ جائے تو پہاڑ بھی تمھارے حکم کی تعمیل کرتا ہوا الٹ پلٹ جائے گا۔ کیونکہ تم نے اپنی والدہ کے ساتھ نیکی اور بھلائی کی ہے۔ چنانچہ وہ نوجوان اس گائے کو لے کر اپنی والدہ کے پاس چلا تو اسی شخص کو اس کی والدہ نے کہا۔ تم ایک غریب آدمی ہو۔ اور تمھارے ہاں مال و دولت نہیں۔ ایندھن اور جنگل سے لکڑیاں اٹھا لا کر فروخت کرنا تمھارے لیے مشکل اور تکلیف دہ ہے کہ تمام دن تم محنت و مشقت کرو اور رات کو عبادت کرو۔ لہٰذا اس کا حل یہ ہے کہ تم جا کر اس گائے کو فروخت کر دو۔ تو بیٹے نے پوچھا میں اس گائے کو کتنے روپوں کے بدلے فروخت کروں؟ تو ماں نے کہا تین دینار کے عوض۔ چنانچہ وہ شخص ماں کے حکم کے مطابق گائے کو لے کر گاؤں کی طرف روانہ ہوا اور اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ جلالہٗ نے اپنی قدرت کے کرشمے دکھانے کے لیے ایک فرشتے کو ارسال فرمایا اور حالانکہ اللہ تبارک و تعالیٰ بہتر جانتا ہے تاہم اس نے نوجوان کو آزمانا چاہا کہ یہ اپنی ماں کی کس حد تک تابعداری و فرمانبرداری کرتا ہے تو فرشتے نے اس سے یہ پوچھا کہ آپ یہ گائے کتنی قیمت پر فروخت کریں گے؟ تو اس شخص نے کہا:۔
اس گائے کے تین درہم لوں گا۔ لیکن اس طرح شرط یہ ہوگی کہ میں اپنی والدہ کی رضامندی و خوشنودی حاصل ضرور کروں گا۔ تو فرشتے نے اس کو یہ کہا میں تمھیں گائے کے تین کی بجائے چھ درہم دیتا ہوں لیکن تم اپنی والدہ سے اس کی اجازت طلب نہ کرو۔ تو اس نوجوان نے فرشتے سے کہا۔ اگر تم مجھے اس گائے

کے وزن کے برابر سونا بھی دے دو تو میں تمھیں یہ گائے اپنی والدہ کی اجازت کے بغیر نہیں دوں گا۔ چنانچہ وہ نوجوان اپنی والدہ کی طرف واپس لوٹ آیا۔ اور اپنی والدہ کو مذکورہ قیمت کے بارے آگاہ کیا۔ والدہ نے اپنے بیٹے سے کہا واپس جاؤ اور گائے کو چھ دیناروں کے عوض فروخت کر دو مگر فروخت کرنے سے پہلے مجھ سے اجازت لے لینا۔ تو وہ فرزندِ ارجمند اس گائے کو لے کر بازار گیا اور فرشتہ انسانی شکل وصورت میں آکر اسے کہنے لگا، کیا آپ نے اپنی والدہ سے اجازت حاصل کر لی ہے؟ تو اس نوجوان نے کہا ہاں ماں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں چھ دیناروں سے کم نہ کروں مگر والدہ کی رضامندی کے ساتھ گائے فروخت کر دوں تو اس فرشتے نے کہا۔

"تم اپنی والدہ سے اجازت نہ طلب نہ کرو میں تمھیں اس کی قیمت بارہ دینار دیتا ہوں"۔ لیکن نوجوان نے اس کا انکار کر دیا اور وہ اپنی والدہ کے پاس لوٹا اور انھیں اس بات سے آگاہ کیا۔ تو اسے اس کی ماں نے کہا بلاشبہ انسانی شکل میں تمھارے پاس آنے والا دراصل فرشتہ ہے جو تمھیں آزمانے کے لیے آتا ہے۔ پس اب جب یہ تمھارے پاس آئے تو تم اس سے کہہ دینا۔

"کیا آپ ہمیں اس گائے کو فروخت کرنے کی اجازت دیتے ہیں یا کہ نہیں"
چنانچہ فرزندِ ارجمند نے ایسے ہی کیا تو فرشتے نے اس کو کہا تم اپنی والدہ ماجدہ کے ہاں واپس لوٹ جاؤ اور انھیں یہ کہو۔

"یہ گائے اپنے پاس سنبھال کر رکھیں۔ کیونکہ موسیٰ بن عمران علیہ الصلوٰۃ والسّلام یہ گائے آپ سے خریدیں گے۔ یہ گائے آپ ایک مقتول کے لیے خریدیں گے جو کہ بنی اسرائیل میں قتل ہوں گے اور اس گائے کو اس وقت تک فروخت نہ کرنا جب تک کہ تمھیں اس کی قیمت کے برابر سونا نہ ملے۔ اتنا سونا کہ جس قدر

اس گائے کی کھال میں بھرا جا سکے۔ چنانچہ اس صالحہ عورت نے اس کو فروخت کرنے کی بجائے سنبھال کر رکھ لیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم فرمایا کہ وہ مذکورہ صفات کی گائے کو ذبح کریں چنانچہ کافی عرصہ مسلسل تگ ودو کرتے ہوئے وہ اس طرح کی گائے کے اوصاف اور خوبیاں تلاش کرتے پھرے حتیٰ کہ اس طرح کی گائے کا وصف بعینہٖ ان کو بتایا گیا۔ تاکہ اس نوجوان کی اپنی ماں کے ساتھ کی ہوئی بھلائی اور خدمت کی جزاء اور بدلہ دیا جا سکے۔ یہ محض اللہ کریم کا فضل ورحمت تھی چنانچہ انھوں نے اس گائے کو سونے کے عوض خرید لیا۔ گائے کی کھال جتنا سونا دیا اور اس گائے کا کوئی ایک حصہ مقتول پر رکھا تو وہ باذن زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا اور اس کی گردن کی رگیں خون سے اٹی ہوئی تھیں۔ چنانچہ اس شخص نے کہا کہ مجھے فلاں فلاں شخص نے قتل کیا ہے یعنی مجھے میرے چچا زاد نے مارا ہے بعد ازاں وہ شخص اپنی اسی جگہ پر مردہ ہو کر گر پڑا۔ چنانچہ اس کے قاتل کو میراث سے محروم کر دیا گیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مندرجہ ذیل ارشاد گرامی میں اسی قول کی جانب اشارہ فرمایا ہے:-

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا	ترجمہ:- اور جب تم نے ایک خون کیا
فَادّٰرَءْتُمْ فِیْهَا الخ [۱]	تو ایک دوسرے پر اس کی تہمت ڈالنے لگے

اس کے علاوہ والدین کی نافرمانی اور حکم عدولی پر اسے منع فرمانے اور اس پر زجر و توبیخ کے بہت سے ارشادات و آثار وارد ہوئے ہیں۔ حضرت امام بخاریؒ نے سیّدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت مروی فرمائی ہے کہ

---

[۱] پ ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۷۲۔

حضور پُر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہ بات کبیرہ گناہوں میں سے ہے کہ کوئی شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے اور والدین کی نافرمانی کرے، لوگوں کو قتل کرے اور یمین غموس (جھوٹی قسم) کھائے۔

صحیحین میں سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ بات کبیرہ گناہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کوئی شخص اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے؟ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں ایک شخص کسی کے والدین کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے والدین کو گالی دیتا ہے اور ماں کو بھی گالی گلوچ نکالتا ہے۔

اور بیہقی نے سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے والدین کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے والا ہے تو اس نے گویا اس حالت میں صبح کی کہ اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھلے ہیں۔ اگر والدین میں سے ایک زندہ اور راضی ہو تو صرف ایک دروازہ اور جس شخص نے اس حالت میں صبح کی کہ وہ والدین کی ناراضگی مول لے کر اللہ کی نافرمانی کر رہا ہے تو اس نے اس حالت میں صبح کی گویا اس کے لیے دوزخ کے دو دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اگر والدین میں سے ایک ناراض ہو تو اس کے لیے دوزخ کا ایک دروازہ کھلا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواہ اس کے والدین نے اس پر ظلم ہی کیوں نہ کیا ہو۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دفعہ یہ ارشاد گرامی

فرمایا۔ خواہ اس کے والدین نے اس پر ظلم ہی کیوں نہ کیا ہو۔

بیہقی شریف میں سیّدنا حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تبارک وتعالیٰ جس قدر گناہوں کو چاہے گا بخش دے گا۔ مگر والدین کی نافرمانی نہ بخشے گا۔ کیونکہ اس طرح کرنے والے کو اس کے فوت ہونے سے پہلے اس کی زندگی میں بھی والدین کی بے ادبی ونافرمانی کی سزا ملے گی۔

ابن ماجہ نے روایت فرمائی ہے کہ ایک شخص حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے والد کو میرے مال کی ضرورت ہے۔ تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تم اور تمھارا مال تمھارے والد کا ہے"، تمھاری اولاد کی کمائی تمھاری بہترین اور طیب ترین روزی ہے لہٰذا تم اپنے ہی مال سے خود کھاؤ۔

طبرانی نے سیّدنا حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی ہے کہ ہم حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ جہاں پناہ میں حاضر تھے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص قریب المرگ ہے اور اس کو کہا گیا کہ تم کہو" لا الٰہ الاّ اللہ"، لیکن وہ کلمہ شریف نہیں پڑھ سکا۔ تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا وہ شخص نماز پڑھا کرتا تھا؟ تو اس نے عرض کیا جی ہاں۔ چنانچہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں سے تشریف اٹھائی اور ہم بھی آپ کے ہمراہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ چنانچہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لے آئے جو قریب المرگ تھا اور کلمہ نہیں پڑھ سکتا تھا۔ آپؐ نے اس نوجوان سے فرمایا کہو" لا الٰہ الاّ اللہ"، تو اس شخص نے کہا کہ میں اس کی

استطاعت نہیں رکھتا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کیوں؟ تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں عرض کیا گیا کہ یہ شخص اپنی والدہ کی نافرمانی اور حکم عدولی کیا کرتا تھا۔ تو حضورؐ نے دریافت فرمایا کیا اس کی والدہ زندہ ہے؟ صحابہ کرام و حاضرین نے عرض کیا جی ہاں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے حکم فرمایا کہ اس کو بلایا جائے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اسے بلایا گیا تو یہ حاضرِ خدمت ہوئیں اور حضورؐ نے اس شخص کی والدہ سے پوچھا کیا یہ تمھارا بیٹا ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ تو حضور پُر نور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔۔ فرض کیا اگر آگ کا بہت بڑا الاؤ روشن کرکے تمھیں یہ کہا جائے کہ اگر تم اپنے بیٹے کی شفاعت کرتے ہوئے اسے معاف کردو تو ہم اسے چھوڑ دیتے ہیں وگرنہ ہم اس کو اس آگ میں جلادیں گے۔ کیا تم اپنے بیٹے کی شفاعت کرو گی؟ تو اس عورت نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو پھر میں اپنے صاحب زادے کی شفاعت کرتی ہوں۔ تو حضورؐ نے فرمایا تم اللہ تبارک وتعالیٰ کو گواہ ٹھہرالو اور مجھے گواہ بناؤ کہ تم اپنے بچے سے راضی اور خوش ہو تو اس خاتون (ماں) نے کہا۔

اے اللہ میں تیری ذات جل وعلا اور تیرے رسولِ معظم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ بنا کہ یہ کہتی ہوں کہ میں نے اپنے بچّے کو معاف کردیا ہے۔ تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ حالت نزاع میں اس نوجوان سے فرمایا۔

اے لڑکے تم اب کہو۔

لا اِلٰہَ اِلَّا اللہ وحدہٗ لا شریکَ لَہٗ واشھدُ اَنَّ محمداً عبدُہٗ ورسولہٗ۔

چنانچہ اس نوجوان نے کلمہ شریف کہا تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تمام تعریفیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات اطہر کے لیے ہیں جس

نے اس نوجوان کو آگ سے بچایا۔

ابن حجر رحمۃ نے "زواجر" میں لکھا ہے کہ یہ قصہ اس سے بھی زیادہ شرح و بسط سے مروی ہے اور وہ یوں کہ اس نوجوان کا نام علقمہ تھا اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں بہت زیادہ محنت و مجاہدہ کیا کرتا صوم و صلوٰۃ اور صدقہ کی پابندی کرتا چنانچہ وہ ایک دفعہ مریض پڑ گیا اور اس کی مرض سخت ہو گئی تو اس کی زوجہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں یہ پیغام ارسال کیا کہ میرا خاوند علقمہ حالتِ نزع میں ہے چنانچہ میں نے ارادہ کیا کہ میں اپنے خاوند کی حالت کے بارے میں آپ کی خدمت میں عرض کروں تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حضرت عمار، سیدنا حضرت بلال، سیدنا حضرت صہیب رضی اللہ عنہم کو علقمہ کے ہاں ارسال فرمایا اور ساتھ ہی یہ تاکیدی حکم ارشاد ہوا۔ آپ اس کے پاس جائیں اور علقمہ کو لا الٰہ الا اللہ الخ کی تلقین کریں۔ چنانچہ مذکورہ صحابہ کرام سیدنا حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو انھیں حالتِ نزع میں پایا تو مذکورہ اصحاب نے سیدنا حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین شروع کر دی لیکن جناب حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے مذکورہ الفاظ نہیں نکلتے تھے۔ تو مذکورہ اصحاب رضی اللہ عنہم نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں اس امر کے بارے میں اطلاع ارسال کی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا اس کے والدین میں سے کوئی ایک زندہ ہے؟ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی ضعیف العمر اور بوڑھی والدہ زندہ ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اطہر نے اس

کی طرف ایک شخص کو ارسال فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا۔ کہ انھیں کہہ دیجئے اگر آپ حضور انور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ جہاں پناہ میں حاضر ہو سکیں تو فبہا وگرنہ اپنے گھر میں ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی انتظار فرمائیں حتیٰ کہ سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمھارے پاس تشریف لا رہے ہیں۔ تو حضور انور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ضعیف عورت کے پاس تشریف لے آئے اور انھیں اس بات کی اطلاع دی گئی کہ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں تو اس خاتون نے کہا:۔

نفسی لنفسہِ الفداء	ترجمہ:۔ میری جان اور نفس حضور پُر نور
انا احقُّ باتیا تہ	صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفس اور جان پہ
فتوکأت وقامت	قربان و فدا ہوں میں اس بات کی زیادہ حقدار
علیٰ عصا وانت	ہوں کہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
رسول اللہ صلّی اللہ	بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوں چنانچہ اس خاتون
علیہ وسلم وسلمت	نے ٹیک لگائی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ
وردّ علیھا	وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئی۔ سلام
السّلامَ	عرض کیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ
	وسلم نے سلام کا جواب فرمایا۔

چنانچہ حضور پُر نور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خاتون رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا:۔ اے اُمِّ علقمہ! سچ سچ بتاؤ اگر تم نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہِ اقدس سے بذریعہ وحی مجھے مطلع فرما دیا جائے گا۔ تمھارے بیٹے علقمہ کی حالت کیسی تھی؟ تو اس خاتون نے عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم علقمہ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ روزے رکھتا اور صدقہ کیا کرتا تھا۔ تو

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے دریافت فرمایا تمھاری کیفیّت کیسی ہے؟ تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس پر سے ناراض ہوں۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ و السّلام نے دریافت فرمایا کیوں؟ تو اس خاتون نے عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ شخص اپنی بیوی کو ترجیح دیا کرتا اور میری حکم عدولی ونافرمانی کیا کرتا تھا۔ تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اُمّ علقمہ ناراض ہیں اس لیے علقمہ کی زبان کلمہ شہادت سے قاصر اور عاجز ہے۔ بعد ازاں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے بلال رضؓ! آپ چل کر میرے لیے بہت سی لکڑیاں جمع کریں۔ تو اس ضعیف عورت نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان لکڑیوں کو کیا کریں گے؟ تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اس کو آگ کے ایندھن میں جلاؤں گا۔ تو اس ضعیف ماں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اس امر کو برداشت نہیں کر سکتی اور نہ ہی اپنے دل کو تھام سکتی ہوں کہ آپ میری موجودگی میں میرے بیٹے کو آگ میں جلائیں اور ایسا آپ کی موجودگی میں ہو۔ تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کا عذاب اس سے زیادہ سخت اور نسبتاً زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ اگر تم اس بات پر رضامند ہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمھارے بیٹے کی مغفرت فرمادے تو تم اس سے راضی اور خوش ہو جاؤ۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ جب تک تم اس پر ناراض رہو گی۔ علقمہ کو اس کی نماز، روزہ اور صدقہ کوئی نیکی فائدہ نہ پہنچائے گی تو اس خاتون نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاشبہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ، اس کے فرشتوں اور میرے پاس مسلمانوں کو گواہ بنا کر اس امر کی تصریح کرتی ہوں کہ اب میں اپنے بیٹے علقمہؓ سے راضی اور خوش ہوں

توحضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا۔ اے بلال اب آپ علقمہؓ کے پاس تشریف لے چلیں اور دیکھیں کہ کیا وہ لا الٰہ الاَّ اللہ کہنے کی استطاعت رکھتے ہیں یا نہیں؟ ایسا نہ ہو کہ علقمہ کی والدہ نے میرا حیا داور لحاظ کرتے ہوئے فقط زبانی طور پر ایسی بات کہہ دی ہو۔ جو ان کے دل میں نہ ہو۔ سیّدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے علقمہ کے ہاں تشریف لے گئے تو آپ نے سنا کہ علقمہ گھر کے اندر یہ فرما رہے ہیں۔ لا الٰہ اِلاَّ اللہ الخ سیّدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ لوگو! اگر امّ علقمہ ناراض تھیں تو علقمہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے کلمۂ شہادت نہیں نکلتا تھا۔ اور وہ راضی اور خوش ہوئیں تو علقمہ کی زبان سے کلمۂ شہادت جاری ہوگیا۔ پھر علقمہؓ کا اسی روز وصال ہوگیا تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے۔ آپؐ نے انھیں غسل دینے اور کفن پہنانے کا حکم فرمایا۔ آپؐ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کی تدفین کے وقت تشریف لائے۔

بعد ازاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ان کی قبر کے کنارے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: اے مہاجرین وانصار کے گروہ! جس شخص نے اپنی بیوی کو اپنی والدہ پر فضیلت دی تو اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت وپھٹکار۔ ایسے شخص سے اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے سونے چاندی کے بڑے بڑے پیمانوں کے فدیہ وصدقات بھی نامنظور فرمائے گا۔ ہاں ایک صورت ہے کہ وہ اپنے اس عظیم گناہ کے لیے اللہ کی بارگاہ اقدس میں توبہ کرے، اپنی والدہ پر احسان کرے اور اس کی رضامندی وخوشنودی کا طالب ومتلاشی رہے۔ پس اللہ کی رضامندی اور خوشنودی والدہ کی رضامندی اور خوشنودی میں ہے اور والدہ کی ناراضگی وغضبناکی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ناراضگی اور غصہ ہے۔

علامہ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ روایت بیان فرمائی ہے نیز مندرجہ ذیل صحیح اور درست واقعہ ابو العباس الاصم نے کئی حفاظ کی موجودگی میں بیان فرمایا ہے اس کا کسی نے انکار نہیں کیا کہ عوام بن حوشب نے فرمایا "میں ایک قبیلہ کے ہاں مقیم ہوا اور اس قبیلہ کی رہائش کی ایک جانب ایک مقبرہ تھا جب عصر کے بعد کا وقت ہوا تو یہاں سے ایک قبر پھٹی اور اس سے ایک ایسا شخص نمودار ہوا جس کا سر گدھے کے سر کی مانند تھا لیکن اس کا جسم انسانوں کے جسم کی مانند تھا۔ اس نے تین دفعہ ایسے آواز نکالی جیسے کہ گدھے آواز نکالتے ہیں۔ پھر اس قبر کو اس پر ڈھانپ دی گئی۔ وہ قبر میں داخل ہو گیا اور ایک بوڑھی عورت دکھائی دی جو کہ بال اور روئی کات رہی تھی تو ایک عورت نے کہا کیا آپ اس عورت کو دیکھ رہے ہیں؟ میں نے پوچھا اس عورت کو کیا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ یہ اس قبر سے نکل کر گدھے کی طرح آواز نکالنے والے شخص کی والدہ ہیں۔

میں نے دریافت کیا اس کا معاملہ کیا تھا؟ تو اس خاتون نے جواب دیا یہ شخص شراب نوشی کیا کرتا تھا۔ چنانچہ جب یہ شراب پینے لگتا تو اس کی یہی والدہ اس کو کہتی اے میرے بیٹے! خدا کا خوف کرو کب تک تم یہ شراب پیتے رہو گے؟ تو یہ شخص اپنی والدہ سے کہا کرتا کہ تم گدھے کی مانند آواز نکال رہی ہو۔ اس خاتون نے کہا یہ شخص عصر کے وقت کے بعد مر گیا۔ اور ہر روز اس کی قبر عصر کے بعد کھلتی ہے اور یہ شخص تین دفعہ گدھے کی طرح ہینگتا ہے پھر قبر اس پر بند ہو جاتی ہے۔

انسان کے لیے لابدی اور لازمی ہے کہ وہ والدین کی حکم عدولی اور نافرمانی سے بچے اور ان کے ساتھ بھلائی اور ان کی خیر خواہی و خدمت کی انتہائی جدوجہد کرے خواہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشادِ گرامی ہے۔

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى	ترجمہ:- اور اگر وہ دونوں تجھ سے
اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ	کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے ایسی چیز کو
لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا	جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان اور
تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي	دنیا میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے۔
الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا[۱]	

اور صحیحین میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ قریش کے زمانے میں میرے پاس میری والدہ آئیں اور وہ مشرکہ تھیں۔ میں نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری والدہ میرے پاس آئی ہیں۔ اور وہ اسلام کی رغبت میرے ساتھ محبت کرتی ہیں۔ کیا میں ان سے صلہ رحمی کرلوں۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہاں، تم انھیں اپنے ہاں ٹھہراؤ اور صلہ رحمی کرو۔

پھر جب والدین فوت ہو جائیں تو ان کے ساتھ بر و بھلائی کی ایک صورت یہ ہے کہ ان کے فوت ہونے کے بعد ان کی اولاد ان کے لیے نوافل پڑھ کر ایصالِ ثواب کرے، استغفار طلب بخشش کرے وغیرہ۔

ابو داؤد شریف میں سیدنا حضرت ابن اسید الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس حاضر تھے کہ آپ کی خدمتِ اقدس میں قبیلہ بنی سلم کا ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

[۱] پ ۲۱، سورہ لقمان، آیت ۱۴

کیا میرے والدین کی وفات کے بعد بھی برّ و بھلائی کی کوئی صورت ہے جو کہ میں سرانجام دوں؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا ہاں، والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ برّ و بھلائی یہ ہے کہ تم ان کے لیے نوافل پڑھ کر ایصالِ ثواب اور استغفار پڑھو۔ ان کے وعدوں اور عہد و مواثیق کو نافذ و جاری کرو اور اس رشتہ کو جوڑو اور اس کی صلۂ رحمی کرو جو والدین کے بغیر نہیں جوڑا جا سکتا۔ اپنے والدین کے دوستوں کی تکریم و احترام کرو۔ چنانچہ والدین کے اس نافرمان بیٹے کے لیے ضروری ہے جس کے والدین فوت ہو جائیں کہ وہ دعا و استغفار کرتے ہوئے والدین کے لیے طالبِ بخشش ہو۔ حتیٰ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو بار نیک و صالح لکھ دے۔

بیہقی شریف میں سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث مبارکہ ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایک شخص کے والدین وفات پا جاتے ہیں یا ان میں سے کسی ایک کا وصال ہو جاتا ہے۔ اور وہ والدین کا نافرمان ہوا کرتا ہے پس وہ اپنے والدین کے لیے ہمیشہ ہمیشہ دعا کرتا ہے حتیٰ کہ اللہ ربّ العزّت اس کو "بار" والدین کے ساتھ نیکی و حسنِ سلوک کرنے والوں میں لکھ دیتا ہے۔
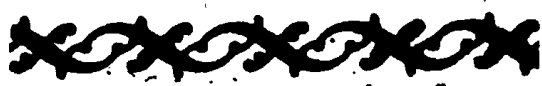
نکاح

کرنے کی مشکلات و موانع

ہم دیکھتے ہیں کہ شادی اور ازدواج کی مشکل مرورِ زمانہ کے ساتھ مشکل اور پیچیدہ ہوتی چلی جا رہی ہے اور گھنی و وسعت والی آبادیوں میں نوجوانوں میں شادی و نکاح سے اعراض کی رغبت پائی جاتی ہے اس کے علاوہ نکاح کرنے والے شخص کو زچ کیا جاتا ہے اور جس شخص کا نکاح نہیں کیا جاتا وہ خوف زدہ اور ڈرپوک ہوتا ہے۔ بلاشبہ یہ بات انتہائی عجیب ہے اور ہر بات و معاملہ کا کوئی سبب اور وجہ ہوا کرتی ہے لیکن یہ مذکورہ اسباب کا حل اور علاج ضروری ہے۔ نیز ان اسباب کی وجوہات کا احاطہ اور آثار کے نتائج کے علاوہ ان کے علاج کی کیفیت تلاش کرنا ضروری ہوتی ہے۔ اس کے لیے طویل وقت درکار ہوتا ہے۔ غالباً ہم انشاء اللہ ان میں سے اہم ترین اسباب اور موجودہ مروجہ غلطیوں کی نشاندہی کر سکیں گے۔ نیز یہ بتائیں گے کہ ان اسباب میں سے اکثر اسباب کی وجوہات کیا کیا ہیں اور ان

کا سہل ترین علاج کیا ہے۔

اے اہل نظر و بصیرت حضرات! بلاشبہ شادی اور نکاح خاندان اور قبیلے کی بناوٹ کی ابتداء ہوا کرتی ہے اور نکاح پر ہی معاشرے کا مدار و انحصار ہوا کرتا ہے۔ نکاح ہی اقوام و ملل کی ترقی و نمود کا سبب ہوا کرتا ہے۔ اور نکاح سے ہی نظامِ حیات سے امداد حاصل ہوا کرتی ہے۔ نکاح ہی امتوں کو عمل اور جدوجہد کا باعث اور وجہ ہوا کرتی ہے۔ اسی سے زندگی کی خوشی اور مسرور و فرحت حاصل ہوا کرتی ہے۔ یہ معاشرے کی خوش بختی اور خوش قسمتی کی علامت ہوا کرتا ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو؟ جب کہ نکاح اور ازدواج ہی سے اخلاق کے فساد بگڑنے کے جرائم کا قلع قمع ہوتا ہے۔ اور معاشرے میں برائی و شر کی جڑیں اسی سے قلع و قمع ہوتی ہیں۔ یہ زندگی اور شرف کی حفاظت پر معاون و مددگار رہوتا ہے اور عزتوں کا محافظ اسی سے لوگوں کے درمیان محبت کا دروازہ کھلتا ہے چنانچہ ایسے بہت سے افراد ہوتے ہیں جو اگرچہ اپنی زندگی میں منفرد اور اکیلے ہوا کرتے ہیں جن کی کوئی امداد اور تعاون کرنے والا نہیں ہوا کرتا لیکن وہ داماد اور بہنوئی بنا کر سسرال والوں کی آنکھوں کے تارے اور انتہائی عزیز بن جاتے ہیں انتہائی کی بہت زیادہ عزت و توقیر ہوا کرتی ہے اور غیر حاضری و غیر موجودگی میں محفوظ و مصئون ہو جاتے ہیں اور آپ ایسے بہت سے لوگوں کو دیکھیں گے جو زندگی میں ناکام ہوئے ان کی امیدیں مردہ ہو چکی ہیں لیکن نکاح اور ازدواج سے ان کی پوزیشن مستحکم و مضبوط ہو جاتی ہے اور رشتہء ازدواج میں منسلک ہونے کے بعد وہ زندگی میں ایک عامل و سرگرم اور خوش و مسرور اعضاء بن گئے۔ یہ اس لیے ہے کہ اس نے اپنے نکاح سے ایسے واجبات کا شعور حاصل کیا جن سے وہ قبل ازیں

غافل اور لاعلم تھا۔ اور اس سے اس کے انتہائی اہم مصالح و حکمتیں متعلق ہیں۔
نکاح اور شادی کی بدولت اس شخص سے اس کی اولاد کی نسبت قوم و ملّت نے زیادہ استفادہ اور فیض حاصل کیا۔ اور نکاح سے اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ چنانچہ شادی سے وہ زنا سے بعید کنارہ کش رہتا ہے جس سے انتہائی گندگی اور بری امراض جنم لیتی ہیں۔ نیز شادی شدہ شخص اپنی زندگی کی معیشت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کر لیتا ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ اس کا گھر بچّوں بیٹوں اور بیٹیوں سے آباد ہے اور ان بچّوں کی رونق کی وجہ سے حیاتِ جدیدہ کی جدید روح سرایت کر گئی ہے پس وہ اپنے آپ پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی نازل شدہ نعمتوں کا مشاہدہ کرتا ہے جس سے اس کا سینہ کھل جاتا اور کشادہ و وسیع ہو جاتا ہے اس کی آنکھوں کو سرور اور ٹھنڈک پہنچتی ہے اور یہ بات اس کو خوشی، سرور اور فرحت سے مملو کر دیتی ہے۔

نعم اللہ علی العباد کثیرۃ	اللہ تبارک و تعالیٰ کی نعمتیں اپنے بندوں
و اجلھن نجابۃ الاولاد	پر بہت زیادہ ہیں ان میں سے سب سے زیادہ
	بڑھ کر اولاد کا شریف و نیک ہونا ہے۔

بعض اوقات حکمتِ ربّانی کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ زمین کی اصلاح کے لیے انسانی نسل کو باقی رکھا جائے اور شریعت کی تعلیمات کو قائم و استوار کیا جائے اور یہ امر تو عیاں و ظاہر ہے کہ نسل صالح تو صرف نکاح اور ازدواج سے ہی باقی رکھی جا سکتی ہے جس سے عفت و عصمت کا زیور اور خوبصورتی ثابت ہوتی ہے چنانچہ یہ تو فضائل و کمال کی وجہ اور سبب ہے اور عورت انتہائی سخت اعمال برداشت نہیں کر سکتی اور اس کا ان اعمال میں عاجز ہونا

ملاحظہ کیا جا چکا ہے۔ پس شادی اور نکاح سے عورت کی کمزوری اور بے چارگی ہمّت وقوّت سے متصل ہو جایا کرتی ہے اور وہ اپنی قوت و طاقت پر آمادہ ہوتی ہے کیونکہ عورت خاندان کی سربراہ اور رئیسہ ہوا کرتی ہے۔ اور راحت وسکون میں مدبرہ مملکت ہوتی ہے نیز سعادت وخوش قسمتی میں بھی اس کے علاوہ وہ خوش ومسرور رہوتی ہے کیونکہ نکاح وشادی سے اس کی زندگی کے حالات سدھر اور سنور جاتے ہیں اور اس کو ایک ایسی رفیقۂ حیات نصیب ہوتی ہے جو محبّت کو صرف اپنے خاوند کے لیے ہی خالص رکھتی ہے اور وہ اس کے گھر کی نگران ومحافظ ہوا کرتی ہے۔

عورت اس کے لیے پاک اور صاف وشفاف محبّت رکھتی ہے۔

اذا لم تکن فی منزل المرء حرة	جب مرد کے گھر میں آزاد عورت وشریف
تدبره ضاعت مصالحہ دارہ	نہ ہو جو اس گھر کا انتظام کرے تو اس
٭	کے گھر کے مفادات وفوائد ضائع ہو
٭	جاتے ہیں۔

اس سے ہم جانتے ہیں کہ نکاح اور شادی ایک مضبوط رشتہ ہے جو کہ زوجین کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہ دو قبائل تک جا پہنچتا ہے پس اس طرح اتحاد کے سلسلہ میں ایک وسیع حلقہ ہوتا ہے اور یہ سلسلہ امتوں اور اقوام کے لیے باعثِ اتحاد واتفاق ہوا کرتا ہے اس رشتہ اور تعلق کا نصرت اور امداد میں بہت بڑا تعلق اور مستقل مزاجی ومعاشرے کی پختگی میں خاص دخل وعمل ہوتا ہے پس ایسے انسانی اور بشری نفوس جن کی فطرت سلیم ہو اور جو داعی حکمت کو لبیک کہیں وہ نکاح اور شادی کی جانب ہمیشہ ہمیشہ رغبت رکھتے آئے ہیں اور شادی ونکاح کے اسرار کے امین رہے ہیں۔ جو لوگ انسانی

خلقت کی حکمت سے اندھے اور بے بہرہ ہیں وہ اس سے روگردانی کرتے ہیں۔ اور انھوں نے اس کا اظہار ایسی صورت اور نظارے میں کیا ہے جس کے بڑے نتائج اور خوفناک انجام کا خدشہ ہے۔ اور وہ اسباب و وجوہات جو اس زبردست خطرے اور خدشے کی جانب سے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں ان میں سے آداب کا زوال پذیر ہونا مہر کی رقوم میں انتہائی مبالغہ اور کثرت اور سامان، جہیز کی تیاری میں اسراف اور فقیر کا غنا اور امارت کو تلاش کرنے میں سارا وقت صرف ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ غریب ترین شخص بھی امیر ترین شخص ہونے کا اظہار کرتا ہے۔

ان جملہ اسباب و وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ خاوندوں کی بیویاں اور ازواجات گھریلو امور اور مطالب کا مطالبہ بکثرت کرتی رہتی ہیں اور یہ اسراف و فضول خرچی سے (اسراف) سے بھی تجاوز کر جاتا ہے اور معمولی اخلاق و کردار سے بھی گھٹیا اور رذیل ترین مقاصد استعمال کیے جاتے ہیں۔

اس بیماری اور نقص کا واحد علاج یہ ہے کہ واجب و لازمی امر یہ ہے کہ بچیوں کی تربیت و پرورش دینی اور مذہبی طریقے سے کی جانی چاہیئے اور وہ اخلاق و کردار کی فضا میں نشو و نما پائیں۔ ان کو امور خانہ داری کی تلقین اور مشق کرائی جائے اور آنے والی زندگی (حیات مستقبلہ) کے واجبات سے آگاہ کیا جائے تاکہ عورت اپنے فرائض و واجبات کو ادا کر سکے اور جب ایسا مرحلہ آئے کہ وہ نکاح و زوجیت کی زندگی کے لیے نمایاں ہو تو عورت اپنے گھر کی منتظمہ و مدیرہ ہو۔ اور اپنے خانوادے کی حفاظت و رعایت کرنے والی ہو۔ اپنے خاوند کی خوش قسمتی اور خوش بختی ہو اور اہلِ خاندان کے لیے باعثِ فخر و ناز ہو۔ رہا مہنگائی کو پسند کرنا تو وہ نکاح کی آمادگی یا امیر لوگوں کی۔

کی تقلید کی خاطر ہو سکتی ہے یا عورتوں کی فرمائش اور غلط احکام کو نافذ کرنا مقصود ہوا کرتا ہے۔

بعض اوقات اسراف اور غلو کا مقصد طمع اور لالچ ہوا کرتا ہے جس سے نوجوان شادی نہیں کر سکتے۔ چنانچہ منگنی والی لڑکی منتظر اور امید میں رہتی ہے کہ کون کس وقت اس کو ہزاروں کی تعداد میں روپے پیسے دے گا اور اکثر اس کی منگنی کا عرصہ طویل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ بالغ ہونے کے بعد بھی شادی نہیں کر پاتی اور انجام کار بانجھ ہو جاتی ہے اور اس پر گنہگار وستم کاری جلدی ٹوٹ پڑتی ہے۔ اور دیر و تاخیر کرنے کا باعث اور وجہ اس لڑکی کا جاہل و غافل سرپرست ہوا کرتا ہے۔ اس بیماری کا علاج اور مداوا کہ مادی اور مالی منافع وقیمتیں کم کی جائیں اور انتہائی ممکن و آسان پر ہی اکتفا کیا جائے۔ وہ بھی ضرورت اور حاجت کی مقدار میں ہو۔ نیز اس کی تیاری میں زمانے کے حالات کا جائزہ اور لحاظ رکھا جائے اور لوگوں کی تنقید و آراء سے روگردانی اختیار کی جائے کیونکہ تمام لوگوں کو خوش کرنا ایک ایسی انتہا اور غایت ہے جو کہ ناممکن اور عسیر الحصول ہے اور نتائج و عواقب میں نظر نہ رکھنا مصالح اور خوبیوں کو ختم کرنے پر منتج ہوا کرتا ہے اور ایسا اکثر باعث ندامت و شرمندگی ہوتا ہے۔

مخلوق سے یہ توقع اور امید نہیں رکھی جا سکتی کہ ان کے دل کی ایک بات پر مجتمع ہوں چنانچہ ایسا لازمی ہے کہ کوئی شخص تمہاری تعریف کرے اور کوئی تم میں نقص وعیب نکالے۔

ما الخلق الا بريء اجتماع قلوبهم
لا بد من مثن عليك وقادح

چنانچہ جہیز کے ناجائز مطالبے کی بدولت انتہائی قابلِ افسوس مشکلات جنم لیتی ہیں اور انسانوں پر ایسے قرضے آن پڑتے ہیں جن کو گردن سے اتارنا ناممکن اور محال ہو جاتا ہے اور لوگ قرضوں کے بوجھ تلے دبنے کے مصائب و آلام کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن اس کے باوجود وہ ان بُری رسوم کی جانب محض اس لیے رجوع کرتے ہیں کہ اپنی شہوت کی طاقت کے غلام اور نوکر ہوتے ہیں اور ہوائے نفس کی پوجا کرتے ہوئے تقلید اور آنکھیں بند کر کے گامزن ہو جاتے ہیں۔

رہا، بیویوں کے لیے خاوندوں کا عیش و عشرت کے سامان کا فراہم کرنا اور فیشن ایبل بنانا، طرح طرح کے کپڑے منگانا اور تہذیب و سوسائٹی کی پیروی و ناجائز مصارف میں نقل اتارنا۔ یہی بہت سی مشکلات اور ناقابلِ بیان مشکل مسائل کی وجہ اور سبب ہوا کرتا ہے۔ کہ ازدواجی زندگی کے لیے جدید سے جدید تر اخراجات اور نفقات کہاں سے مہیّا کیے جائیں۔ بعض اوقات تو یوں ہوتا ہے کہ خاوند اپنے مالی وسائل اور ضعیف الارادہ ہونے کے باعث عورت کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہے اور اس کی فرمائشوں کو پورا کر دیتا ہے جس کا انجام اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ فقیر و غریب ہو جاتا ہے اور انتہائی مفلس و نادار ہو کر قلاشی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اگر وہ اپنی بیوی کی مخالفت کرے تو اس کو فراق اور علیحدگی اختیار کرنا پڑتی ہے۔ یا وہ عورت کے مطالبات اور اس کی ناجائز فرمائشوں کو حسنِ سیاست، دانائی حزم و احتیاط کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے۔ چنانچہ اس طرح میاں بیوی ناچاقی اور مجبوری سے زندگی بسر کرتے ہیں یہ تہذیب کے نقص کی بدولت ہے اور اس وجہ سے ہے کہ میاں بیوی دونوں میں رشد و ہدایت کا فقدان اور

نایابی ہے۔ ان میں قناعت، رضامندی و راضی برضا ہو کہ زندگی لبسر کرنے اور آسان تراکیب سے زندگی لبسر کرنے کے گُر مفقود و نایاب ہیں یہ ثابت شدہ اور واقعی ایسے حقائق ہیں جن سے ہم سبھی تکلیف اور اذیت اٹھاتے ہیں۔ چنانچہ جب ان مصائب و مسائل کی جدوجہد کرتے ہیں تاکہ ہمیں یہ حقیقت معلوم ہو کہ نکاح اور ازدواج سے اعراض و روگردانی کی وجہ کیا ہے اور یہ اعراض و روگردانی عفت و عصمت اور حیاء و شرم کا قاتل ہے اور اس سے ملک و وطن ایسے اشخاص و افراد سے خالی ہوتے جا رہے ہیں جو مملکتوں کا دفاع اور حفاظت کریں اور زندگی کا چراغ ایسے افراد کی عدم موجودگی میں بجھنے کے قریب ہے جو روشن اور واضح ہے۔

چنانچہ ہم ان لوگوں میں سے ہیں اور ہماری نسبت ایسے بطل جلیل لوگوں سے ہے جو اصحاب فضائل اور عاشق قیم کے لوگ تھے۔ صاحب غیرت تھے۔ خصوصًا وہ مفادات عامہ کی حفاظت اور تحفظ کے لیے جدوجہد کیا کرتے۔

تو ہم پر لازم اور ضروری ہے کہ ہم ان کی خیر خواہی اور بھلائی کی جدوجہد کریں اور اپنے آباء و اجداد کے اعمال صالحہ کی اقتداء و پیروی کریں تاکہ ہم اپنے اسلاف کی نیک اور قابلِ قدر اولاد کہلانے کے قابل ہوں۔

اے قابلِ صد احترام بھائی!

تأمّل قول ذی نصح ودِدٍّ	نصیحت و وعظ کرنے والے اور صاحب
دبادر بالزواج تنل فخارك	محبت کی بات میں غور و فکر کرو۔ نکاح کرو
÷	اس سے تم کو قابل فخر چیز حاصل ہوگی
وخذ من منبت حرامیل	اور آزاد، اصل و بہترین عورت سے
وعمر بالتقٰی والخیر دارك	(اولاد) حاصل کرو تقویٰ اور خیر و بھلائی

ولا تفتر بالحسناء تزهو	سے اپنے گھر کی تعمیر کرو اور حسین وجمیل خاتون پر غرور وفخر نہ کرو جو ظاہری چمک
باخبث منبت تجلو لوارك	والی ہو، جس کی پیدائش وفطرت انتہائی بری ہو اور وہ تمہاری ہلاکت وبربادی کا اظہار کرے۔
وتقوى الله خير الزاد فاعمر	پس اللہ تبارک وتعالیٰ کا تقویٰ اور پرہیزگاری بہترین سامان اور زادِ راہ ہے لہٰذا اللہ کے ذکر سے تم اپنی راتیں
بذكر الله ليلك او نهارك	اور دن آباد کرو۔

ازدواجی رشتے کی تنظیم کا اصول

کوئی بھی خانوادہ اور کنبہ کسی رئیس اور اپنے سردار سے مستغنی نہیں ہو سکتا جو اس کی رعایت اور حفاظت کرے اور خاندان کا انتظام و انصرام درست رکھے اور اس کو ایسا راہنما و سردار ہونا چاہیئے جس کی جانب اس خانوادے کے جملہ افراد اپنے تمام امور میں رجوع کیا کریں اور جو انھیں وعظ و نصیحت کر کے ان کی خیر خواہی کرے۔ انھیں اچھے اچھے مشورے دے۔ اور ان کے دکھ درد میں متوجہ ہو اور بعض اوقات وہ انھیں ان کی غلطیوں اور خطاؤں پر ان کی سرزنش بھی کرے۔ انھیں ناپسندیدہ اور غلط کاموں سے روکے بھی سہی۔ اور جب حالات کا تقاضا ہو تو بطور عافیت اور سزا دے انھیں مارے ان کی طبیعت اور مزاج کو نیکی کرنے پر مجبور کر دے۔ اور خاندان کے فساد و بگاڑ میں وہ اس کی اصلاح کرے۔ انھیں کو کھلائے پلائے اور ان پر ضرورت کے وقت خرچ کرے۔ یہ سرداری اور ریاست ایک ایسی ضرورت

ہے جس کی زندگی میں بطور سنت الٰہیہ ضرورت ہے اور یہ ضرورت و احتیاج ہر منظم خاندان کی ضرورت اور اہمیت ہے جس کی تنظیم افراد و احباب تیار کرتے ہیں اور یہ ضرورت و احتیاج بہت سے مواقع اور مراحل پر عملی صورت میں سامنے آتی ہے جس کی متعدد دفعہ ضرورت ہوتی ہے۔ اس ضرورت کی ابتداء ایک چھوٹی سی جماعت سے ہوتی ہے جس کی تعداد تین افراد ہوا کرتی ہے۔ جو سفر پر نکلتے ہیں چنانچہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔

اذا خرج ثلاثۃ	جب تین افراد سفر پر نکلیں تو ان کو
فی سفرٍ فلیؤمروا	چاہیئے کہ وہ اپنے میں سے ایک شخص
احدھم۔ رواہ ابوداؤد	کو امیر بنا دیں۔
باسناد حسن	(رواہ ابوداؤد)

اور اس کی انتہا ایک ایسی حکومت پر ہوا کرتی ہے جو کہ حکمتوں اور مصلحتوں پر مشتمل ہوا کرتی ہے اس میں ایسے افعال و اعمال ہوا کرتے ہیں اور ایسے متنوع و مختلف دائرے ہوتے ہیں جو کہ ظاہر اور واضح ہیں۔

چنانچہ اس کے بغیر خاندان کا انتظام گڑبڑ ہو جاتا ہے اور انتہائی قوی و مضبوط کڑا ٹوٹ کے رہ جاتا ہے اور لوٹ مار کا دور دورہ ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے خاندان کے رئیس اور سردار کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے جس کو یہ ذمہ داریاں برداشت کرنی ہوتی ہیں اور انتہائی ٹھوس طریقے سے ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا لازمی ہوتا ہے۔ اس ذمہ کو ایک جامع مانع اور قاطع دلیل سے پورا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ ربّ العزّت کا ارشاد ہے:۔

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى	ترجمہ :- مرد افسر ہیں عورتوں پر اس
النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ	لیے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے
بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ	پر فضیلت دی اور اس لیے کہ مردوں نے
اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ	ان پر اپنے مال خرچ کیے ۔ تو نیک
فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ	بخت عورتیں ادب والیاں ہیں ۔ خاوند
حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا	کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں جس طرح
حَفِظَ اللّٰهُ [1]	اللہ نے حفاظت کا حکم دیا ۔

پس ایک مسلمان کو گھر کی قیادت اور امارت کی ذمہ داری برداشت کرنا ہوتی ہے جس سے وہ فوائد و لطائف سے متمتع اور لطف اندوز ہوا کرتا ہے ۔ جن کی بدولت وہ ایک عورت پر فوقیت و برتری رکھتا ہے ۔ وہ امور مندرجہ ذیل ہیں :-

(۱) مرد عورت سے افضل ہے ۔

(۲) دوسری فضیلت یہ ہے کہ مرد عورت پر خرچ کرتا ہے ۔

یہ وہ اہم نقطے ہیں جن کی مندرجہ بالا آیت شریفہ میں تصریح اور توضیح ہے اور انہی کی وجہ سے مرد کو اسلامی خانوادے کا رئیس کا روان بنایا گیا ہے جس سے اس کے خاندان کی ذمہ داریوں سے پوچھا جائے گا ۔ اور یہ اسی وجہ سے ہے کہ وہ عورت سے بہر حال افضل ہے ۔ اس وجہ سے کہ خاوند عورت پر خرچ کرتا ہے ۔

تاہم قرآن مجید فرقان حمید کی مذکورہ بالا آیت شریفہ میں بھی اس فضیلت

---

[1] پ ۵ ، سورۃ النساء ، آیت ۳۴ ۔

اور برتری کی انواع اور درجات کی تعیین نہیں ہے۔ جب ہم مرد اور عورت کے درمیان مقابلہ کرتے ہیں تو ہمیں بعض ایسے خصائص ملتے ہیں جو مردوں کے منفرد ہونے پر غالب نظر آتے ہیں اور مرد عورتوں سے مخصوص لحاظ سے منفرد و یکتا دکھائی دیتے ہیں چنانچہ مذکورہ فضیلت کے جملہ اسباب و وجوہات میں سے بعض اسباب کی نشاندہی یوں کی جا سکتی ہے :-

(۱) پہلی بات یہ کہ مرد عورت سے نسبتاً زیادہ قوی و مضبوط اور سخت و ٹھوس ہے کہ وہ زندگی کے معرکہ سے اچھے طریقے سے نبرد آزما ہو سکے اور زندگی کی جملہ ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھا سکے۔ بڑی بڑی اور طویل ناقابل عبور شاہراؤں پر مرد ہی رخت سفر باندھ کر انھیں طے کر سکتے ہیں۔ اور جنگی معرکوں میں صرف مرد ہی لڑ سکتے ہیں۔ اونچے اور اعلیٰ درجے کی سیادت اور امارت پر مرد ہی فائز اور کامیاب ہو سکتے ہیں۔

یہ محض اس لیے ہے کہ فطری اور جبلی طور پر اور پیدائشی لحاظ سے اللہ تبارک و تعالیٰ جل و علا نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت اور برتری عطا فرمائی ہے اور مردوں کو وہ قوت و طاقت بخشی، جو عورتوں کے ہاں نہیں ہے۔

(۲) دوسری وجہ اور سبب یہ ہے کہ مرد کی عقل عورت سے زائد ہے اور اس کے دین کو عورت پر فوقیت و برتری حاصل ہے یہ نص حدیث مبارکہ سے عیاں ہے۔

چنانچہ سیدنا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

مَا رَأَیْتُ مِن — تم عورتیں عقل اور دین کے لحاظ سے

نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَ — سب سے زیادہ ناقص ہو اور خالص

دینٍ اغلب لذی لبٍّ من احدٰکنّ	عقل والے افراد پر غالب و فتح مند ہو جاتی ہو۔
اخرجہ ابوداؤد	(اخرجہ ابوداؤد)
وفی روایۃ البخاری:۔ اذھب للبّ الرجل الحازم من احدٰکنّ	اور بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے پختہ عقل اور مستقل مزاج مرد کو تم میں سے کوئی ایک عورت بے وقوف بنا دیتی ہے۔

(۳) تیسرا امر یہ ہے کہ عورت کی گواہی مرد کے مقابلہ میں کم اور کمزور ہے چنانچہ اسلامی قانون کے مطابق دو عورتوں کا گواہی دینا، ایک مرد کے مساوی اور برابر ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:۔

فَاِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّھَدَآءِ[1]	ترجمہ:۔ پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے گواہ جن کو پسند کرو۔

(۴) چوتھی فضیلت یہ ہے کہ عورت کو نماز با جماعت کا حکم نہیں فرمایا گیا حالانکہ مرد کو نماز با جماعت کا حکم فرمایا گیا ہے۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد گرامی ہے:۔

عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا اس کے کمرہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور بڑے گھر کی کوٹھڑی کے اندر عورت کا نماز پڑھنا اس کی گھر کے اندر نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اس حدیث پاک کو ابوداؤد شریف میں بیان

---

[1] پ ۳، سورۃ البقرہ، آیت ۲۸۲۔

فرمایا گیا۔ حضرت امام احمد اور طبرانی شریف کی روایت میں ہے کہ حضورؐ نے ایک مسلمان خاتون کو ارشاد فرمایا، اور تمھارا اپنے گھر میں نماز پڑھنا اس سے افضل و بہتر ہے کہ تم اپنی قوم کی مسجد میں نماز پڑھو۔

(۵) پانچواں امر یہ ہے کہ عورت پر جمعہ واجب نہیں اس کی دلیل حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مندرجہ ذیل ارشاد گرامی ہے:۔

ہر مسلمان پر جمعۃ المبارک واجب اور حق ہے کہ وہ نماز جمعہ باجماعت ادا کرے سوائے چار آدمیوں کے۔ (۱) عبد مملوک (۲) عورت (۳) بچہ (۴) مریض اور بیمار شخص۔ (اخرجہ ابوداؤد)

(۶) چھٹا امر یہ ہے کہ ایک مسلمان مرد کے لیے یہ بات جائز ہے کہ وہ بیک وقت چار عورتوں سے نکاح کرے مگر شرط یہ ہے کہ وہ ان کے درمیان عدل وانصاف کی شرط کو ملحوظ رکھے اس کے برعکس عورت کے لیے یہ ناجائز ہے کہ وہ ایک سے زائد مردوں سے نکاح کرے۔

خاوند کا فوت ہونا دوسری بات ہے۔

(۷) ساتواں لازمی اور ضروری امر یہ ہے کہ وراثت میں مرد کا حصّہ عورت کے حصّے سے زائد اور اکثر ہے۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل وعلا کے اس فرمان سے ثابت ہے۔

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ [1] ترجمہ:۔ بیٹے کا حصّہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔

(۸) آٹھویں بات یہ ہے کہ مرد کے لیے میراث میں رشتہ داری (عصبیت)

---

[1] پ ۴، سورۃ النساء، آیت ۱۱

ہے۔ لیکن عورت کا معاملہ اس طرح نہیں۔

(۹) نویں فضیلت یہ ہے کہ طلاق کا اختیار مرد کو ہے اور مرد ہی عورت کو طلاق دینے کا مجاز ہے۔

(۱۰) دسویں بات یہ ہے کہ طلاق کی مانند نکاح اور رجعت بھی صرف مرد کرسکتا ہے عورت نہیں۔

(۱۱) گیارھواں امر یہ ہے کہ عورت کے لیے یہ امر جائز و درست نہیں کہ وہ اکیلی سفر کرے اس طرح کہ اس کے ہمراہ کوئی محرم نہ ہو۔

مذکورہ تمام امور سے مرد کی عورت پر فضیلت ظاہر و باہر ہے تاہم یہ جنس کی جنس پر فضیلت ہے نہ کہ تمام مردوں کے افراد کو عورتوں کے جملہ افراد پر۔ یہ وہ مضبوطی اور سیادت ہے جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مرد کے لیے مخصوص فرمایا۔ یہ بہت سے امور کی متقضی ہے۔ ان میں سے بعض امور لازمی اور واجب ہیں جبکہ بعض دیگر امور مندوب اور مستحب ہیں۔ چنانچہ عورت کے لیے لازمی اور لابدی ہے کہ وہ ان کو اپنے اوپر لازم طور پر تسلیم کرے اور انھیں اپنی زندگی میں پیش نظر رکھے اور ان پر عمل پیرا ہو۔ نیز یہ سیادت بعض ایسے امور کی مقتضی ہے جو حرام و مکروہ ہیں۔ اور عورت سے اس امر کا تقاضا کیا گیا ہے کہ وہ ان سے اجتناب و پرہیز کرے۔ اور عنقریب ہم بعض ایسی اشیاء کا تذکرہ کریں گے جو اس قاعدہ کی تشریح کریں گے۔ اس اجمال کی تفصیل اور اشکال کی توضیح حسب ذیل ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ عورت اپنے خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر باہر نہ نکلے سوائے اس کے کہ اس کا خاوند اس کو باہر جانے کی اجازت دے اور اجازت کی تصریح کرے۔

سیّدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت بیان فرمائی ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک خاتون نے حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ جہاں پناہ سے دریافت فرمایا کہ خاوند کے بیوی پہ کیا حقوق ہیں؟ تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں خاوند کے جملہ حقوق اور بیوی کے فرائض کے بارے میں ارشاد فرمایا نیز حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مذکورہ ارشاداتِ عالیہ میں سے مندرجہ ذیل ارشاد بھی فرمایا۔

"بیوی اگر خاوند کی اجازت کے بغیر اپنے گھر سے باہر نکلے تو اپنے گھر واپس لوٹنے تک فرشتے اس پہ پھٹکار اور لعنت بھیجتے رہتے ہیں یا تو وہ گھر واپس آجائے یا توبہ کرے" (اخرجہ البیہقی)

ایک شخص نے سفر کا رختِ سفر باندھا اور رخصت ہوتے وقت اپنی عورت سے یہ معاہدہ کیا کہ وہ اوپر والی منزل سے نچلی منزل پہ نہ اُترے۔

چنانچہ اس عورت کا والد نچلی منزل پہ تھا جو کہ بیمار ہو گیا تو اس عورت نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ جہاں پناہ سے یہ دریافت کیا کہ کیا اس کو اپنے باپ کے پاس جانے کے لیے نچلی منزل میں اُترنے کی اجازت ہے؟ تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

تم اپنے خاوند کی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔ چنانچہ اس عورت کا مریض مذکورہ والد فوت ہو گیا۔ تو اس نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات کی اجازت طلب کی کہ وہ اپنے والد کی میّت کے پاس جائے۔ تو حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خاتون کو فرمایا کہ تم اپنے خاوند کی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔ چنانچہ اس کا والد دفن کر دیا گیا۔

تو حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خاتون کی طرف یہ پیغام ارسال فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے والد کو اس وجہ سے بخش دیا ہے کہ اس نے اپنے خاوند کی اطاعت وفرمانبرداری کی ہے۔

حدیث ہذا کو اوسط میں طبرانی شریف سندِ ضعیف کے ساتھ روایت فرمایا۔

چنانچہ جب خاوند بیوی کو صراحت اور وضاحت سے منع کرے کہ وہ اس کے گھر سے باہر نہیں جاسکتی اور وہ اس کے باہر جانے پر رضامند نہ ہو اور نہ ہی اسے اس کی اجازت دے تو عورت پر خاوند کے ارشاد کی تعمیل بطورِ واجب متعین ہو جاتی ہے کہ وہ وہاں سے باہر نہ نکلے۔ اور اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ خاوند کی اطاعت وفرمانبرداری کرے خصوصًا ایسے امور میں جن سے خاوند نے منع کیا اور پرہیز کرنے کو کہا۔ عورت جب خاوند کی ہدایات پر عمل کرے تو وہ اِن "صالحات قانتات" عورتوں میں سے ایک ہے جن کی مدح وتوصیف اللہ جل وعلا نے اپنی کتاب مجید و فرقانِ حمید میں فرمائی ہے اور عورتوں کی اطاعت وفرمانبرداری کے عوض جنّت ثواب اور جزاء وانعام بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

جو مسلمان خاتون ایسی حالت میں فوت ہو جائے کہ اس کا خاوند اس سے خوش اور راضی ہو تو وہ جنّت میں داخل ہو گی۔

اس حدیث مبارکہ کو ترمذی شریف اور ابن ماجہ میں مروی فرمایا گیا اور ترمذیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

اسلام کی سنہری تعلیمات عالیہ نے ازدواجی اور خانگی سلسلے کو منظم و

مربوط فرمادیا ہے۔ چنانچہ گھریلو سرداری کو مرد کے ہاتھ میں دے دیا ہے اور مرد سے خاتونِ خانہ یا اس کی بیوی کے متعلق دریافت کیا جائے گا۔

دوسرا اہم امر یہ ہے کہ عورت کو اس کا خاوند جس بات کا حکم دے وہ اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کی پابند ہے سوائے اس امر کے جس امر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی معصیت ونافرمانی ہوتی ہو۔ کیونکہ مخلوق کے لیے ایسی کسی بات کو تسلیم کرنا ضروری نہیں جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی اور حکم عدولی ہوتی ہو۔ بلاشبہ اطاعت وفرمانبرداری نیکی اور معروف کے کاموں میں ہے۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:۔

اذا صلت المرأۃ خمسها	جب کوئی مسلمان عورت پانچ نمازیں پڑھے
وصامت شهرها وحفظت	رمضان شریف کے روزے رکھے، اپنی
فرجها واطاعت زوجها	شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند
دخلت جنة ربها۔	کی فرمانبرداری کرے تو وہ اپنے پروردگار
اخرجه ابن حبان	کی جنت میں داخل ہوگی۔ حدیث ہذا کو
من حدیث	ابن حبانؒ نے اپنی صحیح میں سیدنا حضرت
ابی هریرة	ابوہریرہؓ سے مروی فرمایا۔

بزاز اور طبرانی شریف میں ہے کہ ایک خاتون نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے عورتوں نے آپ کی جانب بطور نمائندہ بنا کر ارسال کیا ہے۔ پھر اس خاتون نے اس اجر وثواب کا ذکر فرمایا جو انھیں جہاد اور مالِ غنیمت وغیرہ میں ملتا ہے۔ بعد ازاں اس خاتون نے عرض کیا کہ ہمیں جہاد اور مالِ غنیمت وغیرہ سے کیا ثواب حاصل ہوگا۔ تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

ابلغي من لقيتِ من النّساء انّ طاعة الزوج واعترافاً بحقّہ یعدل ذلك وقليل منكنّ من يفعلہ۔	تمھیں جو عورتیں ملیں انھیں میری طرف سے یہ حدیث سنا دو کہ خاوند کی فرمانبرداری اور اطاعت اس کے حق کو تسلیم کرنا جہاد کے ثواب کے برابر ہے اور تم میں سے بہت کم عورتیں ایسا کرتی ہیں۔

اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں سیّدنا حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے حدیث پاک مروی فرمائی ہے کہ جب (سیّدنا) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ شام سے واپس تشریف لائے تو آپ نے شام میں اپنے قیام کے دوران یہ دیکھا کہ عیسائی اپنے خرنیلوں اور راہبوں، پادریوں کو سجدہ کرتے تھے تو سیّدنا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس بات کا ارادہ فرمایا کہ آپ اسی طرح حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو سجدہ کریں۔ لیکن حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدنا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اس سے منع فرما دیا اور فرمایا کہ اس طرح نہ کیجئے کیونکہ اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ مخلوق میں سے کسی چیز کو سجدہ کرے تو میں بیوی کو اس بات کا حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے (بیوی) عورت اپنے پروردگار کا حق ادا نہیں کرتی۔ جب تک کہ وہ اپنے خاوند کا حق ادا نہ کرے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی واضح ہے کہ خاتون (بیوی) بکثرت اپنے خاوند کے ساتھ محبّت کرے اور اس کے مقام کی بلندی کی وجہ سے اس کا احترام و ادب کرے جس سے میاں بیوی دونوں کے لیے سعادت، خوش قسمتی، اور اطمینان ثابت ہو جاتا ہے۔ اس حسنِ سلوک اور بہترین کردار کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچے اپنی والدہ کی اقتداء اور پیروی کرتے ہیں۔ ان کی نشوونما اور پرورش..

والدین کی اطاعت وفرمانبرداری پر ہوتی ہے اور وہ بلاشبہ اطاعت وفرمانبرداری کیے جانے کے قابل ہوتے ہیں بلکہ خود خاوند بنفس نفیس اپنی بیوی کی اطاعت و جائز حکم ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اور اس کی جائز خواہشات وفرمائشوں کو اخلاقی طور پہ پورا کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے خصوصاً جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کی بیوی اس کی اطاعت و فرمانبرداری کر رہی ہے۔ یہ ان عظیم فوائد اور خاندانی وازدواجی منافع وفوائد میں سے ہوتا ہے تجسے عورت ریکارڈ کر لیتی ہے اور وہ اخلاق وکردار کے اچھے ہونے کے بعد اپنی زندگی کو طیب خوش بخت اور خوش قسمت دیکھتی ہے۔ جو ہر قسم کے مصائب و آلام اور دکھ و تکلیف سے خالی ہوتی ہے اور اس زندگی میں قابل رشک جمال پایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ ثواب وفضیلت حاصل کرتی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو اجر و ثواب عطا فرماتا ہے اور فضیلت اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے ہے جو اس عورت کو حاصل ہوتی ہے۔ ایسی فرمانبرداری مطیع عورت کے فضائل احادیث مبارکہ میں قبل ازیں گزر چکے ہیں۔ اور اگر خاندانی وخانگی مشکلات ومصائب کو ہم نے محض اس لیے دیکھا ہے جو کہ عناد دشمنی اور نافرمانی وحکم عدولی کی وجہ سے ہوتی ہیں۔

چنانچہ خاتون اپنے خاوند کے گھر کو حفاظت پسند کرتی ہے۔ وہ اپنے خاوند کو بھی پسند کرتی ہے۔ کہ وہ ہر چھوٹے بڑے صغیرہ کبیرہ گناہ میں خاوند سے جھگڑا نہ کرے۔ اگر خاتون یہ جانتی ہو کہ صحیح و درست بات تو اس عورت کی رائے کے مطابق ہے۔ سوائے اس بات کے کہ کسی امر میں محذور شرعی ہو کیونکہ خاوند پر شرعی اوامر کو ملحوظ رکھنا واجب ہے اس موضوع پر تفصیلی گفتگو ہم مرد کی سیادت اور گھر کی امارت کے موضوع پر کے دوران کریں گے

انشاء اللہ۔

چنانچہ بیوی کا امورِ عادیہ اور مروّجہ میں اپنے خاوند کے حکم کو تسلیم کر لینا جن کے سرانجام دینے میں نافرمانی اور گناہ نہ ہو۔ بہتر افضل اور اچھا ہے۔ اور یہ اس لیے بھی ہے کہ عموماً جب کسی رائے پر کوئی شخص ڈٹ جائے تو اس ردِ عمل اور نتیجہ یہ ہوا کرتا ہے کہ جھگڑے، فساد، حادثات اور گھریلو زندگی میں اضطراب و پریشانی لاحق ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے عموماً نکاح بھی ٹوٹ جاتے اور نوبت طلاق تک جا پہنچتی ہے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

اس طرح کے جذباتی اور جلد کیے فیصلوں کا انجام کار یہ ہوتا ہے کہ عورت کی جان پہ زیادتی ہوتی ہے۔ اس کے خاوند اور ان دونوں کی اولاد سے ظلم ہوتا ہے اس سے بڑھ کر یہ کہ اس طرح شرعی کراہت بھی ہے کیونکہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ مبارکہ ہے کہ تمام حلال اشیاء میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔ اس کا واحد اور بہتر حل یہی ہے کہ بیوی اپنے خاوند کو جائز اور درست بات کو تسلیم کر لے اس کی رائے کے مطابق عمل کرے۔ خصوصاً ایسے نازک مرحلہ میں جب کہ عناد اور دشمنی کی آگ بھڑک اُٹھے تو بجھانے کا واحد حل یہی ہے۔ عورت کے لیے لابدی اور لازمی ہے کہ وہ اپنے خاوند کو لطف و مہربانی اور نرمی سے پیش آئے۔ اس طرح کہ فرمانبرداری اور اطاعت گزاری بہت سے امور اور احوال زوجیّت میں اپنی تاثیر رکھتی ہے۔ خصوصاً طلاق کی بجائے جب عورت سے مل جل کر نبھانا مقصود ہو۔ چنانچہ سیّدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اذا دعا الرجل امرأته جب کوئی خاوند اپنی عورت کو اپنے بستر

الیٰ فراشہ فلم تأتہ	پر بلائے اور وہ اس کے پاس نہ آئے۔
نبات غضبان علیہا	خاوند عورت پر ناراضگی کی صورت میں رات
لعنتھا الملائکۃ حتّٰی	گزارے تو فرشتے اس عورت پر صبح تک
تصبح۔ رواہ البخاری	لعنت کرتے رہتے ہیں۔
وابوداؤد	(بخاری، ابوداؤد)

اور مسلم شریف کی روایت میں ہے:۔

والذی نفسی بیدہٖ ما	اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں
من رجل یدعو امرأتہ	میری جان ہے جب کوئی شخص اپنی عورت
الیٰ فراشہ فتأبیٰ علیہ	کو اپنے بستر پر بلاتا ہے اور وہ انکار
الّا کان الذی فی	کر دیتی ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس
السماء ساخطًا علیہا	عورت پر اس وقت تک ناراض رہتا ہے
حتّٰی یرضٰی عنہا	جب تک کہ خاوند اس عورت سے خوش
	نہ ہو جائے۔

اور اس حدیث مبارکہ میں اس بات کی روشن اور واضح دلیل ہے کہ خاوند کی ناراضگی اور غصہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے غصے اور ناراضگی کو واجب و لازمی کر دیتا ہے اور خاوند کی رضامندی وخوشنودی سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضامندی وخوشنودی حاصل ہوا کرتی ہے۔

ابن حبانؒ اور ابن خزیمہؒ نے روایت فرمائی ہے:۔

ثلاثۃ لا تقبل لھم	تین آدمی ایسے ہیں جن کی نماز قبول نہیں
صلٰوۃٌ ولا یصعد لھم	ہوتی اور نہ ہی آسمان کی طرف ان کی
الی السماء حسنۃٌ	کوئی نیکی شرف قبولیت کے لیے اٹھائی

العبد الآبق) و فیہ	جاتی۔ مالک سے بھاگا ہوا نافرمانبردار غلام
والمرأۃ الساخط علیھا	اور حدیث ہذا میں ہے ایسی عورت جس پر
زوجھا حتّٰی یرضٰی	اس کا خاوند ناراض ہو حتیٰ کہ وہ اس
عنھا۔	سے راضی ہو جائے

حدیث مبارکہ مذکورہ میں لفظ "فراش" جماع سے کنایہ ہے اور لعنت کا محل یہ ہے کہ عورت اس وقت جماع سے انکار کر دے جب کہ اس کے لیے کوئی عذر شرعی نہ ہو۔ اس کا سبب یہ بیوی کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنے خاوند کی اطاعت و فرمانبرداری کرے خصوصاً ایسے کام میں جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانی اور حکم عدولی نہ ہو۔ بعض علماء کرام رحمہم اللہ کا قول ہے کہ جماع سے منع کرنے کے لیے حیض عذر نہیں کیونکہ خاوند دوران حیض ازار سے اوپر کے حصے سے بیوی سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ یہ جمہور کے نزدیک ہے۔ اور علماء کرام کی ایک جماعت کے نزدیک شرمگاہ کے علاوہ ہر جگہ سے استفادہ کر سکتا ہے۔ عورت کے انکار کی صورت میں لعنت و غضب صبح تک برابر جاری رہتا ہے اگر انکار رات کو ہو وگرنہ دن کے وقت انکار کی صورت میں لعنت و غضب شام تک جاری رہتا ہے۔ (والعیاذ باللہ)

ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ میں ہے۔

والذی نفس محمدٍ	اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت
بیدہٖ لا تؤدّی	میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے
المرأۃ حقّ ربھا	کہ مسلمان خاتون جب تک اپنے خاوند کا
حتّٰی تؤدّی حقّ	حق ادا نہیں کرتی اس وقت تک اپنے پروردگار
زوجھا ولو سالھا	کا حق ادا نہیں کرتی۔ اگر خاوند اپنے حقوق

نفسها وھی علیٰ	زوجیت کے بارے میں اس خاتون سے اس
قتبٍ لم تمنعہ	وقت تقاضا کرے کہ وہ اونٹ کے پالان پر
رواہ احمد فی مسندہ	بیٹھی ہوئی ہو تو مسلمان خاتون کے لیے یہ
وابن ماجۃ	جائز نہیں کہ وہ اپنے خاوند کو اس سے منع کر دے

عورت کی وہ اطاعت و فرمانبرداری جو اس کے لیے لازمی ولابدی ہے کہ وہ اپنے خاوند کے لیے کرے یہ نفلی روزے کو بھی شامل ہے چنانچہ جمہور فقہاء رحمہم اللہ علیہم اجمعین نے ارشاد فرمایا عورت اگر خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھے تو یہ اس کے لیے حرام ہے لیکن اگر عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھے حالانکہ خاوند اس کے پاس حاضر و موجود غیر مسافر ہو تو اس کے نفلی روزے کا بدلہ صرف بھوک اور پیاس بلکہ گناہ بھی ہے۔ اور اس کا روزہ قبول نہ ہوگا اور اگر بیوی اجازت نہ دے تو خاوند بیوی کا روزہ افطار کرا سکتا ہے۔ بلکہ فقہاء کا ایک گروہ تو اس طرف گیا ہے کہ خاوند کی اجازت کے بغیر عورت کا روزہ رکھنا درست نہیں اور نہ ہی اس طرح روزہ رکھنا صحیح و درست ہوتا ہے لیکن علماء کرام رحمہم اللہ کا صحیح ترین اور درست ترین قول یہ ہے کہ خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ گناہ کے ساتھ ہو جاتا ہے تاہم فرضی روزے جیسے رمضان المبارک کے روزے وغیرہ تو ان کے لیے اجازت لینا ضروری نہیں ہوتی۔ اور خثعمی عورت کی حدیث مبارکہ میں ہے جس نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاوند کے حقوق کے بارے میں دریافت کیا حضورؐ نے اس خاتون کو خاوند کے جملہ حقوق سے مطلع فرمایا۔ ان میں سے بعض حقوق مندرجہ ذیل ہیں۔

خاوند کے حقوق میں سے یہ ایک حق ہے کہ عورت نفلی روزہ نہ رکھے سوائے

اس کے کہ وہ خاوند سے اجازت حاصل کرلے تاہم اگر بلا اجازت نفلی روزہ رکھے تو اس نے بھوک اور پیاس برداشت کی اور اس سے اس کا نفلی روزہ منظور وقبول نہ ہوگا۔

حدیث مذکورہ کو بیہقی شریف نے سیّدنا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر بیوی کا خاوند موجود ہو تو وہ اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے۔ (رواہ البخاری)

طبرانی شریف میں سیّدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع حدیث پاک مروی ہے۔

خاوند کا اپنی بیوی پر یہ حق ہے کہ بیوی اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔ لیکن اگر اس نے اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر روزہ رکھا تو وہ اس سے بارگاہِ ربّ العزّت میں شرف قبولیّت حاصل نہ کرے گا۔

اس نہی اور حرام ہونے کی وجہ محض یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی سے بروقت فائدہ اٹھا سکتا ہے اور اس کا حق فوری طور پہ واجب ولازمی ہے جو کہ نفلی روزے یا نفل سے ختم نہیں ہوتا۔

تیسری بات یہ ہے کہ بیوی کی ساری اور پوری جدوجُہد گھریلو امور میں خدمت پر مذکور ہونی چاہیئے پس اس کو کام اور محنت مشقّت کرنا چاہیئے تاکہ اس کی صحت باقی وبرقرار رہے اور قوت وطاقتِ جسمانی محفوظ رہے۔ کیونکہ کام اور محنت سے امراض بھی ختم ہو جاتی ہیں اور ادویات کی نوبت وضرورت بھی پیش نہیں آیا کرتی۔ لہٰذا عورت کے لیے لازمی ہے کہ وہ جھاڑو دے، دھونے کی اشیاء کپڑے وغیرہ دھو کر صفائی کرے، کھانا پکائے اور امور

خانہ داری کا انتظام وانصرام کرے کیونکہ وہ گھر کی مالکہ اور منتظمہ ہے۔ بیوی کو بحیثیت بیوی اپنی بیٹیوں کے لیے ایک بہترین نمونہ ہونا چاہیئے جن میں علو ہمّت اور عزم وارادے کی پختگی واستقلال لازمی ہے۔

امور خانہ داری کی بیوی کے ہاتھوں سرانجام دیئے جانے میں علماء ملّت کا اختلاف ہے۔

اکثر علماء کرام رحمہم اللہ اجمعین کا ارشاد ہے کہ گھریلو امور سرانجام دینا عورت کے لیے نفلی عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔ لیکن دیگر بعض کا رجحان یہ ہے کہ بیوی کے لیے واجب ہے کہ وہ امور خانہ داری سرانجام دے۔ حکم اور قضاء کے طور پر نہیں بلکہ ان امانتوں میں سے یہ ایک امانت ہے کہ جو جو امور اس عورت اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے مابین ہیں۔ تاہم قاضی اور جج عورت کو اس بات پر مجبور نہیں کر سکتا۔ نیز اس واجب کے واجب ہونے کے لیے لازمی ہے کہ عورت یہ خدمت بنفس نفیس سرانجام دے سکتی ہو۔ اور اس کو اس خدمت کے سرانجام دینے کی قدرت وطاقت حاصل ہو۔ تاہم ہر حالت میں عورت کو گھریلو معاملات اور کام سرانجام دینے پر ثواب ملے گا بشرطیکہ اس کی نیت درست وصحیح ہو۔ لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ازواجات مطہرات اور سلف صالحین رحمہم اللہ کی عورتوں میں انتہائی طیب و پاک صالح اور بہترین نمونے اور امثلہ کثیرہ موجود ہیں۔ اس لیے لازمی ہے کہ گھر کی مالکہ کو جدوجہد وکوشش اہتمام وانصرام بندوبست اور گھر کا ہر لحاظ سے خیال رکھنا ضروری ہے۔ اور جتنے امور ومعاملات بھی امورِ خانہ داری سے متعلق ہیں۔ انھیں سرانجام دینے کی جدوجہد لازمی ہے۔

یہ ہیں جنابہ سیّدہ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا اپنے حالاتِ

زندگی ارشاد فرماتے ہوئے ان دنوں کی حالت ارشاد فرماتی ہیں جو کہ اپنے گھر میں آپ کی تھی۔ اور جن دنوں آپ اپنے خاوند کے ہمراہ اپنے گھر میں مقیم تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

سیّدنا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے میرے ساتھ نکاح کیا اور سیّدنا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی ساری پونجی اور ملکیت آپ کا گھوڑا اور وہ اونٹ ہی تھا جس پر آپ پانی اٹھا کر لاتے تھے۔ چنانچہ میں آپ کے گھوڑے کو چارہ ڈالتی اور اس کو سدھاتی پرورش کرتی۔ لادنے کے لیے اس پر گٹھلیاں توڑ کر رکھتی پانی بھرتی اور اس کے پانی کے ڈول کو درست وصحیح کرتی۔ اور میں آٹا پیسا کرتی اور میں تقریباً چار میل کے زائد فاصلہ سے گٹھلیاں اپنے سر پر اٹھا کر لایا کرتی اس فاصلے کو میں ایک گھنٹے میں طے کرتی۔

حتیٰ کہ سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کی دیکھ بھال کے لیے میری جانب ایک نوکر اور خادم ارسال فرمایا۔

(بخاری، مسلم)

اور یہ ہیں جنابہ اسماء ذات النطاقین رضی اللہ عنہا بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جن کے داداجان صحابی سیّدنا حضرت ابوقحافہ ہیں رضی اللہ عنہ جن کے والد گرامی صحابی افضل الصحابۃ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں آپ کی بہن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اُمّ المومنین ہیں والدہ بھی صحابیہ ہیں آپ کے خاوند سیّدنا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہیں آپ کے خاوند سیّدنا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ کے صاحبزادے سیّدنا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہیں۔ یہ سبھی حضرات جلیل القدر اور ائمہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ہیں۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود

آپ نے اپنا کام خود انجام دیا اور اپنے خاوند کی خدمت وجملہ امور میں بھرپور معاونت کی۔

یہ ہیں سیّدنا فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ اپنے گھریلو حالات کے متعلق ارشاد فرماتی ہیں کہ آپ نے اپنے خاوند کے ساتھ گھر میں کس طرح دن گزارے۔ اور اپنے جلیل القدر وعظیم الشان خاوند کے ہمراہ آپؓ کے دن کیسے بیتے ؟ اور گھر کی تکالیف برداشت کرنے میں آپ کس قدر متحمل مزاج اور شریف وصابرہ خاتون تھیں اور حقوق وفرائض ازدواج کو کس قدر بطریقِ احسن آپ نے نبھایا۔ ان امورِ خانہ داری کو سرانجام دیتے ہوئے آپ نے اپنے آپ کو تھکا دیا اور اپنی ساری جسمانی توانائیاں تج فرما دیں۔ جس کا واضح ثبوت آپ کے مبارک وطاہر ہاتھوں میں موجود نشانات وعلامات تھیں۔

آپؓ جب اپنے والد لاثانی وبے نظیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رخصت ہوئیں تو اس وقت تک آپؓ راحت، سکون اور ازدواجی زندگی کے جملہ امور کے لیے آپ نے کوئی اہتمام یا تیاری نہ کی تھی۔ آپ کے خاوند کے گھر میں پہنچنے پر آپ نے کسی چیز کا مطالبہ یا سوال نہیں کیا جیسا کہ اکثر وبیشتر بیویاں فرمائشیں اور سوالات کرتی ہیں۔ اور جہاں گھریلو ذمہ داریاں اور گھریلو امور کو سرانجام دینے کے فرائض ہوا کرتے ہیں۔ قبل ازیں آپ کو ان سے سابقہ نہ پڑا تھا۔ تاہم آپ نے ایک منصب جدید کی پیروی فرمائی اور ایسی مہم ومشکل امر کو سرانجام دیا جس کا آپ کی ذات اطہر سے واسطہ نہ پڑا اور نہ ہی بظاہر اس کا آپ سے سرانجام دیا جانا متصور تھا۔

لیکن سیدہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا عاقلہ، حکیمہ اور ہوشمند

تھیں اور آپ کی رگوں میں آفتاب رسالت مآب وسراج منیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون گردش کرتا تھا۔ علاوہ ازیں آپ کی مقدس ذات معدنِ رسالت مآب اور جود وکرم کا سرچشمہ و منبع ہے۔ برداشت وتحمل اور صبر واستقلال کا محل ومقام آپ کی ذات والا صفات تھی۔ لہٰذا آپ کی ذات اطہر نے اِن گھریلو ذمہ داریوں اور فرائض کو کما حقہٗ نبھایا اور سرانجام دے کر دکھلایا۔ اور گھریلو انتظام کو انتہائی پختہ بنیادوں پر استوار فرمایا۔

امورِ خانہ داری کو آپ کی ذات اطہر نے علیٰ وجہہ المطلوب حسبِ تقاضا بہترین طریقے سے سرانجام دیا۔ اس طرح کہ اس کی انجام دہی میں آپ نے کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے اثرات کا ثبوت آپ کا مطہر و پاک جسد اطہر تھا۔ جس مشکل کام نے آپ کے جسم پاک کو دُبلا تپلا کر دیا۔ اس سخت محنت ومشکل کام سے آپ کی ذاتِ اطہر کو اذیت اور تکلیف بھی پہنچی حتیٰ کہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ آپ کے خاوند نے جب آپ کی صحت دیکھی تو آپ کو دیکھ کر افسوس اور رنج ہوا۔ اسی طرح وفادار صالح شوہر اپنی رفیقۂ حیات کے غم والم میں شریک ہوا کرتا ہے۔ اپنی بیوی کے دکھ درد کا ساجھی اور اس کی خوشیوں، صحت، مرض کا شریک ہوتا ہے۔ اس کی آسائش وسکون کے لیے وہ مکمل انتظام وانصرام کرتا ہے۔

چنانچہ ایسی حالت دیکھ کر سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا آپ کی ایسی حالت دیکھ کر افسوس وغم سے میری کمر ٹوٹ گئی ہے اور جس محنت ومشقت، جدوجہد میں مصروف میں نے آپ کو دیکھا ہے اس نے میرے دِل کو ٹکڑے کر دیا ہے اور جس طرح آپ مریضہ دکھائی دیتی ہیں اس کا فوری تقاضا ہے کہ آپؓ اپنے والد گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی خدمت اطہر میں حاضر ہوں اور آپ سے کسی نوکر کا مطالبہ کریں جو ہمارے کام کرے، اور گھر کے بعض کام کرنے میں آپ کا ہاتھ بٹائے۔ اپنے عظیم خاوند رضی اللہ عنہ کے ارشاد کی تعمیل کی خاطر سیدنا حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کی خاطر چل دیں۔ ایسا جلیل القدر خاوند جس نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پر شفقت و ترحّم فرمایا تھا جب حضورؐ کی بارگاہ جہاں میں حاضر ہوئیں تو حاضری کے لمحہ کے دوران سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے شفقتِ پدری کے جذبہ پر نبوت کی ہیبت غالب آئی چنانچہ کوئی سوال کرنے سے آپ نے حیاء کی وجہ سے احتراز فرمایا۔

لیکن جب حضور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا۔

"بیٹی کس لیے آئی ہو؟"

تو سیدۃ النساء نے جواب دیا۔

"میں آپ کی بارگاہ میں سلام کرنے کی خاطر حاضر ہوئی ہوں"

چنانچہ آپ واپس لوٹ آئیں اور اپنے خاوند سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو پیش آنے والے واقعات و حالات اپنی کیفیات سے آگاہ فرمایا لیکن سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جو کچھ دیکھا اور آپ کے حالات کو پہچانا، ان کے مطابق آپ نے اس نتیجہ اور اس جواب پر اکتفاء نہ فرمایا بلکہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ہمت باندھی، آپ کی ہمت میں اضافہ ہوا اور آپ نے آگے بڑھ کر حضورؐ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونے کا عزم صمیم فرما لیا۔

چنانچہ اس موضوع میں آپ نے خود شریک ہونے کا فیصلہ کیا اور پھر ایک مرتبہ سیدنا حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہمراہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی بارگاہِ جہاں پناہ میں اکٹھے ہو کر حاضر ہوئے۔

چنانچہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے گفتگو کی جسارت اور ابتدا کی اور حضورؐ کی خدمتِ اطہر میں اپنے حالات کے بارے میں عرض کیا۔ بالخصوص آپ کی صاحبزادی سیدنا حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی تفصیلی حالت بیان فرمائی۔ تو حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

بلاشبہ حضور کی ذات اطہر کے نزدیک عدل وانصاف اور مال ودولت کے عطا فرمائے جانے میں سبھی برابر ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اطہر کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو رؤوف ورحیم روحانی باپ قرار دیا۔ اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اطہر کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کی جانوں سے بڑھ کر عزیز اور محبوب قرار دیا ہے۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس نے ارشاد فرمایا۔

لا واللہ لا اُعطیکما	نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی قسم میں تمہیں ہرگز
وادع اھل الصفۃ	کچھ مال نہیں دیتا۔ اس حال میں کہ میں اہل صفہ
تتلوّی بطونھم لا	کو چھوڑ دوں کہ ان کے پیٹ بھوک کے مارے
اجد ما انفق علیھم	خمیدہ اور جھک گئے ہیں میرے پاس اہل صفہ
ولکن ابیعُ وانفقُ	کو دینے کے لیے نہیں لیکن میں فروخت کر
علیھم اثمانھم	کے اہل صفہ پر ان کا آٹھواں حصہ خرچ
	کرتا ہوں۔

سیدنا حضرت علی وفاطمہ رضی اللہ عنہا واپس لوٹے تو ان نفوس زکیہ و قدسیہ کی طبائع مبارکہ مکدّر ہو کر تھک گئی تھیں اور حضور کا ارشاد گرامی سن کر نفوسِ مبارکہ ٹوٹ کر بکھر گئے اور غم والم سے دوچار ہوئے لیکن حضور پرنور صلی اللہ علیہ

آلہ وسلم ان کے پیچھے پیچھے تشریف لائے حتیٰ کہ آپ ان کے مقدس ومطہر دولت کدے پر تشریف لائے تو آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ دونوں مقدس ہستیاں غم سے نڈھال اپنے اپنے بستروں پر لیٹے پڑے ہیں اور ستانے وسونے کے ذریعے اپنے غم کو ہلکا فرما رہے ہیں اور جو کچھ تکلیف ودکھ انھیں پہنچا ہے اس سے تسلی وتشفی حاصل فرمانے کی جدوجہد فرما رہے ہیں اور ان کے جدامجد عین ایسی حالت میں تشریف لائے ہیں جب کہ دونوں نے اپنے منور چہرے بستروں میں ڈال کر لپیٹ لیے ہیں تو ان کے پاؤں مبارک پر کپڑا نہیں۔ اگر وہ پاؤں پر کپڑا اچھاتے ہیں تو ان کے چہرے کپڑے سے خالی ہیں۔

چنانچہ دونوں اپنے اپنے بستر سے ادب واحترام اور توقیر وعظمت کی خاطر اٹھے اس مبارک ہستی کی تعظیم کے لیے جو ان کے ہاں تشریف لائے ہیں تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

بیٹھیے! کیا میں تمھیں تمھارے مطالبہ اور سوال سے اچھی اور بہتر چیز کے بارے میں مطلع نہ کروں؟ تو دونوں نے عرض کیا کیوں نہیں، ضرور۔

تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

یہ ایسے پاکیزہ وبابرکت کلمات ہیں جو مجھے سیدنا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتلائے۔ ہر نماز کے بعد دس۱۰ مرتبہ سبحان اللہ، دس بار الحمدللہ دس بار اللہ اکبر۔

پس جب تم اپنے بستر پر لیٹو تو تینتیس۳۳ دفعہ سبحان اللہ، تینتیس۳۳ بار الحمدللہ اور چونتیس۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کریں۔

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا جب سے حضور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اطہر واقدس نے مجھے یہ کلمات سکھائے

اس وقت سے لے کر کبھی میں نے یہ کلمات پڑھنے نہیں چھوڑے۔

یہ وہ حالت ہے جو کہ فاطمۃ الزہراء بنت امام المتقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ وہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جن کے متعلق حضور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اطہر و اقدس نے ارشاد فرمایا ہے۔

فاطمۃ بضعۃ منّی	فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا ٹکڑا ہے جو بات
یؤذینی ما یؤذیھا	وہ جنابہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف دیتی
و یریبنی ما یریبھا	ہے اس سے مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے۔
	اور جس امر سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی
رواہ الشیخان	امداد ہو وہ میرا تعاون اور امداد ہے۔
	(بخاری، مسلم)

اور وہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جن کے متعلق حضور محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

الا ترضین ان تکونی	کیا تم اس بات پر رضامند نہیں ہو کہ
سیدۃ نساء العالمین	تم تمام جہانوں کی عورتوں کی سیدہ
	بنو۔

اس معطر سیرت پاک اور پاک و ذکی صاف و مطہر خلق کی اقتداء و پیروی کرنے کے لیے ہماری مسلمان خواتین کس قدر حق بجانب اور درست ہیں۔ جن کی سیرت و کردار کے ایسے بے شمار روشن مینار ہیں۔

ازدواجی زندگی کی

شریعت کے آداب

نکاح وازدواج وہ اساس اور بنیاد ہے جس پر یہ مذکورہ و آئندہ ذکر ہونے والے حالات مرتکز ہوتے ہیں۔ بلکہ نکاح وازدواج تو تمام حیات اجتماعی و معاشرتی کی اساس ہے، خاندان و خاندان سے پھوٹنے والی روشنی کی اساس و بنیاد اور اس کی جملہ فروعات و ذیل تو نکاح پر منحصر ہیں۔

نکاح وازدواج سے متعلق اسلام کے بہت سے آداب ہیں، ان میں اہم ترین مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱

اچھی بیوی کا انتخاب

اچھی ازدواجی زندگی بسر کرنے کے لیے اچھی بیوی کا انتخاب یقیناً بہت

مستحسن اور ضروری مرحلہ ہے۔ عورت کے ساتھ نکاح کرنے کے لیے اس میں موجود خصوصیات و وجوہات بہت زیادہ ہیں۔ جن کی وجہ سے نکاح کرنے میں رغبت ہوا کرتی ہے، ان میں سے مال، جمال، حسب، نسب، اخلاق، دینداری، قابلِ ذکر ہیں۔ لیکن ان جملہ خصوصیات و خصائل میں سے صرف دین و اخلاق ہی باقی رہتا ہے۔ اس لیے کہ گردشِ دوراں اور مرورِ زمانہ سے جمال و مال میں تبدیلیاں ہو جاتی ہیں۔ لیکن حسب و نسب کی اس وقت تک کوئی قدر و قیمت نہیں جب تک کہ اس کے ساتھ اخلاق اور دین کا حسین امتزاج نہ ہو۔ پس حاصل کلام اور مقصود و مطلوب اخلاق و دین پر ہے۔ اسی لیے شارعِ محشر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

فعليك بذات الدين	تمہارا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو، تم پر لازمی
والخلق تربت يمينك	ہے کہ تم دیندار اور اخلاق ذکر دار والی
رواه احمد باسنادٍ صحيح	عورت سے شادی کرو۔ رواہ احمد باسناد
والبزار وابن حبان	صحیح، بزاز، ابن حبان۔

بخاری اور مسلم میں سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"عورت سے اس کی چار خصوصیات کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ عورت کے مال، حسب، جمال اور دین کی وجہ سے۔ تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں، دیندار صالحہ عورت سے نکاح کیجئے۔"

چنانچہ مذکورہ بالا صفات میں سے دیندار عورت سے آنکھیں ٹھنڈک حاصل کرتی ہیں اور وہ اپنی جان و نفس کی امینہ و حفاظت کرتی ہے، اپنے خاوند کے مال کی نگہبان اور اپنی اولاد کی تربیت و پرورش کی ذمہ دار ہوا کرتی ہے تاکہ وہ

اپنی اولاد کو روٹی کے ساتھ ساتھ ایمان کی غذا اور خوراک بھی فراہم کرے۔ اور دودھ پلانے کے علاوہ ان کو دین و اخلاق کی قوی و نفیس پاکیزگی بھی ان کے نفوسِ مطہرہ میں ڈال دے۔ ماں کا اس لیے بھی دیندار صالحہ ہونا لابدی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بچوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر سنائے اور اللہ کے نبی معظم حضور خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام پیش کرکے بچوں کے اندر تقویٰ و پرہیز گاری کی سبیل لگائے۔

اس طرح وہ بچوں کی تربیت و نشوونما اس نہج پر کرے کہ ان میں اسلام اور صاحبِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت مرتکز ہو جائے اور مرتے دم تک اس عظیم و جلیل القدر مذہب پر قائم رہیں۔

اور کوئی شخص اسی صورتِ حال پر بوڑھا ہوتا ہے جس پر وہ نوجوان ہوا ہو۔ پھر یہ ایک مسلمہ حقیقت اور ناقابلِ تردید صداقت ہے جس سے مفر نہیں، کہ والدین کی صفات ان کی اولاد میں منعکس ہوتی ہیں اور عموماً اکثر و بیشتر بیٹے میں تقویٰ و پرہیز گاری کا ملکہ فقط اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ جبلّی و فطری طور پر اسے اپنے والدین کی اتباع و تقلید کرنا ہوتی ہے یا اسے ان میں سے کسی ایک کے نقشِ قدم پر گامزن ہونا ہوتا ہے۔ یا وہ اپنے چچا کی اتباع کرتا ہے یا ماموں کی پیروی کرنا پسند کرتا ہے۔ اسی بات کی جانب اشارہ کرتے ہوئے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اطہر و اقدس کا ارشاد گرامی، جس طرح کہ ابن عدی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرمایا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:۔

"تم اپنے بچوں اور اولاد کے لیے اچھی عورت کا انتخاب کرو۔ کیونکہ عورتیں

اپنے بھائیوں اور بہنوں کے مشابہ بچے جنتی ہیں۔"

طبرانی شریف نے اوسط میں سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"اگر کسی شخص نے ایک عورت سے عزت حاصل کرنے کی نیت سے شادی کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی ذلّت میں اضافہ فرمائے گا۔ اگر کسی شخص نے ایک عورت سے اس کے مال ودولت کی وجہ سے شادی کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس شخص کو فقیر کردے گا۔ اگر کسی نے عورت سے اس کے حسب ونسب کی خاطر شادی کی تو اللہ جلّ شانہ، اس کی کمینگی میں اضافہ فرمائے گا۔ لیکن اگر کسی نے عورت سے محض اس خاطر شادی کی کہ وہ اس کی نگاہوں کو نیچا کردے گا، اس میں شرم و حیاء ہوگا، اس کی شرمگاہ کو محفوظ ومصئون کردے گا، اور اس کے خاندان کے تعلقات سے صلہ رحمی کرے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے لیے اس عورت میں برکت عطا فرمائے گا اور اس بیوی کے لیے مرد کو بابرکت بنادے گا۔"

ابن ماجہ نے سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت فرمائی ہے کہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"عورتوں سے ان کے حسن وجمال کی بدولت نکاح نہ کرو، ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے حسن وجمال کی موجودگی کی بجائے انتہائی ذلیل اور کمینہ صفت عورتیں ہوں اور نہ ہی تم عورتوں سے ان کے مال ودولت کی وجہ سے شادی کیا کرو، ہوسکتا ہے کہ مال ودولت کی وجہ سے وہ سرکش اور باغی ہوجائیں۔ تاہم تم عورتوں سے ان کے دین اور ایمان کی وجہ سے نکاح کرو۔ اور وہ عورت جس کے کان چھیدے گئے ہوں اور اس کا رنگ کالا ہو لیکن وہ دیندار ہو، اس کا رشتہ اچھا ہے۔"

ابوداؤد، نسائی اور حاکم شریف میں مروی ہے اور الفاظِ حدیث حاکم کے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حدیث ہذا صحیح الاسناد ہے۔ سیدنا حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک شخص حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرا نکاح ایسی خاتون سے ہوا ہے جو حسبی عورت بھی ہے اور منصب وعہدہ کی بھی مالکہ ہے مگر یہ خاتون بچے نہیں جنتی، کیا میں اس عورت سے نکاح کروں لیکن حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اس عورت سے جس سے بچے پیدا نہ ہوتے تھے، نکاح کرنے سے منع فرمایا۔ وہ دوبارہ حاضر خدمت ہوا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اسی طرح ارشاد فرمایا۔ وہ تیسری بار حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ارشاد فرمایا:۔

"ایسی خاتون سے نکاح کرو جو بکثرت بچے پیدا کرنے والی ہو اور خاوند سے محبت کرنے والی ہو۔ کیونکہ میں قیامت کے دن اپنی امت کی کثرت پر ناز وفخر کروں گا۔"

اور ابن ماجہ نے سیدنا حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے:۔

"اللہ تبارک وتعالیٰ کے خوف اور تقویٰ کے بعد مؤمن کے لیے انتہائی اور ازحد مفید چیز اس کی صالحہ اور نیک بیوی ہے۔ اگر خاوند اس نیک طینت بیوی کو حکم دے تو وہ اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرے، اگر وہ اس کی جانب دیکھے تو اس صالحہ عورت کا دیکھنا اسے خوش ومسرور کر دے۔ اگر وہ اس کی عصمت وعفت

کی قسم اٹھانا چاہے تو وہ اس میں حق بجانب اور صحیح ہو، اگر خاوند اس خاتون سے غائب و پوشیدہ ہو تو وہ عورت اپنے نفس و جان کے معاملہ میں خاوند کی خیر خواہی اور بھلائی کرے اور اس کے مال و دولت میں بھی اس کی محافظ و نگہبان ہو۔

اور مسلم شریف اور نسائی نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرفوع حدیث پاک بیان فرمائی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا،۔

"دنیا مؤمن کی متاع اور اس کی پونجی ہے اور اس متاع میں سے بہترین اور افضل ترین متاع اس کی صالحہ عورت و بیوی ہے"

اور قضاعی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت بیان فرمائی ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛۔

ایاکم و خضراء الدمن المرأۃ الحسناء فی المنبت السوء	تم گھورے پر اگے ہوئے سبزے سے بچو (یعنی ایسی چیز سے احتراز کرو جس کا ظاہر اچھا ہو اور باطن خراب و ناکارہ) یعنی خوبصورت و حسین و جمیل عورت جس کا باطن اور اندر انتہائی بُرا اور قبیح ہو۔

ابن ماجہ اور ترمذی نے جناب حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی ہے کہ جب قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت شریفہ نازل ہوئی؛۔

وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ الخ[۱]	ترجمہ:۔ اور وہ جو کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی۔

---

[۱] پ ۱۰۔ سورۃ التوبۃ، آیت ۳۴

تو ہم حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے ہمراہ تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کسی سفر پر تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ سونے اور چاندی کے بارے میں قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ ہماری یہ تمنا ہے کہ ہمیں یہ معلوم ہو جاتا کہ کونسا مال افضل و بہترین ہے، تو اس مال و متاع کو اختیار کرتے۔ تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"تمام اموال میں سے افضل ترین مال و دولت ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور وہ مسلمان بیوی ہے جو کسی مسلمان کو اس کے ایمان پر امداد و تعاون کرتی ہے۔"

امام احمد نے صحیح اسناد کے ساتھ اور طبرانی و بزاز شریف میں سیدنا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان فرمائی ہے کہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"تین چیزیں ابن آدم کی سعادت اور خوش بختی و خوش قسمتی سے ہیں، اور تین چیزیں اس کی بدبختی و بدقسمتی سے ہیں۔ تین امور ایسے ہیں جو کہ ابن آدم کی سعادت و خوش قسمتی سے ہیں، وہ بیوی کا صالح اور نیک ہونا، ایسی جگہ کسی مسلمان کا سکونت و رہائش رکھنا جو صالح اور نیک ہو اور اس کی سواری بھی اچھی اور بہترین ہو۔

ابنِ ادم کی بدقسمتی و بدبختی میں سے مندرجہ ذیل تین امور ہیں، کہ اس کی عورت بری ہو، اس کی رہائش کی جگہ بری اور گندی ہو، اور اس کی سواری بھی بری ہو اور اچھی نہ ہو۔"

۲

اپنی منگیتر کو دیکھ لینا

اپنی منگیتر کو دیکھنا حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور اسلامی آداب میں سے ایک اہم ادب ہے۔ ممکن ہے کہ وہ محافظت کے بعض مراحل پر حاوی نہ ہوسکتا ہو۔

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔
"جب تم میں سے کوئی ایک کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو اگر وہ اس بات کی استطاعت رکھتا ہے کہ اس عورت کی کسی ایسی چیز کو دیکھ لے جو بات اس عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی دعوت دیتی ہو، تو اس شخص کو ایسی عورت لازمی دیکھنا چاہیئے۔" اس حدیث پاک کو ابوداؤد نے روایت کیا۔
یہ وفاق و محبت اور میل جول کے زیادہ قریب اور ممکن و قابل ہے، کہ اس طرح ہو، اور اس طرح کا ہونا کہ خاوند سب سے پہلے عورت کی جانب دیکھے اور سبقت کرے۔

ترمذی اور نسائی شریف میں سیدنا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ سنا کہ سیدنا حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام ارسال کیا ہے تو آپ نے جناب حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:۔
"تم اپنی مخطوبہ (منگیتر) کو اچھی طرح دیکھ لو۔ کیونکہ تم اس طرح ہمیشہ اکٹھے رہ سکو گے اور آپس میں محبت کرسکو گے اور تم میں اندرونی و بیرونی

افہام و تفہیم ہو گی۔

اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"بلاشبہ انصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آنکھوں میں (کچھ) کوئی چیز ہے۔ چنانچہ جب تم میں سے کوئی شخص انصاری خواتین سے نکاح کرنا چاہیے تو اس کو ان خواتین کی جانب دیکھ لینا چاہیئے"

بعض علماء کرام کا قول ہے کہ انصاریوں کی آنکھوں میں عمش تھا اور بعض دیگر کا ارشاد گرامی ہے کہ ان کی آنکھیں چھوٹی تھیں۔

اور مسلم شریف میں سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے ایک مرد کو جس نے نکاح کا ارادہ کیا تھا، یہ ارشاد فرمایا، کیا تم نے اس خاتون کو دیکھا ہے؟ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس شخص نے عرض کیا، نہیں! حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ جاؤ اور اس خاتون کو دیکھو۔

امام احمد اور طبرانی نے جناب ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے آپ نے ارشاد فرمایا:۔

"جب تم میں سے کوئی شخص عورت کو پیغامِ نکاح ارسال کرے تو اس امر میں کوئی حرج نہیں کہ وہ اس خاتون کی طرف دیکھ لے۔ اور وہ اس کو پیغامِ نکاح کے وقت اچھی طرح جانچ پڑتال کرے۔ صرف اس لیے کہ وہ اس کو پیغامِ نکاح ارسال کر رہا ہے۔"

بعض صالحین اپنی بچیوں کا نکاح اس وقت تک نہیں کرتے تھے جب تک کہ وہ لڑکے کو ملاحظہ نہ کر لیا کرتے تھے۔ تاکہ وہ دھوکے سے بچیں اور اس لیے کہ عاقبت و انجام میں پریشانی و غم نہ ہو۔ اور جب دیکھنے والا دیکھے تو اس کو فقط چہرے

اور دو ہتھیلیوں کی طرف دیکھنا چاہیئے۔ اس کو خاتون کے بالوں وغیرہ کی جانب نگاہ نہیں کرنا چاہیئے۔

فقط چہرے سے ہی جمال اور خوبصورتی معلوم ہو جاتی ہے اور اس کے برعکس بھی اگر ہو تو وہ عیاں وظاہر ہو جاتا ہے۔ اور ہتھیلیوں کی جانب دیکھنے سے بدن کی خصوصیات یا اس کے برعکس عیاں اور واضح ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے اس کو دیکھنا مرد کے لیے ممنوع ہے۔ کیونکہ یہ فوق الحاجت یا ضرورت سے زائد ہے۔

چنانچہ جب مرد، عورت کو نہ دیکھ سکتا ہو تو مستحب ہے کہ وہ کسی ایماندار اور صالحہ خاتون کو، اس مخطوبہ لڑکی کو جانچنے کے لیے ارسال کرے اور وہ عورت اسے اس لڑکی کی صفات وخصائص سے مطلع کرے۔

چنانچہ احمد، طبرانی، حاکم اور بیہقی نے سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان فرمائی ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو ایک خاتون کی طرف ارسال فرمایا اور آپ نے اسے حکم فرمایا:-

"تم اس کی ایڑی کے اوپر کے پٹھے کو دیکھو اور اس کی گردن کی ایک طرف کو سونگھو"

ایک روایت کے مطابق یہ ہے کہ تم اس کے عوارض کو سونگھو۔

اور یہ وہ دانت ہیں جو منہ کی چوڑائی (عرض) میں ہوا کرتے ہیں اور یہ وہ جو ڈاڑھوں اور اگلے دانتوں کے درمیان واقع ہوتے ہیں۔

تاہم بہت سے لوگوں نے اس سنتِ محکمہ کو ترک کر دیا ہے اور یہ منگیتر لڑکی کو دیکھنے اور اس پر نظر کرنے کی سنت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض جہلاء،

اور احمق لوگ اس ادب کا استعمال درست اور ٹھیک طریقے سے نہیں کرتے کیونکہ جب وہ پیغام رسانی وغیرہ کرتے کے بعد دیکھیں، لیکن اس کے بعد دونوں اطراف کے مابین اتفاق نہ ہو تو وہ مجالس میں اس بارے میں گفتگو کرتے ہیں اور لوگوں کے ہاں اس کی شہرت اور چرچا کرتے ہیں کہ یہ خاتون ایسی ایسی ہے، تو ان لوگوں سے ان کے علاوہ دوسرے لوگ بھی متنفر ہو جاتے ہیں۔ اس لیے بہت سے لوگ اپنی عزتوں کے بارے میں خائف اور محتاط ہوتے ہیں اور اس طرح کے احمقوں اور پاگل لوگوں سے محتاط ہوتے ہیں، اسی لیے اپنے سوا وہ دیکھنے کے اس دروازے کو بند کر دیتے ہیں۔

۳

خاوند کے انتخاب کے لیے عورت کی آزادی

یہ بات معلوم شدہ، ظاہر اور عیاں ہے کہ بالغہ عورت کو نکاح پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، خواہ وہ خاتون باکرہ ہو یا شادی شدہ ہو۔ اور مجبوری و سختی سے بہت سی بلائیں اور مصائب و آلام جنم لیتے ہیں، ذلت و نکبت سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور اس کے عواقب و نتائج بہت افسوسناک ہوتے ہیں۔ اس لیے جبر و اکراہ کو اسلام نے ہر طرح ہر لحاظ سے ناپسند و ناجائز قرار دیا ہے۔ نسائی شریف میں مروی ہے کہ ایک نوجوان خاتون ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میرے والد نے میرا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا ہے اور میں اس کو ناپسند کرتی ہوں، تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، تم بیٹھ جاؤ، حتیٰ کہ حضور پرنور صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو اس خاتون نے حضور کی بارگاہِ اقدس میں یہ قصہ عرض کر دیا۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے والد کی جانب پیغام ارسال فرمایا۔ وہ حضور کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاملہ اس خاتون کے ہاتھ میں کر دیا۔ کہ وہ جو اور جس طرح چاہے کر سکتی ہے۔ تو اس خاتون نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جو فیصلہ میرے بارے میں کیا گیا ہے وہ مجھے منظور ہے۔ تاہم میں نے اس بات کا ارادہ کیا ہے کہ لوگوں کو یہ بتاؤں " والدین کو نوجوان بچی کا فیصلہ ان پر مسلط نہیں کرنا چاہیئے"۔

اس کے علاوہ نکاح کا پیغام دینے والے مرد پر واجب اور لازمی ہے کہ وہ بھی اپنی حقیقتِ حال سے خاتون کو آگاہ کر دے، اس طرح کہ وہ اس میں کسی طرح کی کوئی ملاوٹ اور دھوکہ و مزاؤ نہ کرے اور نہ ہی تصنّع و بناوٹ اور تکلّف سے کام لے، کیونکہ دھوکہ اور خیانت، دین کے منافی اور متضاد ہے۔ اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔

"جس شخص نے ملاوٹ کی اور دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔

اور سیدنا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کو جو نکاح کرے اور بے اولاد ہو، ارشاد فرمایا۔ تم اپنی مخطوبہ لڑکی کو اس بارے میں مطلع کر دو کہ تم بانجھ اور لاولد ہو۔

اور دیلمی نے مسند فردوس میں روایت بیان فرمائی ہے کہ سیدنا حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:۔

"تم میں سے جب کوئی شخص ایک خاتون کو پیغامِ نکاح ارسال کرے، اور وہ اپنے بالوں پر خضاب لگاتا ہو تو اس کو چاہیئے کہ وہ اس خاتون کو اس امر سے مطلع کر دے کہ وہ خضاب لگاتا ہے"

اس سے مراد وہ خالص خضاب بالکل سیاہ ہی نہیں۔ کیونکہ وہ منہی عنہ اور ممنوع ہے بلکہ ایسا خضاب جو صفرہ (زردی) کے قریب قریب اور اس طرح کا ہو۔ اور مطلع کرنے سے مقصود و مطلوب یہ ہے کہ عورتیں مردوں کے بوڑھا ہونے کو ناپسند کرتی ہیں۔ چنانچہ اس امر سے بے خبر رکھنا اور مطلع نہ کرنا دھوکہ دہی اور تدلیس و فراڈ ہے۔

(۴)

نکاح و شادی سے پہلے راہ و رسم

اسلام نے مرد کے لیے اس بات کو مباح قرار دیا ہے کہ جب وہ کسی خاتون سے نکاح کرنا چاہے تو وہ اس کی جانب دیکھے، بلکہ اسلام نے مرد کو عورت کے دیکھنے کا حکم دیا ہے اور یہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اور اس سے بڑھ کر و فوق جو کچھ ہے تو یہ شیطان کی تسویل اور کافروں کی تقلید اور پیروی کے ضمن میں ہے۔

چنانچہ نوجوان خاتون جس طرح کہ گمان رکھتی ہے وہ نوجوان مرد کی حقیقت کو پیغام رسانی کے لمحہ میں پہچان نہیں سکتی اور نہ اس میں اس کی ہمت ہے اور نہ ہی اس تھوڑے سے لمحہ میں مرد، خاتون کو پہچان و جان سکتا ہے، اس لیے کہ اکثر مرد کے اخلاق و کردار فاسد اور بگڑے ہوئے ہوتے ہیں اور انتہائی گھٹیا

اور رذیل ہوتے ہیں۔ نکاح کے خواہش مند اور ارادہ کرنے والے کی خواہش تو یہ ہوتی ہے کہ اس سے صرف ایسی چیز کا اظہار ہونا چاہیئے جس کو عورت پسند کرے اور وہ اس میں رغبت رکھے، اسی طرح عورت کی تمنا اور خواہش بھی یہی ہوتی ہے۔ پس تمام لوگ جانتے ہیں کہ یہ آزمائش اور امتحان کا وقفہ و مرحلہ ہوا کرتا ہے۔ اسی لیے عورت حقائق منکشف نہیں کرتی۔ اور نہ ہی خاتون خیر و شر کو کھولتی اور واضح کرتی ہے۔ اس طرح یہ مسکین خاتون ضائع ہو جاتی ہے، اس طرح کہ مردوں کے ہاتھوں میں کھلونا اور اس کی متاع ہو جاتی ہے۔ بلکہ وہ انتہائی گھٹیا اور رذیل سامان ہو کر رہ جاتی ہے جس کو پسند اور رغبت سے لیتی ہے، یا یہ خاتون تجربات کا میدان ہی ہو جاتی ہے۔

اور میں اس اندھی تقلید سے ہر مسلمان کو خبردار کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو آدابِ اسلام کی حد متعین کرتے ہیں، چنانچہ اس طرح کرنے والا صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کے غضب و جلال اور غصہ کو ہی اپنا متاع بناتا ہے۔ فلا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم۔

اور ہم نے ایسی بہت سی بلائیں اور مصائب دیکھے ہیں جو اس خبیث کفر کی وجہ سے واقع ہوتے ہیں اور ان کی بھینٹ بیچاری لڑکی ہوا کرتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خاوند نے نکاح سے قبل اس بیچاری کو سبز باغ دکھا کر اس سے جھوٹے وعدے کیے تھے۔ اور اس کو دھوکہ دینے والی امیدیں دکھلائی تھیں۔ چنانچہ اس طرح یہ عورت اس کے دھوکہ میں آکر اس اندھیرے اور ظلمت و دھوکے کی اتھاہ گہرائیوں میں جا پڑی۔ بعد ازاں اس فریبی خاوند نے اس خاتون کو یونہی چھوڑ دیا اور وہ یہ کہہ کر چلتا بنا کہ اس پر یہ حقیقت عیاں ہو گئی ہے کہ وہ عورت ایماندار اور امین نہیں ہے اور مستقبل میں وہ اس عورت پر اعتماد و بھروسہ نہیں رکھتا

اس طرح کہ وہ ایسی خاتون ہو، جو مرد کی غیر حاضری اور عدم موجودگی میں اپنے خاوند کی ذمہ دار ہو۔
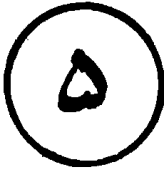
حق مہر

مہر عورت پر واجب ہے اور خاوند پر واجب ہے کہ وہ مہر کو بیوی پر خرچ کرے۔ وہ حقِ مہر جو اسلام نے واجب فرمایا ہے۔ اس کی قیمت متعین و مقرر شدہ نہیں ہے اور وہ مرد کی مالی طاقت و قدرت کے مطابق مختلف اور بدلتا رہتا ہے یا اس طرح متعین و مقرر ہوتا ہے کہ میاں بیوی اس پر آپس میں اتفاق کر لیں لیکن ایسے اسلامی آداب جن پر اسلام نے برانگیختہ کر کے ان کی ترغیب دی ہے، وہ مہر کا قلیل اور تھوڑا ہونا ہے اور یہ بات انتہائی پسندیدہ و محبوب ہے کہ مہر قلیل ہونا چاہیئے۔

اسلام نے تلقین و تعلیم فرمائی ہے کہ ایسی فاحش اور غلط مہر کی مقدار کو ختم کر دیا جائے جس کی وجہ سے نوجوان نکاح جیسی عبادت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان اخراجات اور نقصانات کے متحمل ہونے کی استطاعت و طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی متوسط خانوادے ان سے عہدہ برآ ہو سکنے کی ہمت رکھتے ہیں۔

ایک شخص جس نے نکاح کا ارادہ کیا، اس کو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حقِ مہر میں چار اوقیے دینے کا حکم ارشاد فرمایا "گویا تم اس پہاڑ کے سامان سے چاندی گھڑ رہے ہو۔"

اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نکاح کے پیغام کے دوران ارشاد فرمایا

"عورتوں سے دورانِ نکاح مبالغہ اور کثرت کا مطالبہ نہ کرو۔ کیونکہ اگر اس طرح دنیا میں عزت ہوتی اور اللہ کا خوف و تقویٰ ہوتا تو سب سے پہلے اور اولین طور پر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کیا کرتے"۔
(رواہ اصحاب السنن)

اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"عورت کی برکت اور فضیلت میں سے یہ بات بھی ہے کہ اس سے آسان شرائط اور آسان طریقے سے پیغامِ نکاح ارسال کیا جائے اس کے مہر کی ادائیگی آسان ہو۔ (رواہ احمد بلین)

۶

نکاح کا اظہار اور اعلان

مستحب ہے کہ نکاح و ازدواج کو ظاہر کر کے اس کا اعلان کیا جائے اور اسے لوگوں کے درمیان مشتہر کیا جائے تاکہ اس کی ادائیگی اور انعقاد کو خاص و عام سبھی لوگ ملاحظہ کریں۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے: نکاح کا اعلان کرو اور اس کو مساجد میں سرانجام دو اور دورانِ نکاح اس پر دف بجاؤ۔ (رواہ الترمذی)

ایک روایت میں ہے:۔ بلاشبہ حلال اور حرام کے درمیان امتیاز اور جدائی نکاح کا علانیہ کرتا ہے۔ پس ہمیں چاہیئے کہ ہم اسراف و فضول خرچی

سے بچیں اور ایسے مظاہر میں تفاخر نہ کریں جو اکثر و عموماً فتنوں اور دینی نقصانات اور مضر اثرات کی وجوہات بنتے ہیں۔

اور ہمیں چاہیئے کہ ہم ایسی فاسد اور غلط عادات سے اجتناب کریں جو آج کل کے لوگوں کے مابین جاری و ساری ہیں۔ مثلاً دولہا کا خواتین کے اندر گھس جانا اور اس کے بھائیوں کا عورتوں کے پاس آدھمکنا اور اس کے رشتہ داروں وغیرہ کا دلہن کے رشتہ داروں سے میل جول اور اختلاط رکھنا اس کے رشتہ داروں کے نزدیک جانا، ان کا کیمروں سے آپس کے فوٹو اتارنا اس طرح کہ انھیں خدا کا کوئی خوف اور حیا و شرم نہ ہو، اور ناجائز و حرام اشیاء پر انھیں غیرت نہ آئے، یا پردہ و مکان کا احترام رخصت ہو جائے۔ اور حرم محترم کا جلال ان کے قلوب سے اٹھ گیا ہو۔ مجھے اپنی عمر کی قسم! یہ انتہائی قبیح اور غلط بات ہے۔ حرمین شریفین میں تو نسبتاً یہ زیادہ قبیح اور گندا و برا فعل ہے اس کے علاوہ شنیع، اور اہل الحرمین میں اس سے بھی زیادہ اشنع ہے۔ ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں اچھا پڑوس اور بہترین ٹھکانا عطا فرمائے۔ آمین!

(۷)

ولیمہ

نکاح اور ازدواج میں یہ اسلام کا مطلوبہ ادب ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں آتا ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"تم ولیمہ کرو خواہ اس میں تمھیں ایک بکری ہی ذبح کرنا پڑے۔"

نیز لازمی ہے کہ ولیمہ پر صرف غنی اور امیر لوگوں کو ہی دعوت نہ دی جائے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث مبارکہ مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

"تمام کھانوں میں سے بدترین اور برا کھانا ولیمہ کا ایسا کھانا ہے جس پر امیر لوگوں کو مدعو کر لیا جائے اور فقیروں کو دعوت نہ دی جائے۔"
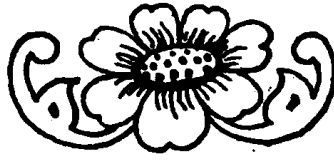
پڑوسیوں پر احسان کرنا

پڑوسی کا حق بہت بڑا ہے اور پڑوسیوں پر احسان کرنا ایمان کے اعمال کی ایک بڑی شاخ ہے۔ پس وہ شخص جس کے پڑوسی اس کے شر سے غیر محفوظ ہوں وہ ایماندار نہیں ہوسکتا اور سلف صالحین رضی اللہ عنہم اجمعین کسی شخص کی اصلاح اور نیکیوں کے دوران اور اس کے رشتہ داروں سے بھلائی کے وقت اپنے ارد گرد کے پڑوسیوں سے حسنِ سلوک کی تعلیم دیا کرتے تھے اور اگر کسی شخص کے بارے میں دریافت کرنا ہو تو اس کے پڑوسیوں سے دریافت کرلیا جائے۔ اگر وہ اچھی اور بہتر تعریف و ثنا کریں تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ یہ شخص اہلِ خیر میں سے ہے۔ ان لوگوں سے اس کا تعلق اور رشتہ ہے جو سنتوں کی اقتداء اور پیروی کرتے ہیں، حسنِ خلق کو مضبوطی سے تھامنے والے ہیں۔ اور ایسے شخص میں کوئی بھلائی اور بہتری نہیں ہے، جسے اس کے پڑوسی ناپسند اور مکروہ خیال کرتے ہوں۔ اور ایک مردِ مسلم و مؤمن کی سعادت و خوش قسمتی

اس بات میں ہے کہ اس کی سکونت کی جگہ وسیع و عریض ہو، اس کا پڑوسی صالح و نیک ہو، اور اس کی سواری خوش کن اور بہترین ہو۔ اسی لیے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو وصیت فرمائی۔ خصوصاً آپ نے حکم فرمایا کہ پڑوسیوں کو ہدایا اور تحائف ارسال کیے جائیں۔ چنانچہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"اے مسلمان خواتین! تم میں سے کوئی عورت اپنی پڑوسن کو نظرِ حقارت سے نہ دیکھا کرے۔ اگرچہ وہ ان کے لیے بطور تحفہ ایک بکری کا حصہ ارسال کر دے۔

اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا میں سے مندرجہ ذیل الفاظ مبارکہ ہیں:۔

اللّٰھمّ انّی اعوذ بك من جار السوء فی دار المقام، فانّ جار الدنیا یتحوّلُ۔

اے اللہ! دار مقام میں، میں تیری پناہ لیتا ہوں بُرے پڑوسی سے کیونکہ دنیا کا پڑوسی بدلتا اور تبدیل ہوتا رہتا ہے۔

اور ایک شاعر نے کہا ہے:۔

یلوموننی ان بعتُ بالرخص منزلی
ولم یعلموا جارًا ھناك ینغص
فقلت لھم کفّوا الملام فانّما
بجیرانھا تغلوا الدیار وترخص

اگر میں اپنا گھر سستا فروخت کروں تو لوگ مجھے لعن طعن کرتے ہیں لیکن انھیں یہ علم نہیں کہ وہاں پڑوسی نے میری زندگی کو بدمزہ اور گدلا کر دیا ہے میں نے انھیں کہا کہ تم مجھے لعن طعن نہ کرو کیونکہ مکان اپنے پڑوسیوں کی وجہ سے مہنگے اور سستے ہوا کرتے ہیں۔

اور کافر پڑوسی کا بھی یہ حق ہے کہ بطور پڑوسی اس سے حُسنِ سلوک اختیار

کیا جائے تاہم مسلمان پڑوسی کے دو حقوق ہیں، ایک تو اس کا حقِ اسلام ہے اور دوسرا پڑوسی کا حق ۔

مسلمان رشتہ دار پڑوسی کے تین حقوق ہیں ۔ ایک تو اسلام کا حق، دوسرا اس کے پڑوس کا حق اور تیسرا حقِ قرابت یا رشتہ داری کا حق ۔

پس ایک مسلمان پر لازم ہے کہ پڑوس اور جوار کے متعلق جو حقوق ہیں ان کا لحاظ رکھ کر وہ ان پر عمل پیرا اور گامزن ہو۔
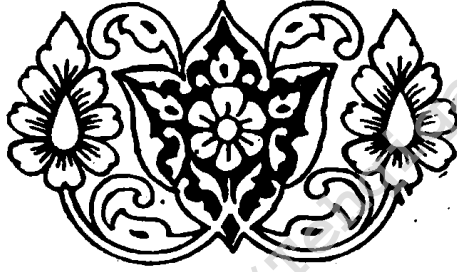
پڑوسی کے حقوق
کا لحاظ رکھنے کے بارے میں
تاکیدی ارشادات

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان فرمائی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:۔

"جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام بحکم خداوندی مجھے پڑوسی کے حقوق ملحوظ رکھنے کی تاکید کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ پڑوسی کو وراثت میں سے حق دیا جائیگا۔"

امام بخاری، حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"جو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے اپنے پڑوسی پر احسان کرنا چاہیئے۔ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے اپنے مہمان پر احسان واکرام کرنا چاہیئے۔ جس مسلمان کا اللہ اور یوم حساب پر یقین ہو، اس کو نیکی اور بھلائی کی بات کرنی چاہیئے یا خاموش رہنا چاہیئے۔

پڑوسی کے حقوق

امام بخاری رحمہ نے اپنی سند کے ساتھ سیدنا حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان فرمائی ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے زنا کے بارے میں دریافت فرمایا، تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا یہ تو ایسا حرام اور ناجائز کام ہے جسے اللہ اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام اور ناجائز قرار دیا ہے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:۔

"اگر کوئی شخص دس عورتوں سے زنا کرے تو یہ اتنا گناہ نہیں جس قدر کہ یہ زبردست گناہ ہے کہ کوئی شخص اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کرے۔"

اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے چوری کے گناہ کے بارے میں دریافت فرمایا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

اجمعین نے فرمایا۔ یہ تو ایسا حرام اور ناجائز کام ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام اور ناجائز قرار دیا ہے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:۔

"اگر کوئی شخص دس گھروں میں سے ڈاکہ ڈالے اور چوری کرے تو اس سے بدتر اور سخت گناہ یہ ہے کہ وہ اپنے پڑوسی کے گھر سے چوری کرے۔"
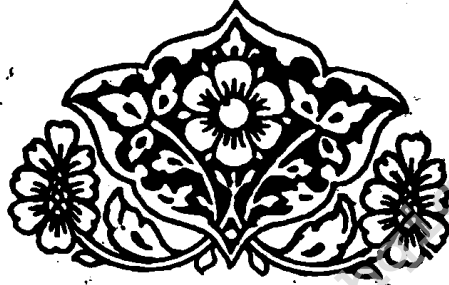
پڑوسی کی جانب

ہدیہ ارسال کرنا

امام بخاری نے سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت فرمائی ہے کہ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

جبرائیل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے بارے میں مسلسل اور لگاتار وصیت و تاکید خیر خواہی کرتے رہے، حتیٰ کہ میں نے یہ گمان فرمایا کہ آپ پڑوسی کو وراثت کا حق دار قرار دیدیں گے۔"

اور سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کے لیے بکری ذبح کی گئی تو آپ نے اپنے غلام سے یہ دریافت کیا آپ نے ہمارے پڑوسی یہودی کو ہدیہ ارسال کیا ہے؟ کیونکہ میں نے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جبرائیل مجھے میرے پڑوسی کے بارے میں نصیحت اور تاکید فرماتے رہے، حتیٰ کہ میں نے یہ گمان کیا کہ آپ پڑوسی کو وارث قرار دیں گے۔

امام بخاری ؒ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مندرجہ ذیل روایت بیان فرمائی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:۔

ما زال جبرائیل یوصینی بالجار حتیٰ ظننت انہٗ سیورثہٗ

جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے پڑوسی کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید مسلسل فرماتے رہے حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ پڑوسی کو وارث بنادے گا۔

۱

اس پڑوسی کو ہدیہ ارسال کیا جائے جس کا دروازہ قریب اور نزدیک ترین ہو

سیدنا حضرت امام بخاری نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرمایا ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے دو پڑوسی ہیں، میں ان میں سے کس پڑوسی کی طرف ہدیہ ارسال کروں؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، کہ تم اس عورت کی جانب ہدیہ ارسال کرو جو تمھارے دروازے کے نزدیک تر ہو۔

پڑوسی وہ ہے جس کا گھر سب سے زیادہ نزدیک ہے

سیدنا حضرت امام بخاری ؒ نے جناب حسن ؒ سے روایت فرمائی ہے کہ حضور پُر نور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پڑوسی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پڑوسی کے چالیس گھر، اس کے گھر سے آگے چالیس گھر، اس کی دائیں جانب اور چالیس گھر، اس کے گھر کی بائیں جانب۔

سیدنا حضرت امام بخاری فرماتے ہیں کہ جناب سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قریبی گھر کو چھوڑ کر دور کے گھر سے ابتداء نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ دور کے گھر کی بجائے نزدیکی گھر سے ابتداء کرنی چاہیئے۔

پڑوسی کے لئے دروازے بند کر لینے کی ممانعت

سیدنا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہمیں ایک ایسے وقت سے سابقہ پڑا۔ یا آپ نے اس روایت کو یوں بیان فرمایا کہ کوئی شخص اپنے دوسرے مسلم بھائی کو درہم و دینار دیتا تھا تو یہ اس کے لیے انتہائی قابلِ فخر و احترام چیز ہوا کرتی تھی لیکن اب تو ایسا وقت آیا ہے کہ ہم میں سے ہمارے کسی مسلمان بھائی کو اپنے بھائی کی نسبت درہم و دینار زیادہ محبوب اور پیارے ہیں۔ میں نے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:۔

"بہت سے ایسے پڑوسی ہیں جو کہ قیامت کے دن اپنے پڑوسی سے متعلق ہوں گے اور ان میں سے ایک یہ کہے گا اے اللہ! اس نے میرے لیے اپنے گھر کے دروازے بند کر لیے اور میرے ساتھ بھلائی اور نیکی نہیں کی۔"

اپنے پڑوسی کو کھانا کھلائے بغیر خود سیر ہو کر نہیں کھانا چاہیئے

سیدنا امام بخاری، سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ جناب ابن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:۔

"وہ شخص مؤمن نہیں جو خود تو سیر ہو کر کھانا کھاتا ہے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہوتا ہے"

"سالن پکاتے ہوئے اس کا شوربہ زیادہ بنا کر پڑوسیوں میں تقسیم کرنا چاہیئے"

سیدنا حضرت امام بخاری رح، جناب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین باتوں کی تاکیدی نصیحت فرمائی ہے کہ میں مسلمان حاکم کے حکم اور بات کو سُن کر اس کی اطاعت کروں، خواہ ایسے حاکم کی جس کے جسم کے اعضاء اور اطراف کٹے ہوئے ہوں۔

اور جب تم شوربہ بناؤ تو اس کو زیادہ بناؤ اور اس کے بعد اپنے پڑوسیوں کے اہلِ بیت کو دیکھو اور اس شوربہ میں سے اپنے پڑوسیوں کو بھلائی اور خیرات سے دو اور نماز کو اس کے اوقات پر ادا کرو، اگر تم یہ دیکھو کہ امام نے نماز پڑھ لی ہے تو تم بھی نماز محفوظ کر لو ورنہ تمھاری نماز نفل ہوگی۔

سیدنا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"اے ابوذرؓ! جب آپ شوربہ پکائیں تو شوربہ زیادہ اور بکثرت پکائیں اور اپنے پڑوسیوں کا لحاظ اور خیال رکھیں۔ یا آپؐ نے فرمایا کہ اس شوربے کو اپنے پڑوسیوں میں تقسیم کرو۔"

نوکروں اور خدام وغیرہ پر احسان کرنا

سیدنا حضرت معرور بن سوید رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے ایک قیمتی حُلّہ پہن رکھا ہے اور آپ کے غلام نے بھی ایک حُلّہ زیبِ تن کر رکھا ہے۔ میں نے آپ سے اس حُلّہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا۔ میں نے ایک شخص کو بُرا بھلا کہا لیکن اس نے میری شکایت حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کر دی، تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"تم نے اسے اس کی ماں کی جانب سے عار دلائی ہے۔ بلاشبہ تم ایک ایسے مرد ہو کہ تم میں جاہلیت ہے۔ پھر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تمہارے نوکر نوکرانیاں تمہارے بھائی بہنیں ہیں، انھیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ چنانچہ جس کسی کا بھائی اس کے ماتحت ہو تو اس کو چاہیئے کہ وہ اپنے نوکر کو بھی وہی چیز کھلائے جو کہ

وہ خود کھاتا ہے اور اس کو وہی لباس پہنائے جو کہ وہ خود پہنتا ہے اور اپنے نوکروں کو ایسی کسی بات کی زحمت نہ دیجیے جس کو سرانجام دینے سے وہ عاجز اور قاصر ہوں، اگر تم انھیں تکلیف مالایطاق دو تو ان کی امداد اور تعاون کریں۔

(حدیث ہذا کو بخاری اور مسلم شریف نے روایت فرمایا)

جناب معرور بن سوید رض، سیدنا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ربذہ کے مقام پر ملے۔ ربذہ اور مدینہ منورہ کے درمیان تین مراحل کا فاصلہ ہے، چنانچہ معرور رض نے دیکھا کہ سیدنا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے خود بھی حُلّہ (قیمتی لباس) زیبِ تن فرما رکھا ہے اور آپ کے خادم نے بھی، تو معرور بن سوید رض نے سیدنا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ جس طرح سیدنا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے قیمتی حُلّہ زیبِ تن فرما رکھا ہے اسی طرح کا حُلّہ آپ کے خادم نے بھی پہن رکھا ہے، یہ تو غیر معمولی اور انوکھا و عجیب واقعہ ہے، تو سیدنا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ اور سبب کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ مذکورہ خادم کو سیدنا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ڈانٹتے ہوئے کچھ سخت الفاظ فرما دیے، اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنے نوکر اور خادم کو اس کی والدہ کی عار دلائی اور اس کا عیب بیان کیا اور اس کو یہ فرمایا۔

"اے عجمی عورت کے بیٹے، اے حبشن کے بیٹے" (ابن السوداء) یا اس طرح کے کچھ اور کلمات۔

لیکن سیدنا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے خادم اور نوکر نے اس بات کا شکوہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کر دیا۔ تو حضور نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:۔
"کیا آپ نے اسے اس کی والدہ کی عار دلائی ہے؟"
گویا حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو ناپسند فرمایا۔ کیونکہ والدہ کا جھگڑے اور لڑائی میں کوئی دخل نہیں اور کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔
اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے محبوب صحابی سیدنا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:۔
"آپ ایسے مرد ہیں کہ آپ میں ضد اور طبیعت میں سختی ہے، یا جاہلیت کی خصال وعادتوں میں سے ایک عادت وخصلت ہے، جنہیں اسلام نے موقوف کر دیا ہے کہ ان کے ذریعے مسلمان جھگڑا کریں۔"
اور جھگڑا یہاں تک بڑھا کہ باپ اور ماں کو برا بھلا کہا جانے لگا۔ جس کا انجام ماں باپ کو گالی دینے والے کا گنہگار ہونا ہے۔
بعد ازاں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ایسی وصیت ارشاد فرمائی جو انتہائی قیمتی وقابلِ قدر ہے اس پر مزید یہ کہ اس سے خادموں اور نوکروں کی شان وشوکت اور عظمت ورفعت میں اضافہ ہوا۔ چنانچہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو واضح اور مترشح فرما دیا کہ خدام اور غلام ہمارے دینی اور اسلامی بھائی ہیں اور انسانیت میں ان کے حقوق ثابت وواضح ہوتے ہیں۔
ظاہری الفاظ کا تقاضا تو یہ تھا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثِ مبارکہ اس طرح ہوتی "خولکم اخوانکم"
تاہم حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصل کو مقدم فرمایا اور اس کی

تاخیر فرمائی تاکہ اخوت کا اہتمام کیا جاسکے اور خدمت و خادم کو بھولنا درست نہیں اور خدمت تو فقط اعانت ہے۔ چنانچہ ہمارے لیے یہ جائز و درست نہیں کہ ہم خدمت کو تحقیر و اہانت اور ذلت کا سبب و وجہ قرار دیں۔ چنانچہ صرف اخوت اور بھائی چارہ ہی تعظیم و تکریم اور اکرام و تبجیل کی وجہ اور سبب ہے تو اخوت، بھائی چارے اور برادری کے ساتھ اگر خدمت، مساعدت، تعاون اور امداد کو ملا لیا جائے اور مساعدت و امداد شامل ہو۔

اگر کوئی یہ خیال کرے کہ وہ خادم کو کھانا کھلاتا ہے، اس کو پانی وغیرہ پلاتا ہے، لباس پہناتا ہے یا مکان رہنے کے لیے دیتا ہے یا اس کی خدمت کے بدلے وہ اس کو اجر و معاوضہ دیتا ہے، تو اس کو یہ بات ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ خادم اس کے لیے ایسے امور سرانجام دیتا ہے جن کے لیے وہ اپنی زندگی میں انتہائی مجبور و بے بس ہوا کرتا ہے اور عموماً خادم و نوکر کے سوا ان امور کو سرانجام بھی نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی ان امور کو سرانجام دینا کوئی آسان کام ہے۔

چنانچہ آپ کا خادم و نوکر آپ کے نقص و عیب کی تکمیل کرتا ہے، اپنا قیمتی وقت تمہارے لیے صرف کرتا ہے، تمہارے مقصود اور غرض کو پورا کرتا ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو اس وقت کو تصور میں لاؤ جبکہ تمہارے ہاں کوئی خادم نہیں ہوتا، تمہارے جملہ امور اور کام کس طرح خادم اور منجھے ہوئے نوکر کے بغیر معطل ہو جاتے ہیں اور تمہاری متحرک زندگی تھم جاتی ہے۔ نظامِ زندگی مختل ہو جاتا ہے اور ضروریات و حاجات مشکل ہو جاتی ہیں۔

پس وہ شخص جو تمہارے جملہ امور اور ضروریات کے لیے کافی و مددگار ہوتا ہے، تمہاری مصالحات اور حکمتوں کو جان کر پورا کرتا ہے وہی تمہاری امداد

کرنے کے لائق ہے اور تمھاری رعایت و حفاظت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ تمھارے یہ خادم اور نوکر تمھارے بھائی ہیں جنھیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمھارے ماتحت کر دیا ہے اور انھیں تمھارے ماتحت بنا کر تمھیں طاقت اور اتھارٹی دی ہے۔ نیز حسنِ سلوک کی صورت میں تمھارے لیے اجر و ثواب لکھ دیا ہے۔ تمھارے بھائی تمھارے ماتحت ہیں۔ یہ از خود اور ان کی اپنی پسند و اختیار کے مطابق ہے۔ پس آپ پر یہ بات واجب ہے کہ آپ ان کا لحاظ رکھیں اور ان پر احسان و اکرام کریں۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا	ترجمہ:۔ اور اللہ کی بندگی کرو، اور
تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ	اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں
بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي	باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ
الْقُرْبٰى .... وَمَا مَلَكَتْ	داروں سے ... اور اپنی باندی
اَيْمَانُكُمْ [1]	غلام سے۔

لہٰذا آپ انھیں اسی جنس سے کھانا کھلائیں جس طرح کا کھانا آپ خود کھاتے ہیں، اپنے کھانے کے سوا ان خادموں کے لیے الگ کھانا تیار نہ کرو۔ اور خود جیسے زندگی بسر کرتے ہو، اس کے علاوہ اور کوئی زندگی ان کے لیے انتخاب نہ کرو۔ تم ایسا غلہ اور اناج کیسے خرید سکتے ہو جس کو نوکر پیستا ہے، اس کو تیار کرتا ہے اور پیسنے، پسوانے اور اس کی تیاری کے دوران وہ اس کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اس کا ہاتھ اس کی تیاری میں کام و عمل کرتا ہے۔ چنانچہ آپ اس تمام کھانے کو کھا لیتے ہیں اور اپنے خادم کے لیے کچھ نہیں بچتا۔ کیا آپ اس کی

---

[1] پ ۵۔ سورۃ النساء، آیت ۳۶

آنکھوں کے زہر سے نہیں بچتے ؟ -

اگر تمھارا کھانا گوشت ہو، یا چاول یا سبزی یا حلوہ ہو تو ان تمام اشیاء میں سے اپنے خادم کے لیے کچھ نہ کچھ باقی رکھیئے گا اور ان میں سے بعض اشیاء اس کے لیے چھوڑ کر اس پر ظلم و زیادتی نہ کریں اور اپنے آپ کو تکبر و غرور اور بڑائی و فخر سے بچائیں۔ اگر تمھارا یہ خادم یا نوکر نہ ہوتا تو آپ اس قدر لذیذ کھانا تناول نہ کرتے اور اس قدر میٹھی اور لذیذ چیز کو نہ پی سکتے۔

اسی طرح آپ اپنے نوکروں کو بھی ویسا ہی لباس پہنائیں جیسا کہ آپ خود پہنتے ہیں، خواہ یہ لباس من کل الوجوہ اس لباس کی مانند نہ ہی ہو۔ کیونکہ مقصود اور مدار و انحصار تو غم خواری اور غم گساری پر ہے۔ مساوات اور ہر لحاظ سے برابری ضروری نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک میں ہے کہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

"جب تم میں سے کسی شخص کا نوکر اور خادم اس کے لیے کھانا لے کر حاضر خدمت ہو تو اگر وہ اس کو اپنے ہمراہ نہ بٹھائے تو اس کو چاہیئے کہ وہ اس کو ایک لقمہ پکڑا دے یا دو لقمے دے دے یا ایک نوالہ یا دو نوالے دے دے۔ کیونکہ وہ اس کی پختگی اور مضبوطی (خوراک کھلانے کی صورت) میں اس کا دوست اور ساتھی ہے۔" (رواہ البخاری)

پس غرض و مقصود یہ ہے کہ ان کے نفوس قناعت پسند ہوں۔ اور یہ اپنی حالت پر راضی رہیں اور ہمیں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اطہر نے اس امر سے مطلع فرمایا ہے کہ ہم اپنے خدام کو ایسے امور اور کاموں کی تکلیف نہ دیں جو ان کے لیے شاق، مشکل اور ناممکن ہوں۔ ان کی قوت سے باہر ہوں

ان کی جدوجہد سے ناممکن اور محال ہوں۔ بلکہ ان کو ایسے ہی امور اور معاملات کی تکلیف دی جائے جو آسان اور قابلِ عمل ہوں۔ جس سے کہ خادم اور نوکر گھبرا اور اُکتا نہ جائے۔

اگر ہم اپنے خدام کو امورِ شاقہ اور مشکل ترین کاموں کی تکلیف دیں تو ہمارے لیے واجب اور ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنی جانوں سے ان کی امداد اور تعاون کریں یا اپنی خدمت کے لیے ان کی صحیح رہنمائی کریں۔

حدیثِ مذکورہ میں اپنے خدام سے تعاون اور امداد کی تلقین ہے۔ اور خادموں و نوکروں کی امداد و تعاون کے بارے میں ہے، ان کے درجہ اور فضیلت کی بلندی کے بارے میں ہے۔ ان کے حقوق کی تنبیہ اور آگاہی کے متعلق ہے کہ ان کے سرداروں اور ائمہ سے فرائض اور غلاموں کے حقوق پورے کیے جائیں۔ اور اہلِ خاندان کو اس امر کی ہدایت کے بارے میں ہے کہ وہ اپنے خدام سے عدل و انصاف کریں اور وہ اخوت و مودّت کے رابطہ کو نہ بھولیں، نہ ہی منافع کے باہمی تبادلہ سے گریز کریں۔

اس حدیث مبارکہ میں اس بات کی نہی اور ممانعت ہے کہ ہم اپنے غلاموں کو بُرا بھلا کہیں اور اس سلسلے میں اپنے غلاموں و خدام کے ماں باپ کو بُرا بھلا نہ کہیں جس سے انھیں گزند اور تکلیف پہنچتی ہو۔ یا خدام کی قدر و قیمت، اور عزت و منزلت گرتی ہو۔

پس اسلام کا یہ نظامِ عدالت و انصاف ہے۔ یہ اس کا موقف ہے کہ غلاموں اور نوکروں کے ساتھ نرمی اور بہترین سلوک کیا جائے۔ اسلام کی تعلیم اور ترغیب یہ ہے کہ کارکنوں کی بھلائی اور خیر خواہی کو مدِّنظر رکھا جائے۔

کیا نوکروں اور خادموں کے سلسلے میں دین میں اس کے بعد بھی غلامی اور ذلت کی کوئی صورت باقی رہتی ہے؟ ہرگز نہیں!

تو یہ دین کس قدر عظیم ہے اپنی شریعت میں اور اپنی دائمی سنہری تعلیمات میں، جو کہ خاص و عام اور چھوٹے بڑے سبھی کو شامل ہیں۔
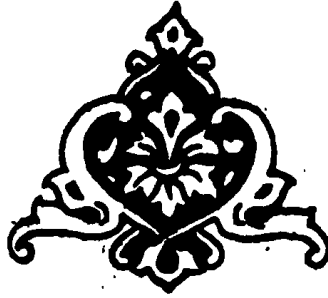
صِلۂ رحمی

یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ امتِ اسلامیہ ان تمام اسلامی خانوادوں اور قبائل کا مجموعہ ہے جو مسلمان افراد پر مشتمل ہے۔ چنانچہ جب خاندانوں کے جملہ افراد آپس میں متصل و مربوط اور منظم ہوں گے، قبائل اور اسلامی خانوادے مربوط اور پیوستہ ہوں گے تو اس وقت امتِ اسلامیہ کما حقہٗ اسلامی امت کہلانے کی حقدار ہوگی اور حقیقی مسلمان ہوگی اور جو کچھ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کو حکم فرمایا ہے، وہ اسے قائم کرنے والی ہوگی، اسلام کے حدود کے نزدیک کھڑی ہونے والی ہوگی۔ یہ معززہ اور قابلِ ادب و ستائش، رعب و دبدبہ سے مملو اور صالحہ و پاکیزہ ہوگی۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس امت کو زمین میں باقی رکھنا ہے۔ اور اس کے افراد کو بھی، تاکہ وہ اپنے پسندیدہ اور مختار آخری دین کو بھی باقی رکھے اور اس کے لیے "سلطان"، قوت و شوکت قائم فرمائے۔ جو اس کے ساتھ مکر و فریب کرے وہ اس کی امداد و

نصرت کرے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کی امت "خیر امت" ہے۔ جو کہ لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے جو نیکی کا حکم دیتی ہے اور برائی و بے حیائی سے منع کرتی ہے۔

تو اے برادرانِ امتِ مسلمہ! یہاں سے ہمارے لیے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ وہ کونسی حکمتِ الٰہیہ عادلہ ہے جس سے قطع رحمی کو جرم اور قابلِ سزا گناہ قرار دیا گیا ہے اور ایسے لوگوں کی عاقبت بد اس لیے ہے کہ وہ اس واجب اور لازمی امر کو ادا نہیں کرتے جو حقوق ان کے قبیلہ کے لیے واجب ہوئے ہیں یا قوم کے لیے ہیں۔ نیز اس لیے کہ ان کو اس کی کوئی پروا نہیں ہوتی کہ قطع رحمی سے کس قدر ضررِ عام و خاص ہوتا ہے۔ یہ ضرر و نقصان قوم و قبیلہ اور خاندانوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ جس کے لیے پسند فرماتا ہے اس کو توفیق ارزانی فرماتا ہے اور جس امر کے لیے پسند فرمانا چاہے، بلاشبہ وہ حکمت اور خبر والا ہے۔

اور "رحم" کی دو قسمیں ہیں "عام" اور "خاص"۔

رحم عام تو وہ دینی اور اسلامی رابطہ و تعلق ہے جو تمام مسلمانوں کے افراد کے بعض میں سے بعض افراد کو ملاتا اور ان کا رابطہ و تعلق قائم کرتا ہے اور یہ رابطہ و تعلق زمین کے تمام ٹکڑوں میں ہوا کرتا ہے۔ یہ وہ دینی و مذہبی رابطہ و تعلق عظیم و جلیل القدر ہے جو بطور انعام اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو عطا فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اس عظیم و جلیل القدر رشتہ سے بھائی بھائی ہیں۔ حتیٰ کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ [۱] ترجمہ: مسلمان مسلمان بھائی بھائی ہیں

---

[۱] پ۲۶۔ سورۃ الحجرات، آیت ۱۰

اورارشاد ربانی ہے:۔

فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖۤ اِخْوَانًا[1]

ترجمہ:۔ تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی ہو گئے۔

یہ وہ "عام رحم" ہے جس کا جوڑنا اور ملانا باہمی محبت وعاطفت، خیر خواہی اور بھلائی، عدل وانصاف اور واجب وضروری حقوق کی ادائیگی سے ہوتا ہے اور ان واجب حقوق کو قائم کرتے ہوئے حسب استطاعت اور حتی المقدور اسلامی معاشرے کی بھلائی اور شہادت وغیابت میں اس کا دفاع کرنا ہے۔

"رحم خاص" وہ رشتہ داری اور تعلق ہے جو کہ خاندان کے افراد کو باہم مربوط کرتا ہے اور جوڑتا ہے اور بعض افراد کا بعض افراد سے رشتہ ملاتا ہے۔ جیسے والد، چچا، ماموں وغیرہ کا رشتہ۔

یہ وہ "رحم خاص" ہے جس کو ملانا واجب ہے اور اسی سے رحم عام بھی متصل ہوتا اور جڑتا ہے۔ اس میں مزید پختگی اور استحکام اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ اقارب اور رشتہ داروں پر خرچ کیا جائے اور جب رشتہ داروں سے غلطیاں سرزد ہوں تو اس طرح ان سے عفو ودرگزر اور اصلاحی اقدام سے مزید حفاظت کی جا سکتی ہے۔

غرضیکہ صلہ رحمی اپنی ہر دو اقسام کے ساتھ خیر وبھلائی، خیر خواہی اور اچھائی کے رستوں پر لے جاتی ہے اور اچھائی اور بھلائی کا موقع میسر آتا ہے۔ اور برائیوں وگناہوں کا دفاع اور بچاؤ ممکن ہو جاتا ہے۔ یہ سب کچھ حسب استطاعت اور طاعت وفرمانبرداری سے ہوتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

---

[1] پ ۴۔ سورۃ النساء، آیت ۱۰۳۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ؟ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ۔ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ، اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا [1]

ترجمہ:۔ تو کیا تمھارے یہ لچھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمھیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور انھیں حق سے بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں، تو کیا وہ قرآن کو سوچتے نہیں یا بعضے دلوں پر ان کے قفل لگے ہوئے ہیں۔

صحیحین میں یہ حدیث پاک سیدنا حضرت جابر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ

قاطع رحم جنت میں داخل نہ ہوگا۔

حدیث ہذا کا مفہوم و مطلب یہ ہے کہ قطع تعلقی کرنے والا سابقین کے ہمراہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ بلکہ جنت میں اس کا داخلہ مناسب حد تک مؤخر کر دیا جائے گا۔ اس طرح کہ اس کی عقوبت اور سزا کی مدت اور عرصہ پورا کرنا ہوگا۔ کیونکہ اس نے واجب حقوق میں تفریط سے کام لیا اور ناجائز امر کا ارتکاب کیا یعنی اس امر کو منقطع اور منفصل کر دیا جس کو جوڑنے اور ملانے کا حکم اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

صحیحین میں سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث پاک

---

[1] پ ۲۶ ۔ سورہ محمد، آیت ۲۲ تا ۲۳ ۔

ہے کہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

مَنْ اَحَبَّ اَنْ	جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ
يُّبْسَطَ فِي رِزْقِهٖ	اس کے رزق و روزی میں کشائش و
وينسأ له في اثره	برکت اور عمر میں اضافہ کی گنجائش
فليصل رحمهٗ	ہو تو اس کو صلہ رحمی کرنا چاہیئے۔

اور عمر کے مؤخر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عمر میں تاخیر اور زیادتی ہوگی۔ اس طرح کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے رزق میں برکت عطا فرمائیگا اور اس کی عمر میں بھی اس کو اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائی جائیگی۔ اور ایسی ایسی نیکیاں کرنے کی توفیق بخشی جائے گی جن کی سرانجام دہی میں وہ شخص بھی ناکام و نامراد ہوگا جس کی عمر اس شخص کی نسبت لمبی و طویل اور رزق و دولت کثیر ہوگی۔

بزار نے اسناد جید سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے روایت فرمائی ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

مَنْ سَرَّهٗ ان يمدّ لهٗ	جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اس کی
فِي عمره و يوسع لهٗ فِي	عمر میں اضافہ ہو، اس کے رزق میں فراخی
رزقه و يدفع عنه	اور وسعت ہو، اس سے بُرائی کا فور،
ميتة السوء فليتّق الله	اور عذاب ٹل جائے تو اس کو اللہ کا خوف
وليصل رحمهٗ۔	کرنا چاہیئے اور صلہ رحمی کرنی چاہیئے۔

طبرانی شریف میں اسناد حسن کے ساتھ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیثِ مبارکہ مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

قال الله عزّ و جلّ :۔	اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

انا اللہ وانا الرحمٰن ان اللہ یعمر بالقوم الدیار و یثمر لھم الاموال ما نظر بعضھم الی بعض۔ قیل: وکیف ذالک یارسول اللہ؟ قال بصلتھم ارحامھم

میں اللہ ہوں اور میں رحمٰن ہوں۔ بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ قوم سے ممالک کی تعمیر فرماتا ہے اوران کو بے پناہ مال و دولت عطا فرماتا ہے جب تک کہ ان میں سے بعض، بعض کی طرف دیکھتے رہیں۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کس طرح؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان کی صلہ رحمی اور رشتے استوار کرنے کی وجہ سے۔

ترمذی شریف میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ صحیح حدیثِ مبارکہ ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

"اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، میں اللہ ہوں۔ میں رحمٰن ہوں۔ میں نے رحم کو پیدا فرمایا اور رحم کے لیے میں نے اپنے اسماء (ناموں) میں سے ایک نام نکالا۔ پس جس نے رحم کو جوڑا، میں اس کو متصل کروں گا اور جس نے رحم کو منقطع کیا میں اس کو منقطع کروں گا۔"

بخاری شریف میں اسنادِ صحیح کے ساتھ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اطہر سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

لیس الواصل بالمکافیٔ ولکنّ الواصل الذی اذا قطعت رحمہ وصلھا۔

صلہ رحمی کرنے والا وہ شخص نہیں جو بدلہ دے کر دوسروں سے بے نیاز کر دے، بلکہ درحقیقت وہ شخص صلہ رحمی کرتا ہے جو منقطع شدہ اور کاٹے ہوئے رشتے کی

حدیث بالا کا معنی یہ ہے کہ جس نے صلہ رحمی کی اور دوسرا شخص صلہ رحمی پر آمادہ ہوگیا تو وہ اپنے رشتہ داروں کی صلہ رحمی پہ ان کو بدلہ اور جزا کے طور پر ان سے صلہ رحمی کر رہا ہے۔ چنانچہ یہ کامل اور پوری رشتہ داری کرنے والا نہیں۔ بلکہ درحقیقت صلہ رحمی کرنے والا شخص وہ ہے جس کے ساتھ کوئی قطع رحمی کرتا ہے تو وہ اس سے رشتہ داری کو جوڑتا ہے۔

مسلم شریف نے اپنی صحیح میں یہ حدیث پاک روایت فرمائی ہے کہ" ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن کے ساتھ میں صلہ رحمی کرتا ہوں تو وہ مجھ سے رشتہ توڑ دیتے ہیں۔ میں ان پر احسان کرتا ہوں لیکن وہ میرے ساتھ برائی اور بدسلوکی کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ حلم سے پیش آتا ہوں لیکن وہ مجھ سے جہالت کا سلوک کرتے ہیں۔ تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو جو جواب عطا فرمایا وہ اس طرح ہے:۔

اِنْ کُنْتَ کما قُلْتَ فکانما تسفهم الملّ .... الرّماد الحارّ . . ولا یزال معك من الله ظهیر مَا دُمْتَ علی ذٰلك ۔	اگر واقعی تم اسی طرح ہو جیسا کہ تم نے کہا ہے تو گویا تم ان کو سخت گرم ریت میں پاگل اور بیوقوف بنا رہے ہو۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے تمھارا ایک مددگار و معاون ہمیشہ تمھاری حمایت فرمائے گا۔ جب تک کہ تم اسی طرح اسی حالت پر قائم رہو گے۔

٭

اور صحیح ابن حبان میں سیدنا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

کہ آپ نے ارشاد فرمایا، مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصالِ خیر کی نصیحت و تاکید فرمائی ہے، مجھے حضورؐ نے یہ حکم فرمایا ہے کہ میں اپنے آپ سے بالاتر اور بلند مرتبہ والے لوگوں کی جانب نہ دیکھوں بلکہ اپنے سے کمتر اور غریب لوگوں کی طرف نگاہ کروں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے مسکینوں سے محبت کا حکم فرمایا ہے۔ نیز یہ ارشاد فرمایا کہ میں ان کے نزدیک اور قریب ہوں۔ مجھے آپ نے فرمایا ہے کہ خواہ میرے رشتہ دار مجھ سے پیٹھ ہی کیوں نہ پھیر لیں۔ میں ان سے صلہ رحمی کروں، اور مجھے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری میں کسی ملامت کرنے والے کی پروا نہ کروں۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ میں حق اور سچ بات ہی کہوں، خواہ یہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو۔ حضورؐ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں "لا حول ولا قوۃ الّا باللہ العظیم" بکثرت پڑھا کروں۔ کیونکہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

ترمذی شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ صحیح حدیثِ پاک مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

ما من ذنبٍ احریٰ ان	کوئی ایسا گناہ نہیں جس کی عقوبت اور
یعجل اللہ لصاحبہ	سزا دنیا میں اس کے مرتکب کو جلدی
العقوبۃ فی الدنیا	نہ ملے اس کے علاوہ آخرت میں بھی
مع ما یدخر لہ فی الاٰخرۃ	اس کو گناہ اور جرم لکھا جاتا ہے
من البغی و قطیعۃ	(دنیا اور آخرت دونوں میں) قطع
الرحم۔	رحمی کے گناہ کی سزا ملے گی۔

طبرانی شریف میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:۔

"انتہائی بھلی اور نیک اور جلدی سے ثواب عطا کرنے والی اچھائی، اور بھلائی صلہ رحمی ہے۔ حتیٰ کہ بعض گھرانوں کے لوگ فاجر، فاسق ہوتے ہیں لیکن صلہ رحمی کی بدولت ان کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور مال و دولت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔"

امام احمد رحمہ اللہ نے اسناد صحیح کے ساتھ یہ روایت بیان فرمائی (اس روایت کے راوی ثقہ ہیں) کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث پاک مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

انّ اعمال بنی اٰدم تعرض کُل خمیس ولیلۃ جمعۃ فلا یقبل عمل قاطع رحم	ہر جمعرات کو بنی آدم کے گناہ بارگاہ رب العزت میں پیش کیے جاتے ہیں اور قطع رحمی کرنے والے کا کوئی نیک عمل قطع رحمی کی وجہ سے شرفِ قبولیت اور باریابی حاصل نہیں کرتا۔

طبرانی شریف میں سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے بعد ایک حلقہ میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

انشد اللہ قاطع رحم؛ قال انا۔ قال فاخرج عنّا فانا نرید ان ندعوا ربنا، وانّ ابواب السماء مغلقۃ دون قاطع رحم۔	میں تمھیں اللہ کا واسطہ دیکر تم سے یہ دریافت کرتا ہوں کہ تم میں قاطع رحم کون ہے؟ تو ایک شخص نے عرض کیا میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! حضور نے فرمایا یہاں سے چلے جاؤ کیونکہ ہم اپنے پروردگار سے دعا کرنا چاہتے ہیں اور قاطع رحم کے لیے آسمان کے دروازے بند ہیں۔

زنا سے خاندان تباہ و برباد ہو جاتے ہیں

قتل و کفر کے بعد زنا کبیرہ گناہوں میں سے ایک کبیرہ گناہ ہے۔ کیونکہ زنا کی عار سے بہت بڑے اونچے گھرانوں کی عزت خاک میں مل جایا کرتی ہے اور بڑے بڑے اونچے سر اس کی وجہ سے خمیدہ ہو کر جھک جاتے ہیں۔ زنا کی وجہ سے انتہائی دلیر اور بہادر افراد بزدل اور ڈرپوک ہو جاتے ہیں اور ایسی بزدلی کا شکار ہوتے ہیں کہ کوئی دوسری بزدلی اور ڈرپوک ہونا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

اور زنا ایک انتہائی سیاہ دھبہ و کلنک کا ٹیکہ ہے جو کہ اگر کسی خانوادے کی تاریخ سے ملحق ہو تو اس کے تمام سفید صفحات کو سیاہی میں ڈبو دے گا زنا ایسا گھناؤنا اور اندھیرا جرم ہے جو اگر کسی قوم میں ہو تو اس کی برائی صرف خاندان کی اس عورت اور خاتون تک محدود نہیں ہوتی بلکہ یہ متعدی برائی دوسرے افراد کو بھی اپنی زد اور لپیٹ میں لے کر بھسم کر دیتی ہے۔

چنانچہ ایک مچھلی سارے جل کو گندا کر دیتی ہے اور دیکھنے والوں کی نگاہوں میں ان زانی عورتوں اور مردوں کے بارے میں جو تصور پیدا ہوتا ہے اس کے اثرات مستقبل میں بھی باقی رہتے ہیں۔ یہ وہ عار اور شرمندگی ہے جس کی عمر انتہائی طویل اور لمبی ہوا کرتی ہے اور یہ نقص و شرمندگی نسل بعد نسل منتقل ہوتی چلی جاتی ہے اور جیسے جیسے زنا اپنی طویل عمر کے ساتھ اپنے سائے بڑھاتا ہے اس کی شکل و صورت انتہائی قباحت اور بدصورتی میں تبدیل ہوتی جاتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ زنا کو بھی ختم کرے اور زانی کو بھی ملیامیٹ فرمائے۔

چونکہ زنا اس قدر گھناؤنا اور فعلِ شنیع ہے اور اس کی مقدار اس طرح گھٹیا و رذیل ہے اس لیے ہمارے پاک پروردگار نے ایسے شخص کو جو شادی شدہ ہونے کے باوجود اس فعلِ شنیع کا مرتکب ہو، اس کو قتل کر دینے کا حکم فرمایا ہے۔

رہا کنوارا زانی، تو اس کو زنا کی پاداش میں سَو کوڑے لگائے جائیں۔ اس طرح کہ کوڑے لگائے جانے کے دوران اس پر رحمت و رأفت نہ کی جائے اور یہ سزا بھی اس کو مؤمنین کی موجودگی میں دی جانی چاہیئے تاکہ لوگوں کی موجودگی میں اس کے دل کو بھی ویسی ہی تکلیف و اذیت پہنچے جیسے کہ اس کے بدن کو تکلیف پہنچتی ہے۔ چنانچہ اس سزا میں مرد و عورت برابر ہیں، امیر و فقیر ایک جیسے ہیں، نوجوان اور بوڑھا مساوی ہیں۔ حاکم و محکوم، عربی و عجمی کا کوئی امتیاز و فرق نہیں۔ چنانچہ زانی کی یہ دنیوی اور اِس جہان کی سزا ہے۔

رہی زانی کی اُخروی جزاء و سزا، تو اس کو سن کر عقل اور دماغ پگھلنے لگتا ہے عقول و فورِ جذبات میں آجاتے ہیں۔ حسرت و افسوس سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔

اس سلسلے میں تمھارا یہ یقین رکھنا اور جاننا ہی کافی ہے کہ فقط ایک زنا سے ساٹھ سال کے عابد کی عبادت اور بڑے نیکوکار کی نیکی ضائع ہو جاتی ہے جیساکہ حدیث پاک کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور امام احمد اور طبرانی نے روایت فرمایا ہے۔

اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :۔

" مجاہدین کی عورتوں کی عزت وحرمت قاعدین (غیر مجاہدین) پر اسی طرح لازمی ہے جیسے کہ ان کی ماؤں کی حرمت اور عزت۔ چنانچہ مجاہد اگر کسی شخص کو اپنے گھر بار کی حفاظت کے لیے چھوڑتا ہے لیکن وہ اس میں خیانت ، اور بے ایمانی کرتا ہے تو اس کو قیامت کے دن کھڑا کرکے اس کی نیکیوں سے مجاہد اس قدر نیکیاں لے لے گا جس قدر اس کی پسند اور مرضی ہو گی۔ بعد ازاں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا، تمھارا کیا خیال ہے ؟ (رواہ مسلم وابو داؤد)

اس خطرناک ، ڈراؤنے اور مشکل کے دن انسان کی نیکیوں اور حسنات کے بارے میں جس ظن کے ساتھ فیصلہ ہوگا وہ زنا ہی کی وجہ سے ہے۔

چنانچہ زانی کی نیکیوں میں سے کوئی نیکی نہ چھوڑی جائے گی۔ پس اس کے بعد اس شخص کے ٹھکانے کا فیصلہ آپ خود کیجیئے جس کی کوئی نیکی نہ ہو۔

اسی طرح شریف انسان کا زنا کرنا وضیع ، کمینے اور گھٹیا انسان کے گناہ اور زنا سے بدترجرم ہے۔ اور جاہل شخص کے زنا کے بارے میں کسی شخص نے یہ نہیں کہاکہ وہ بھی عالم شخص کے زنا کرنے کی مانند ہے اور نوجوان شخص کا زنا کرنا بوڑھے شیخ کی مانند زنا کرنے کے برابر اور مساوی نہیں۔

ہمیں اس کی راہنمائی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مندرجہ ذیل ارشادِ

گرامی سے بھی ملتی ہے جس کے مطابق آپ نے ارشاد فرمایا :۔

ثلاثۃ لا یکلمھم اللہ	تین افراد ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تبارک و
یوم القیامۃ ولا یزکیھم	تعالیٰ قیامت کے دن گفتگو نہ فرمائے گا،
ولا ینظر الیھم ولھم	نہ ہی ان کا تزکیہ فرمائیگا اور نہ ہی ان کو
عذاب الیم۔ شیخ	نظر رحمت سے دیکھے گا نیز ان کے لیے
زانٍ وملک کذابٌ	دردناک والمناک عذاب ہے۔ بوڑھا
وعائل مستکبرٌ	زانی، جھوٹا بادشاہ اور متکبر محتاج وفقیر
رواہ الطبرانی والنسائی	(طبرانی، نسائی)

اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :۔

"بلاشبہ ایمان سربال ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جس کے لیے پسند فرماتا ہے۔ جب کوئی شخص زنا کرے تو اس سے ایمان کا سربال اتار دیا جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کرے تو اس پر یہ لوٹا دیا جاتا ہے"۔

حدیث ہذا کو ابوداؤد، ترمذی، حاکم، بیہقی نے روایت فرمایا۔ اور یہ الفاظ بیہقی شریف کے ہیں۔ اسی طرح کی روایات بالمعانی اور بھی احادیث ہیں۔ اور ان احادیث مبارکہ میں سے وہ حدیث پاک بھی ہے جسے بخاری اور مسلم شریف میں روایت فرمایا گیا ہے :۔

لا یزنی الزانی حین یزنی	زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مؤمن
وھو مؤمن۔	نہیں ہوتا۔

چنانچہ حدیث ہذا کا ظاہر زانی کے ایمان کی نفی کا متقضی ہے۔ چنانچہ ایسا کرنے والا کافر اور ہمیشہ ہمیشہ اہل دوزخ میں سے ہوگا۔ اگر وہ اس سرکشی و گناہ پر مصر رہ کر اور پختہ ارادہ کے ساتھ بلا توبہ اس بہت بڑے گناہ پر مرگیا تو

اس کا ہمیشہ ہمیشہ کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

حدیث ہذا میں اس فاحشہ وبرائی سے جو زجر و توبیخ اور پھٹکار ہے اس میں اہلِ بصارت وبصیرت کے لیے عبرت و درس ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ حدیث مذکورہ میں ایمان سے مراد ایسا ایمانِ کامل ہے جو مطلوب ہے اور اس گھناؤنے جرم سے اس میں عیب و نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ تو یہ اس بات کے منافی نہیں کہ زانی مُومن ہو۔ لیکن دیکھنے والا جب اس کے گناہ کو دیکھے تو اس کی نگاہوں میں کافر اور مُومن کے مابین فرق نہیں، اس لیے کہ اس نے گناہ وغلطی پر جرأت کی اور وہ اس پر خوش بھی ہے اس طرح کہ اپنے اس گھناؤنے جرم پر اس کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں، کیونکہ زنا اس کی خواہش اور محبوب مشغلہ ہے۔

بہر حال حدیث مذکورہ میں زانیوں کے لیے خوف، ڈر اور بھیانک سزا ہے جو انسان کے رونگٹے کھڑے کر دیتی ہے۔ خصوصی طور پر ایسے لوگوں کے لیے اس میں درسِ عبرت ہے جو اشیاء کے عواقب و نتائج سمجھتے ہیں۔

غلاظت اور گندگی کے لحاظ سے زنا کے درجات مختلف ہیں۔

چنانچہ کافر، محارب عورت، ذمی عورت اور مسلمان عورت کے زنا میں فرق و امتیاز ہے۔ اسی طرح صرف مسلمان عورت سے زنا کرنا اور پڑوسی کی عورت سے زنا کرنے میں فرق ہے اور پڑوسی و نزدیک ترین پڑوسی کی عورت سے زنا کرنے میں بھی فرق ہے۔ اسی طرح نزدیکی اور قریبی عورت سے زنا کرنے میں بھی گناہ ہے لیکن سب سے زیادہ نزدیک میں رہنے والی پڑوسن سے زنا کرنا اس سے بھی بدتر اور زیادہ سخت گناہ ہے۔

چنانچہ مجاہد کی بیوی سے زنا کرنا کسی دوسری عورت سے زنا کرنے سے

زیادہ گناہ اور سخت عذاب کا کام ہے۔ اور کنواری و شادی شدہ عورت کے ساتھ زنا کرنے میں فرق ہے، اسی طرح قیس علیٰ ہذا۔

اس امر کی جانب حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مندرجہ ذیل ارشاد گرامی میں ہمیں تنبیہ فرمائی ہے:۔

لان یزنی الرجل بعشر	اگر کوئی زانی دس عورتوں سے زنا کرے
نسوۃ ایسر علیہ من ان	تو یہ اس پر اس سے آسان تر ہے کہ وہ
یزنی بأمرۃ جارہٖ	اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کرے۔

اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

"جب اس شخص کی تمام نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو یہ صرف برائیوں، اور گناہوں والا ہو جائے گا۔ پس یہ اہلِ دوزخ میں سے ہوگا اس طرح کہ اگر اس نے اس کے بعد کوئی ایسی نیکی نہ کی جو اس کو جنت کا اہل بنا دے۔"

اگر زنا جیسی فحش برائی کا ایک فعل دوزخ اور جہنم کا سبب ہو، ایسے شخص کے لیے جس کی ساری نیکیاں اور بھلائیاں عبادت ہی ہوں تو محترم قاری کا اس بارے میں کیا ارشاد اور خیال ہے ایسے شخص کے متعلق جسے اس کی شرمگاہ نے اپنا نوکر اور غلام بنا دیا ہے اور اس کے سوا اس کا کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ ایک دن میں کئی دفعہ زنا کرے اور اسی طرح وہ لگاتار اپنی زندگی میں کرتا ہے اور اس کے علاوہ اس کو یہ بھی علم نہیں کہ عبادت کس کو کہتے ہیں۔ بس وہ جانوروں کی طرح کھاتا پیتا ہے۔

اللہ کی پناہ اور ٹھکانہ پکڑنے کی دعا کرتے ہیں اور ہم اللہ کے غضب اور غصہ سے اس کی رحمت کی پناہ پکڑتے ہیں۔

ایک اور طریق سے یہ حدیث مبارکہ مروی ہے :۔

"زانی مردوں اور زانیہ عورتوں کی شرمگاہوں سے ایسی زبردست بدبو نکلے گی جو ایسے اہل دوزخ کو اذیت و تکلیف دے گی جنھوں نے زنا نہیں کیا ہوگا۔ یہ محض اس کی بدبو کی سختی کی وجہ سے ہوگا" اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بدبو، اور زبردست گھن اس قدر سخت ہوگی کہ اس سے ایسی زبردست اذیت و تکلیف ہوگی جو مؤمن اہلِ دوزخ کو خود دوزخ کی سختی سے زیادہ محسوس ہوگی اور دوزخ کی تکلیف و اذیت سے یہ اشد و زبردست ہوگی کہ لوگ اس کو اتنا محسوس نہیں کریں گے جس قدر زنا کی بدبو سخت ہوگی۔

اور بلا شبہ یہ سڑاند اور بدبو تو شرمگاہوں میں ہوگی کیونکہ شرمگاہیں ہی ہیں جنھوں نے لذتِ گناہ کا ارتکاب کیا۔ پس حق یہ ہے کہ شرمگاہیں عذاب، اور تکلیف چکھیں۔ اور جب دوزخ میں سبھی مومن ہوں، اور ان کی تعداد تو اللہ تبارک و تعالیٰ کو ہی معلوم ہے تو انھیں ان کی شرمگاہوں اور فروج کے ذریعے ہی عذاب میں مبتلا فرمایا جائے گا۔ اور خود زانیوں کے اجسام کو جو عذاب ہوگا وہ اس سے زیادہ سخت تر ہے۔

ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں جو رحیم و کریم ہے کہ وہ اپنے خصوصی فضل و کرم اور احسان سے اس عذاب سے بچائے۔

ابویعلیٰؒ، احمدؒ، ابن حبانؒ نے اپنی صحیح میں اور حاکمؒ نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح روایت مروی فرمائی ہے:۔

"جو شخص ایسی حالت میں فوت ہوا کہ اس نے ہمیشہ شراب نوشی کی تھی، تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو غوطہ کی نہر سے پانی پلائے گا۔ حضور کی بارگاہِ اقدس میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! نہر غوطہ کیا ہے؟ تو حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ یہ ایسی نہر ہے جو زانیوں کی شرمگاہوں سے پھوٹے گی۔ اور زانیوں کی شرمگاہوں کی سڑاند و بدبو سے اہل دوزخ کو اذیت و تکلیف ہوگی۔

پس شراب پینا سخت مشکل اور شدید گناہ ہے کیونکہ شراب ام الخبائث ہے اور یہ عظیم گناہ ہے۔ حدیث شریف نے اس امر کی اطلاع بخشی کہ اس عذاب کا امتیازی شدید ہوتا اس طرح ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والا ایسی نہر سے پیئے گا جو زانیوں کی شرمگاہوں سے بہے گی۔
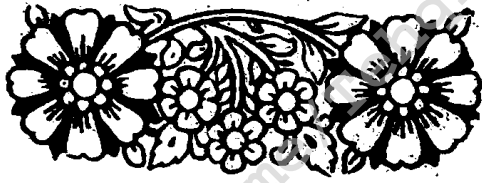
طلاق کے بارے میں اسلام کے آداب

غیر مشروع طلاق وہ طلاق ہے جو اسلامی خاندان کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیتی ہے اور اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیتی ہے۔ اس سے امت کی وحدت اور اتحاد پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ دلوں میں بغض وحسد و دشمنی پیدا ہوتی ہے اور مخفی و پوشیدہ اشیاء اس سے آشکارا ہو جاتی ہیں۔ زندگی کے معاشرے میں یہ سب سے زیادہ نقصان دینے والی چیز ہے اور حلال اشیاء میں سے طلاق اللہ تبارک و تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے۔ چنانچہ کتنی اس طرح کی مصیبتیں چلیں، اور انھوں نے خاندانوں کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ اور قبائل و خانوادوں کی محبت کسقدر ضائع و رائگاں ہو گئی اور ان جوڑوں کے مابین طلاق سے تفریق ہو گئی جن کے درمیان اللہ نے مودت و رحمت پیدا فرما دی تھی۔ اس طرح مطلقہ بیوی، اور طلاق دینے والے خاوند کے بچے محض طلاق سے حیرت و استعجاب اور ضائع ہونے کی انتھاہ گہرائیوں میں جا گرے۔ جبکہ انھوں نے والد اور والدہ کے اجتماعی

سایے کو اپنے سروں سے مفقود پایا۔

جب یہ مصیبت اور ناپسند بات ناتجربہ کار نوجوانوں سے صادر ہو تو اس سے انسانی نفوس کو سخت تکلیف و اذیت ہوا کرتی ہے، تو طلاق اس پر مزید ستم اور ظلم و زیادتی ہے کیونکہ طلاق ہی سے خوش قسمتی، بدبختی میں تبدیل ہو جاتی ہے، محبت اور مودت، دشمنی و ناچاقی کی صورت اختیار کرتی ہے۔

تاہم احوال ضرورت اگر سخت ہوں تو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طلاق کی اجازت دی ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جبکہ جھگڑے سے گلو خلاصی اور چھٹکارا حاصل کرنے کا طریقہ متعین ہو جائے۔ تاہم شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کمال حکمت سے طلاق کے اس ہتھیار کو خاوند کے ہاتھ میں دے دیا ہے کیونکہ عورت کی نسبت مرد اپنے آپ پر اور اپنی جان پر زیادہ کنٹرول اور ضبط کر سکتا ہے اور اس کا ادراک و سوچ مرد کی نسبت زیادہ گہری ہوا کرتی ہے کیونکہ یہ خاوند (مرد) ہی ہے جس نے اپنے مال سے مہر خرچ کیا اور اس نے زوجیت کی اعباء کو برداشت کرنا ہوتا ہے۔

ارشادِ الٰہی ہے:۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ [1]	ترجمہ:۔ مرد افسر ہیں عورتوں پر، اس لیے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لیے کہ مردوں نے ان پر اپنے اموال خرچ کیے۔

چنانچہ اگر خاوند اپنی اہلیہ کی کوئی قابل نفرت بات ملاحظہ کر اس کو طلاق

---

[1] پ ۵۔ سورۃ النساء، آیت ۳۴۔

دینا چاہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس طرح زوجین کے مذکورہ رویہ کو ناپسند و مکروہ قرار دیا ہے اور اللہ نے مسلمانوں کو حکم ارشاد فرمایا ہے کہ وہ محاسن و اچھائیوں کو یاد کریں۔ چنانچہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:۔

فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰٓ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا[1]

ترجمہ:۔ پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔

چنانچہ جب خاوند بیوی کے بارے میں یہ محسوس کرے کہ وہ بداخلاق ہے اور وہ اس سے نباہ کرنے کو ناپسند خیال کرے، اس کو یہ بات بھی تو یاد رکھنی چاہیئے کہ بیوی اس کے گھر کی خدمت کرتی ہے اس کے بچوں کی نگہداشت اور حفاظت کرتی ہے۔ پس اس بیوی سے خیر و بھلائی کی توقع اور امید رکھی جاتی ہے۔

پس خاوند کو معاً طلاق کے نتائج پر بھی غور کرنا چاہیئے۔ بیوی کے جُدا اور الگ ہونے، متعہ، نفقہ اور مہر آجل مؤخر کو واپس کرنا، بچوں کی زندگی کا تباہ ہونا اور اپنے سُسرال والوں کے ساتھ اس کی عداوت اور دشمنی واقع ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ دیگر کئی نقصانات ہوتے ہیں جن کا شعور اور احساس خاوند کو طلاق کے بعد ہی ہوا کرتا ہے۔

اس پر مزید یہ کہ طلاق کی وجہ سے یہ ایسے امور میں مبتلا ہو جاتا ہے جو اس کو ناکارہ اور نکمّا کر دیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کرتا ہے کہ حرام اور

---

[1] پ ۴۔ سورۃ النساء، آیت ۱۹۔

ناجائز امور کا مرتکب ہوتا ہے اور کبیرہ گناہوں میں ملوّث ہو جاتا ہے۔

چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں طلاق کو مرحلہ وار ترتیب سے دینے کا حکم ارشاد فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ربّانی ہے:۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ	یہ طلاق دو بار تک ہے۔ پھر بھلائی کے
بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ	ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ
بِاِحْسَانٍ [۱]	چھوڑ دینا ہے۔

پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے پہلی طلاق کو، طلاقِ رجعی قرار دیا ہے۔ یہ محض اس لیے ہے کہ فراق اور جُدائی سے اس کو سزا دی جا سکے اور وہ اس درد و تکلیف سے دو چار ہو۔ وہ اپنی زندگی کے نقصان اور گھاٹے کا اندازہ لگائے۔ خصوصی ایسی زندگی کا جو اس کی ازدواجی ہو اور اس کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس کے بچے طلاق کی صورت میں ضائع و رائیگاں ہو جائیں گے بعد ازاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے دوسری طلاق کو بھی طلاق رجعی بنا دیا۔ تاکہ غافل بیوی کے دل میں احساس پیدا ہو اور وہ غفلت سے بیدار ہو، اس کے رشتہ داروں کو آگاہی و تنبیہ ہو جائے کہ وہ اس عورت کو سمجھائیں۔ اور وہ خاندان کی خاطر اپنے خاوند کے ہمراہ صالح طریقہ سے زندگی بسر کرنے کے لیے سیدھی ہو جائے۔

پہلی دو طلاقوں کو رجعی طلاقیں بنایا اس لیے کہ خاوند اچھی طرح غور و فکر اور تدبر کر لے اور اپنے معاملہ کا اندازہ و قیاس کرے۔ قبل اس کے کہ طلاق ہو جائے۔ کیا وہ بیوی کے فراق اور علیحدگی کی صورت حال میں صبر و تحمل سے

---

[۱] پ ۲۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۲۹

کام لے سکتا ہے؟ چنانچہ اگر وہ صبر و تحمل نہ کر سکتا ہو تو بیوی سے رجوع کر لے۔ پس طلاق رجعی اخلاق کی تہذیب اور سنوارنے کے لیے ہے اور انتہائی جدائی علیحدگی و فرقت سے بچاؤ کا طریقہ ہے۔ یہ سعادت زوجیہ کی تحصیل کی خاطر ہے بعد ازاں پھر فرقت بائنہ کا زمانہ آتا ہے جس کی جانب اللہ تبارک وتعالیٰ نے مندرجہ ذیل ارشاد گرامی میں اشارہ فرمایا ہے۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ[1]

ترجمہ:- پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔

پس خاوند دوسری عورت کی جانب نگاہیں کرتا ہے اور عورت دوسرے خاوند کی جانب دیکھتی ہے۔ لہذا اس طرح وہ جدا جدا ہو جاتے ہیں۔

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ ․ ․ ․ ․ ․ ․ ․ ․ ․ ․
كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ۔[2]

ترجمہ:- اور اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی کشائش سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا اور اللہ کشائش والا حکمت والا ہے۔

تو اے میرے بھائی! اللہ تبارک وتعالیٰ تم پر رحم فرمائے، تم دیکھو اس اسلام کے حسین انتظام کی جانب، جو منفرد اور یکتا ہے۔ طلاق کی ترتیب اور اس کے واقع ہونے کے مراحل میں، کہ پہلے طلاق رجعی، بعد ازاں طلاق بائن ہے، یہ محض

---

[1] پ ۲۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۳۰

[2] پ ۵۔ سورۃ النساء، آیت ۱۳۰۔

مصالح اور حکمتوں کے لحاظ اور ملحوظ رکھے جانے کی وجہ سے ہے اور اس لیے ہے کہ آداب کے طریقہ کو بتدریج نافذ العمل فرمایا جائے، اس کی جملہ حکمتیں اور خوبیاں اس لیے بھی ہیں کہ اسلامی خانوادے کے جملہ افراد کی محافظت کی جائے تاکہ اس عورت کے بچے ضائع ہو کر بگڑ نہ جائیں جس کی زندگی کو عناد اور دشمنی نے اکھاڑ پھینکا ہے اور شیطان نے اس سے یہ طاقت و قوت چھین لی ہے کہ وہ اپنے خاوند کی اطاعت اور فرمانبرداری کرے۔ حتیٰ کہ اس خاتون نے اپنے مستقبل کی سعادت کو بھی کھو دیا اور اپنے بچوں کی حفاظت سے بھی محروم و نامراد رہی۔ اور اس والد کی بدبختی و بدقسمتی، کہ جو اپنے غضب اور غصے کا غلام بن کر نتائج و عواقب سے بے پروا اور بے نیاز ہو جاتا ہے۔ چنانچہ عقل اور غصہ کا غلام فوراً اپنے منہ سے تین طلاقیں دے دیتا ہے جو بدعی ہیں اور ایسا وہ بلا غور و فکر اور سوچے سمجھے بغیر کرتا ہے، اس سے زیادہ بھی دیتا ہے تو وہ اپنے آپ پر اس عورت کو حرام کر دیتا ہے اس طرح کا حرام و ناجائز ہونا کہ وہ دونوں الگ اور جدا جدا ہو جاتے ہیں۔

اور اکثر بعض جہلاء قسم کے لوگ تو اس قدر نڈر ہوتے ہیں کہ وہ ارتکاب بدعت سے بھی نہیں ڈرتے اور عصمت و عزت کے دھڑام سے گرنے کی بھی فکر نہیں کرتے، ان کو اس بات کی بھی پروا نہیں ہوتی کہ کتنے دلوں کے آبگینے توڑ رہے ہیں۔ ان کو یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ اس طرح ان کے بسے بسائے گھروں کے دروازے مقفّل ہو جائیں گے اور مشکلات و مصائب کے طوفان آ جائیں گے۔

پس ایسے جہلاء کو اللہ کا خوف کرنا چاہیئے اور ان کو قولِ سدید، صحیح و درست بات کہنی چاہیئے۔

جدا جدا کر دینے والے طلاق کے زبردست حادثہ کے بعد میاں بیوی

دونوں ندامت اور شرمندگی محسوس کرتے ہیں اور خاوند، رشتہ دار، اور دوست احباب تگ و دو کرتے ہیں۔ وہ یہ مسئلہ علماء سے پوچھتے ہیں اور حیلہ دریافت اور تلاش کرتے ہیں اور شریعت سے دور دراز غلط اور نا جائز راستوں پر نکل پڑتے ہیں۔

پھر کبھی یوں ہوا کرتا ہے کہ خاوند بالکل اپنے کہے گئے الفاظ کا انکار کر دیتا ہے۔ کبھی یوں ہوتا ہے کہ خاوند کی نیت مفتی اور قاضی کے نزدیک بدل جاتی ہے۔ لیکن ایسی تمام حرکات اور غلطیاں بہر حال خاوند کو اللہ کے عذاب اور غضب سے نہیں بچا سکتیں۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے اندر کے اسرار کو بہر حال جانتا ہے۔

میں خاوندوں کو نصیحت کروں گا کہ وہ حسنِ معاشرت کی جدوجہد کریں۔ اور طلاق کی مصیبتوں اور آلام میں گرنے سے بچیں۔ ایسی بہت سی باتوں سے بچیں جن کی وجہ سے بیویوں کی کمزوری کی بدولت حق تلفی ہوتی ہے اور وہ اپنی جانوں کو ضبط نہیں کر سکتیں۔

اور یقیناً حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

استوصوا بالنساء خیراً۔ میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ تم عورتوں سے نیکی کرو۔

ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے فضل و کرم اور احسان سے ہماری احوال کی اصلاح فرمائے۔ آمین!

طلاق کے بارے میں اسلام نے جو آداب سکھلائے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے طلاق بدعی سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ اس میں اس نقصان اور ضرر سے بچنے کی تدبیر ہے جو مرد اور عورت دونوں پر واقع ہوا کرتا ہے۔ اس

طرح کہ مرد اور خاوند کی بے عزتی اور بے ادبی بھی نہیں ہوتی۔

رہی بیوی، تو اگر خاوند اس کو حالتِ حیض میں طلاق دیدے تو اس کی عدت کی مدت طویل اور لمبی ہو جاتی ہے۔ یعنی وہ حیض جس میں طلاق ہوئی ہے وہ عدت کی مدت میں شمار نہیں ہوتا اور عدت کا عرصہ تین "قروء" ہے۔ جو اس طرح مذکورہ صورتِ حال میں چار ہو جاتے ہیں۔

اس سے ایک اور نقصان اور ضرر کا اندیشہ ہوتا ہے اور وہ یہ کہ پہلا حیض جس میں طلاق واقع ہوئی ہے اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا، جو شریعت عالیہ کی تعلیمات کے صریح منافی اور متضاد ہے جس شریعت نے عدت کی مدت تین قروء متعین فرمائے ہیں۔

جب خاوند، بیوی کو وطی کے بعد طُہر میں طلاق دیدے تو اس بات کا شبہ ہے کہ عورت حاملہ ہوگی اور جب حمل ایک عرصہ تک ٹھہر جائے جو قلیل نہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے اور عورت، خاوند کے بغیر، بیوی کو ایسی مشکلات اور مصائب کا آمنا سامنا کرنا پڑتا ہے جو نفقہ کی وجہ سے واقع ہوتی ہیں۔

رہا خاوند، تو وہ اس طرح گنہگار ہوتا ہے کہ اس نے عدت کو طول دیا اور وہی اس کی وجہ اور سبب ہے۔ اور دوسرا امر یہ ہے کہ اس تمام مدت اور طویل عرصہ میں اس کو اخراجات اور نفقہ کی تکالیف اور مصیبت برداشت کرنا پڑتی ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ خاوند اپنے بچے سے دوری و بُعد کی تکالیف اور جدائی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور وہ اپنے جگر پارے سے دودھ پلانے کی مدت اور عرصہ میں منفرد اور جُدا رہتا ہے۔

اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا جبکہ آپ کے صاحبزادے نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی:۔

"آپ اپنے صاحبزادے کو یہ حکم فرما دیں کہ وہ اپنی بیوی سے مراجعت کر لیں بعد ازاں اس کو حیض آنے تک چھوڑ دیں۔ پھر جب حیض سے پاک ہو جائے، پھر اس کو حیض آئے، پھر حیض سے پاک ہو، تو پھر اگر وہ چاہیں تو حالتِ طُہر میں بیوی کو طلاق دیدیں۔"

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ ؎

ترجمہ:۔ اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انھیں طلاق دو۔

سیدنا حضرت مجاہد اور حسن وعکرمہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ تم عورتوں کو ان کے طُہر میں طلاق دو جس میں جماع نہ ہوا ہو۔

اور یہ اخلاق ومعاشرت کا کمالِ ادب ہے۔
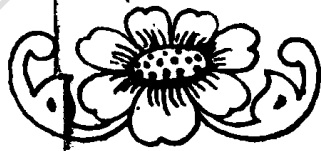
پردہ اسلامی شعار

اسلامی خاتون کے لیے پردہ اسلام کا مخصوص شعار ہے۔ تقویٰ و پرہیزگاری کا لباس اور اجلال و احترام توقیر و عزت کی باڑ ہے یہ حیاء اور احتشام و عظمت کی دلیل ہے۔ چنانچہ شرعی حجاب اور پردہ عورتوں کو تکلیف اور مصیبت سے بچاتا ہے۔ شرعی پردہ ہم مسلمانوں کی ان نوجوان خواتین کو انسانی شکل میں درندہ صفت بھیڑیوں سے بچاتا ہے جن کی حفاظت لابدی، لازمی ہے اور یہ بدمعاش و بدقماش، بدفطرت نظریں اسی لیے ہیں کہ وہ غافل مؤمنات کو شکار کریں۔ اور خواتین کی جانب باطل و دھوکہ کی نظر، ان کی ہتک عزت کرنا اور عاشقانہ نگاہوں سے ملاحظہ کرنا ایسی فاسد نظر ہے۔ جس سے عار اور شرمندگی لاحق ہوتی ہے۔ ذلت اور خواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس سے عزت و عظمت بدحال و کنگال ہو جاتی ہے۔ پس شرعی حجاب اور پردہ ہماری مسلمان بہنوں کو عزت و حشمت توقیر اور وقار میں رکھتا ہے۔ خصوصاً جب وہ اپنی بعض ضروریات کی

تکمیل کی خاطر گھر سے باہر نکلیں تو چہرہ کھول کر چلنا اور بے پردگی کی عاقبت و انجام انتہائی مضر صحت اور نقصان دہ ہے۔

اس کے آلام و مصائب بہت بڑے ہوتے ہیں۔ اس کے خطرات انتہائی عظیم ہوتے ہیں۔ اس کی ذلتیں اور مصائب بہت زیادہ ہیں۔ اس کے نقائص اور برائیاں معلوم ہیں۔ بے پردگی اندھے کافروں کی تقلید، مغربی تہذیب کی پیروی اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی کی تصدیق ہے۔

تم اپنے ماقبل لوگوں اور پہلی امتوں کے غلط و جاہل راستوں پہ قدم بہ قدم اور من وعن گامزن ہو گئے۔ حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کی تخار بل کی طرف چلے تھے تو تم بھی ان راہوں پر ضرور چلو گے۔

حدیث ہذا کو بخاری شریف میں روایت فرمایا گیا ہے۔

بلاشبہ اسلام نے بے پردگی اور چہروں کے ننگے ہونے کو ناجائز و حرام قرار دیا ہے اور جب اسلام اپنی سنہری تعلیمات اور بہترین مثال لے کر تشریف لایا تو اس نے پردہ کو فرض فرما دیا۔ چنانچہ علم و روشنی اور سلامتی کا دین ہے یہ حق کی دعوت ہے۔ اس کی تعلیمات جاہلیت کے اعمال سے بچنا ہے۔ اس نے اپنے ماننے والوں کو حکم فرمایا ہے کہ وہ خواہشات کی پیروی نہ کریں۔ اور اندھوں کی طرح غلط باتوں کی پیروی نہ کریں۔ اس نے بلند و رفیع منازل کی جانب گامزن ہونے کی تعلیم دی ہے۔

اسلام نے اس امر پہ زور دیا ہے کہ صالح اور پاکیزہ معاشرہ وجود میں لایا جائے جس کی بنیادیں اللہ کے تقویٰ عظیم پر ہوں۔ اس معاشرے کی تکمیل صالحہ، اور اس عفیف شریف وطاہر امت کی تکمیل کی خاطر اللہ

سبحانہ وتعالیٰ نے حجاب (پردہ) فرض فرمایا ہے۔ فرضیت کا یہ حکم بعثت کے پانچویں سال ارشاد فرمایا گیا۔ جو قرآن مجید کی جملہ آیات میں سے ہے اور جو پردہ کے لازمی ہونے پر صریح دلالت کرتی ہیں۔ اور مسلمان فرد کے لیے یہ بات ممنوع قرار دے دی کہ وہ اجنبیہ عورت کو دیکھ سکے۔ نیز مسلمان عورت کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ اجنبی مرد کو دیکھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ	اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور
وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ	مسلمان عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں
يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ	کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں
جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ	یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی
أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ	پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ
وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا	بخشنے والا مہربان ہے۔
رَحِيمًا [1]	. . ..

نیز اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ	اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے
عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ وَلَا	رہیں اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر
يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا	اپنے شوہروں پر۔
لِبُعُولَتِهِنَّ [2]	. . ..

---

[1] پ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۹۔

[2] پ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۳۱۔

مذکورہ آیات شریفہ سے مسلمان خاتون اور جاہلی خاتون کے درمیان بہت بڑا اور نمایاں فرق ظاہر ہوا ہے اور عورتوں کا مردوں کے ساتھ مل کر بعض غزوات میں شامل ہونے کے لیے گھر سے باہر نکلنا اس حکم کے نازل ہونے کے بعد منسوخ ہے۔ یہ پہلے پانچ سالوں میں قائم رہا، بعد میں اللہ کے مندرجہ ذیل ارشاد سے کالعدم قرار دے دیا گیا۔

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ[۱]

ترجمہ:۔ اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔

چنانچہ جب اسلامی معاشرہ میں پردہ فرض ہوا تو اس کا انتہائی مفید اثر ہوا جو ہر لحاظ سے سودمند اور نفع بخش تھا۔ خواہ اس کا تعلق عبادت سے تھا یا معاملات سے یا جو کچھ اعمال عامہ سے متصل تھا۔ پختہ مسلمانوں نے جن کی دین کے ساتھ شیفتگی اور وارفتگی تھی ان کو مذکورہ آیات سے پردے کی فرضیت کا علم ہو گیا۔ کہ یہ مسلمان خواتین کے لیے فرض اور لازمی ہے بلکہ یہ فرض مؤکد ہے۔ اور اور اسلام نے ہر ایک کے لیے یہ حکم فرمایا ہے کہ ہر عورت مکمل طور پر اپنے جسم کو ڈھانپے۔

سیدنا حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت کو اگر ضرورت ہو تو عند الضرورت وہ گھر سے اس طرح نکل سکتی ہے کہ وہ پردہ لٹکا کر یا اپنی پڑوسن کے برقعے میں لپٹی ہوئی گھر سے باہر نکلے۔ اس طرح کہ یہ پوشیدہ اور مخفی ہو اس کے

---

[۱] پ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۳۳۔

بارے میں کسی کو علم نہ ہوتا کہ وہ اپنے گھر کی طرف واپس لوٹے۔

اور اُمّ سلمہؓ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ارشاد فرماتی ہیں کہ جب قرآنِ مجید کی مندرجہ ذیل آیت شریفہ نازل ہوئی۔

يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ [1] ترجمہ:۔ اپنی چادروں کا ایک حصّہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں۔

تو آیت مذکورہ شریفہ کے نازل ہونے کے بعد انصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عورتیں گھر سے باہر نکلیں تو یوں معلوم ہوتا تھا گویا کہ ان کے سروں پر پرندے ہیں۔ انھوں نے یوں سکنیت اور وقار اختیار کر رکھا تھا۔ اور انھوں نے سفید کپڑے اوڑھے ہوئے تھے جیسے کہ چادر اور تہہ بند ہوتا ہے۔ چنانچہ ان برگزیدہ ومحترم مؤمنات خواتین نے حجاب کے حکم الٰہی کو اپنے آپ پر نافذ کر دیا اور حق یہی ہے کہ مومن کی شان اسی طرح ہوتی ہے۔ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کی تعمیل فوراً کرتے ہوئے اسے اپنے آپ پر نافذ کرتا ہے بلکہ وہ رضائے الٰہی کی خاطر جلدی سے اللہ کے حکم کو مانتا ہے اور جو کچھ اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاس ہے اس میں کامران وکامیاب ہوتا ہے۔

اور ابن جریر طبریؒ نے اپنی تفسیر میں سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمائی ہے کہ آپؓ نے فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالےٰ مومنوں کی عورتوں کو اس وقت میں جبکہ وہ اپنے گھروں سے کسی کام کے لیے نکلیں، یہ حکم صادر فرمایا ہے کہ وہ اپنے چہروں کو قمیض اور چادر کے اوپر سے ڈھانپ لیں۔

---

[1] پ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۹

سیدنا حضرت امام بخاریؒ نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرمائی ہے کہ آپؓ نے فرمایا :-

اللہ تبارک وتعالیٰ مہاجر خواتین پر رحم فرمائے جنھوں نے پہلے پہلے ہجرت کی جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت شریفہ نازل فرمائی۔

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ [1] — ترجمہ :- اور اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔

وہ اپنی بے سلی چادر کو اوڑھ لیں اور اس سے پردہ کرلیں۔

اس طرح اسلام نے اسلامی معاشرے کے ذوق اور شان کو بلند فرمایا ہے اور اس معاشرے کے احساس کو جمال وخوبصورتی کے ساتھ پاک ولطیف بنا دیا ہے۔ چنانچہ حیوانی طبیعت کے تابع کسی چیز کو جمال کے برابر اور مستحب قرار نہیں دیا۔ بلکہ انسان کی مہذّب طبیعت کے تحت بنایا گیا ہے۔

رہا حشمت وشوکت کا جمال اور خوبصورتی تو وہ ایسا پاک اور لطیف جمال ہے۔ جس کو ذوقِ رفیع اچھا اور مستحسن سمجھتا ہے۔ یہ ذوق مومن انسان سے ہوا کرتا ہے جو اپنے خیال اور احساسات میں پاکیزہ وطاہر ہوتا ہے۔

اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی حدیث پاک میں ہے :- اگر تم میں سے کسی ایک شخص کے سر میں لوہے کی سوئی سے زخم کردیا جائے تو یہ اس بات سے بہتر وافضل ہے کہ وہ ایسی کسی عورت کو چھوئے جو اس کے لیے حلال اور جائز نہیں ہے۔ حدیث مذکورہ کو طبرانی شریف نے سیدنا حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی فرمایا۔ اور جناب امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ روایت

---

[1] پ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۳۱۔

مال و دولت کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان کی اولاد کی تربیت کرتے ہیں۔ تو کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم مردوں کے اجر و ثواب میں شریک و شامل ہیں؟

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چہرۂ انور کے ساتھ اپنے صحابہ کرام کی جانب ملتفت ہوئے اور آپ نے ارشاد فرمایا۔ کیا تم نے اس خاتون کا قول سنا ہے۔ کیا اس سے بھی زیادہ اچھا اور بہتر سوال دنیا کے بارے میں ہو سکتا ہے؟

تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تصدیق فرمائی کہ یہ بہترین سوال ہے واللہ۔ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اے اسماءؓ! واپس لوٹ جاؤ اور اپنے سے پیچھے رہ جانے والی عورتوں کو بتادو کہ تم میں سے کسی مسلمان خاتون کا اپنے خاوند کے ساتھ اچھی طرح زندگی بسر کرنا اور خاوند کی رضامندی و خوشنودی طلب کرنا اور خاوند کی موافقت کی اتباع و پیروی کرنا ہر اس نیکی اور ثواب کے مساوی ہے جو کہ مردوں کے لیے مذکور ہوئی ہے۔

جنابہ اسماءؓ بنت زید واپس لوٹ گئیں اور صورتِ حال یہ تھی کہ آپ بشارت اور خوشی سے تہلیل و تکبیر فرما رہی تھیں اس خوشی میں کہ جو کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:۔

حدیث ہٰذا کو ابن عبد اللہؓ نے استعاب میں روایت فرمایا۔

اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے لیے ایک خاص دن متعین و مقرر فرما دیا۔ جس میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں کو تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ جگہ و مکان کا شرف و فضیلت، نفوس کی طہارت و پاکیزگی قصد و ارادہ کا شرف اور بزرگی، یہ علم اور ارشاد کی تعلیم تھی۔

تو کیا اس کے باوجود اور بعد بھی کوئی ایسی بات رہ جاتی ہے جو برائی، مردوزن کے میل جول کی دعوت دینے والوں کے لیے گنجائش ہو۔ برائی و بے حیائی کی دعوت دینے والے فتنہ وشر کے ابواب ہیں اور معاشرے میں بلا و مصیبت کے نکلنے کی جگہیں ہیں۔ ان کی خبیث حیلہ گیری اور برے و گندے مکر و فریب اور دجل و فریب سے ان کی وہ دعوت ہے جو وہ مدارس ابتدائیہ میں چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو دیتے ہیں۔ ان کا یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ بچے چھوٹے ہوتے ہیں اور ان کو کسی بات کی سمجھ نہیں ہوتی۔

چنانچہ اس تمہید سے ان بزرجمہروں کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسی نسل کی بنیاد رکھیں جس کا دل مردہ ہو، مردمی اور مردانگی کی صفات سے عاری اور خالی ہو۔ اس میں غیرت و عزت نہ ہو۔ یہ چھوٹے چھوٹے کے اختلاط اور میل جول باہمی ملاقات سے ایسی نسل برآمد اور پیدا ہوگی جس کی تربیت ونشوونما مردوزن کے اختلاط پر ہوگی۔ وہ اپنی آنکھیں اپنی سہیلی پر کھولے گی۔ ان کا کوئی مرد خنازیر جیسے اخلاق بے دریغ اپنائے گا۔ اور اس کی طبیعت قابلِ نفرت وحقارت، درندوں وجانوروں جیسی ہوگی۔

امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ کہ عتبہؓ بن ابی وقاص اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، سے عہد لیا تھا کہ سودہؓ بنت زمعہ کا جنا ہوا بچہ میرا بچہ ہوگا۔ لہٰذا آپ اس کو اپنے قبضہ میں لے لیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ جب فتح مکّہ کا سال آیا۔ تو اس کو سعدؓ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے لے لیا۔ اور فرمایا کہ یہ میرے چچازاد ہیں۔ میرے اور میرے بھائی نے ان کی حفاظت ونگہداشت کا عہد مجھ سے لیا تھا۔ چنانچہ عبدؓ بن زمعہ کھڑے ہوگئے اور فرمایا یہ میرے بھائی

ہیں اور میرے باپ کے بیٹے ہیں۔ کیونکہ ان کے بستر پر پیدا ہوئے ہیں تو یہ دونوں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس کی جانب ہے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا :۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بھائی نے مجھ سے اس بچے کی حفاظت کے بارے میں عہد لیا تھا۔

چنانچہ عبدؓ ابن زمعہ نے فرمایا۔ یہ میرے بھائی ہیں میرے باپ کے بیٹے ہیں اور ان کے گھر (فراش بستر) پر ان کی ولادت ہوتی ہے تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

بیٹا اس کا ہے جس کے ہاں (گھر) میں یہ پیدا ہو۔ اور زانی کو سنگسار کیا جائے۔

بعد ازاں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنابہ سودۃؓ بنت زمعہ کو ارشاد فرمایا: "اس سے پردہ کریں"

جب آپ نے یہ ملاحظہ فرمایا کہ بچہ عتبہؓ بن ابی وقاص سے مشابہ ہے فرماتی ہیں کہ آپ نے سودۃؓ کو اس کے بعد نہیں دیکھا حتیٰ کہ آپ کی ملاقات اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہوگی۔ یہ حدیث مبارکہ اس امر کی تصریح فرماتی ہے کہ پردہ اسلامی حجاب واجب ہے۔

حدیث ہذا صحیح ہے اس کو امام مالک نے مؤطا شریف میں روایت فرمایا ہے۔

ہٰذا کے راوی صحیح حدیث کے راویوں کی طرح ہیں۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک دوسری حدیث مبارکہ یہ ہے کہ کوئی شخص گیلی مٹی اور کیچڑ میں لتھڑے ہوئے خنزیر کا آمنا سامنا کرے تو اس سے بہتر ہے کہ اس شخص کا کندھا کسی غیر محرم اور اجنبی خاتون سے ٹکرائے جو اس شخص کے لیے حلال اور جائز نہ ہو۔

اور ہمیں جلیل القدر صحابیہ سیدنا حضرت اسماءؓ بنت زید بن السکن الانصاریہ کا وہ خطبہ سننا چاہیئے جس میں مسلمان عورت کی خاتون کا تصور فرمایا گیا ہے۔ کہ عہد اسلامی میں مسلمان خاتون کی حالت کیا تھی اور اس کی عفت و صیانت کیا ہے۔ اس کو تہمتوں، شبہ وشک اور آزادانہ اختلاط سے کس طرح منع فرمایا گیا ہے۔

جنابہ اسماءؓ بنت زید بن السکن الانصاریہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں عرض کیا۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے تمام مسلمان خواتین نے آپ کی خدمتِ اقدس واطہر میں بطور نمائندہ بنا کر ارسال کیا ہے۔ ان کی بات میری بات ہے اور ان کی رائے وخیال میری طرح کا ہے۔ بلاشبہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو مردوں اور عورتوں کی جانب مبعوث فرمایا ہے۔ ہم آپ پر ایمان لے آئے اور ہم نے آپ کی اتباع کی اور ہم عورتوں کے گروہ گھروں میں بیٹھی ہوتی ہیں اور یہاں اقامت گزیں بیٹھی رہتی ہیں۔ ہم مردوں کی شہوتوں کی جگہیں اور ان کی اولاد کو اٹھاتی ہیں۔ بلاشبہ مردوں کو جمعہ کی نماز پڑھنے، جنازوں میں شرکت کرنے، جہاد میں شریک ہونے میں ہم پر برتری اور فضیلت حاصل ہے۔ اور جب وہ جہاد پر باہر نکلتے ہیں تو ان کے

پردہ ترقی کی راہ میں حائل نہیں

بعض جاہلوں کا خیال ہے کہ پردے سے عورت قید ہو جاتی ہے۔ یہ انتہائی بوجھل اور ثقیل ہے۔ بقول ان جاہل اور پاگلوں کے یہ قدیم اور پرانی عادت اس تاخیر کا سبب اور وجہ ہے اور تنزل کا باعث ہے جس سے مسلمان منفکر بستگی منہ۔

یہ عورت پر ظلم و ستم کرنا ہے اور اس کو دنیا سے جدا و منفرد کرنا ہے۔ اس کی بزرگی اور کرامت کو کم کر دیتا ہے۔ اس طرح ان پاگلوں کے ہاں اس کی شخصیت کم ہو جاتی ہے۔ اس غلط دعویٰ اور نقطہ سے فتنہ پھوٹ پڑا اس کے پس پردہ انجرف ما انجرف۔

اس فتنے کی زبردست لہر سے صرف وہی لوگ ہی بچے جن کی حفاظت اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمائی اور حیران ہو اس میں مبتلاء ہونے والا ہلاک ہوا۔

لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے اور وہ یہ کہ اسلام نے عورت کو

عام آزادی بخشتی ہے اور اسلام وہ واحد دین ہے جس کا عورت پر احسانِ عظیم ہے اور انتہائی رفیع و بلند اکرام و فضیلت ہے۔ چنانچہ جاہلیت عورت کی حالت انتہائی ہلاکت، بربادی، ذلت نکبت اور گھٹیا و رذیل تھی۔ لوگوں نے عورتوں کے ساتھ جانوروں اور چوپاؤں جیسا سلوک کیا۔ اس طرح کہ عورت کا زندگی میں کوئی حصّہ نہ تھا اور اس کی کوئی عزت و تکریم بھی کوئی نہ تھی۔ جیسا کہ عورتوں کو لوگوں نے اپنی متاعِ سمجھ کہ اس کو مال وراثت سمجھ رکھا تھا اور وہ اس خاتون کے وارث ہوتے کہ بعض بعض سے حصّہ لیتے۔ عورت کو بازاروں میں خریدا اور فرخت کیا جاتا تھا۔ عورت کو لوگوں نے شیطان کے عمل سے ایک ناپاک اور پلید ذات قرار دیا تھا۔

لوگوں نے عورت پر ہر طرح کی اشیاء اور چیزیں حرام و ناجائز قرار دے دیں سوائے اس کے کہ عورت گھر میں پڑی رہ کر گھریلو امور سرانجام دے۔ بچوں کی تربیت کرے۔ ہندوؤں کے قدیم قوانین میں یوں مذکور ہے کہ وباء، موت، دوزخ، زہر اور اژدہے عورت سے بہتر ہیں۔ یہ ناپاک اور پلید ہیں۔ ان کے لیے لازمی اور ضروری ہے کہ یہ گوشت نہ کھائیں۔ یہ ہنسیں نہیں بلکہ گفتگو اور کلام بھی نہ کریں۔ نیز عورت پر لوگوں نے سخت اور کڑی قسم کی سزائیں لگا دیں جو بدنی سزائیں تھیں معنوی تھیں اس اعتبار سے کہ عورت اغوار کی جانے کی چیز ہے اور ذلیوں کو بہکانے ان میں فتنہ و فساد برپا کرنے کے لیے شیطان عورت سے کام لیتا ہے۔

فرانس کے علماء نے چھٹی صدی ہجری میں یہ اجتماع منعقد کیا جس میں وہ یہ بحث و تمحیث کر رہے تھے کہ کیا عورت انسان ہے یا غیر انسان؟ آخر کافی بحث و تمحیث کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ عورت انسان تو ہے لیکن یہ

مرد کی خدمت کی خاطر پیدا ہوئی ہے۔

انگلستان میں بادشاہ ہنری الشاہن نے یہ حکم صادر کیا کہ عورتوں کے لیے کتاب مقدس کا مطالعہ ناجائز اور حرام ہے کیونکہ خواتین کو اہل وطن میں شمار نہیں ہوا کرتا تھا۔ ملکیت میں ان کا کوئی حق نہیں ہے نہ ہی ان کے لیے لباس کا حق ہے نہ ہی اس مال و دولت کا حق ہے جس کو وہ اپنے خون پسینے کی کمائی سے حاصل کرتی ہیں۔

رہا، اسلام تو یہ واحد دین ہے جس نے عورت سے خوف، حیف اور ڈراؤنا پن رفع فرمایا اور ظلم کو دور کر دیا۔ اس کو انتہائی بلند اور رفیع مقام تک پہنچا یا۔ اس منزل تک عورت کی رسائی ہوئی کہ معاشرت اور تہذیب کی انتہائی بلند اور رفعت کے دور میں بھی اس نے اس طرح ترقی نہ کی تھی۔

اسلام وہ واحد دین ہے جس نے سب سے پہلے اعلان فرمایا کہ عورت ان دو عناصر میں سے ہے جس سے انسان کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے اور اسلام نے عورت کو نعمت و احسان قرار دیتے ہوئے اعلان فرمایا:۔

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً [1]

ترجمہ:۔ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے۔

اسلام وہ وحید اور اکلوتا مذہب ہے جس نے عورت کے لیے اعلان کرتے ہوئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حق ثابت فرمایا۔ لیکن یہ ایسی حدود

---

[1] پ ۴، سورۃ النساء، آیت ۱۔

یں ہو جو عورت کے لیے خاص ہیں اور اس بات کا حکم فرمایا کہ عورت اعمال صالحہ کو سرانجام دے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ	ترجمہ:۔ اور مسلمان مرد اور مسلمان
بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ	عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلائی
يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ	کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ	نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور اللہ
وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ	ورسول کا حکم مانیں۔
وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ	.. ..
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ [1]	.. ..

اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے بیویوں کے ساتھ احسان کرنے کا حکم فرمایا ہے اور ان کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا کہ ان کے ساتھ خیر اور بھلائی کی جائے۔

اسلام کی ابدی اور سنہری تعلیمات نے عورت کو ظلم وستم، آزادی سے محرومی، ایسی آزادی جو انسانی اور شخصی ہو۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ شریعت مطہرہ نے عورت کے لیے بہت سے حقوق متعین فرمائے ہیں جو کہ کتب فقہ میں مفصل ہیں اور کتب تشریع میں بالتفصیل مندرج ہیں۔ چنانچہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔

اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ	تم عورتوں کے ساتھ نیکی کرنے کا
خَيْرًا	حکم دو۔

اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

---

[1] پ ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۷۱۔

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ وَ اَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ۔

تم میں سے بہترین وہ ہیں جو اپنے اہل و عیال کے لیے اچھے ہوں اور میں اپنے اہل و عیال کے لیے تم سب سے بہتر ہوں۔

اسلام کی سنہری تعلیمات نے عورت اور خاتون کا سب سے بڑھ کر ادب و احترام یوں فرمایا ہے کہ اسلام نے اس کو ایسی باتوں کا حکم دیا ہے جو عورت اور خاتون کو قعرِ مذلت میں گرنے سے بچاتا ہے اور یہ تدلیس سے محفوظ رہتی ہے جس سے عورت کو انوثت اور مؤنث ہونا محفوظ رہتا ہے اور اس سے خاتون فتنہ و فساد سے بچی رہتی ہے۔ اسلام نے خاتون کو عفت و عصمت کے ایک انتہائی مضبوط قلعہ میں مقید کر دیا ہے اور وہ اس کا شرعی حجاب ہے پس یہ کہنا سراسر غلطی اور زیادتی ہے کہ پردہ ترقی کی راہ میں سدِّ راہ اور رکاوٹ ہے۔

چنانچہ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ کیا عورت پردہ کرنے سے مرلفیہ ہو جاتی ہے یا کیا مسلمانوں کے لشکر پردہ سے شکست کھا جاتے ہیں اور دشمنوں کے سامنے انھیں ذلت و نکبت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

کیا عقول مخترعہ پردہ کی بدولت غور و فکر اور سوچ کے قابل نہیں رہتے کیا اس طرح قوم و امت سے خیر و بھلائی ختم اور زندگی کے طریقے مفقود ہو جاتے ہیں۔؟

بلاشبہ پردہ عورت اور خاتون خانہ کی علالت اور بیماری نہیں بلکہ یہ اس کی زیبائش و آرائش اور زینت و خوبصورتی ہے۔ جس کی بدولت عورت حشمت عزت و وقار حاصل کرتی ہے۔ اگر خدانخواستہ پردہ کرنے کی وجہ سے خاتون زندگی کے کسی مرحلہ میں ترقی نہیں کر سکتی تو اس کا اس طرح پیچھے رہنا اور ترقی

نہ کرنا قابل تعریف اور محمود ہے۔ کیونکہ اس طرح کی تنزّلی گو جاہلوں کی تہذیب اور گمراہوں کے فتنہ پردازی کی تہذیب سے تنزّلی ہے۔

حتیٰ کہ ان اسلامی آداب اور پختہ و ٹھوس احکام نے جو محکمہ اور مضبوط ہیں ان کی فضیلت کو بعض علماء مغرب منصفین اور اہل عدل نے بھی تسلیم کیا ہے۔

چنانچہ پردہ کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ عورتوں سے یقین و وثوق چھین لیا جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کی عفت و عصمت کا تحفّظ کیا جائے اور اس کا ذریعہ تلاش کیا جائے جو احترام و عزّت ان کے لائق اور جس کی وہ حقدار ہیں نہ کہ چھچھورے پن کی۔

پس حق یہ ہے کہ اسلام میں عورت کا درجہ اور مرتبہ اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے کہ یہ قابلِ ستائش و تعریف ہے۔

غلام و نوکر

مردوں کا گھروں میں خدمت سرانجام دینا

اور وہ سخت فتنے اور زبردست آزمائشیں جن سے ہمیں پالا اور واسطہ پڑا ہے ان میں سے ایک زبردست اور سخت فتنہ وہ ہے جس کے ذریعے گھروں کے اندر مردوں سے خدمت لی جاتی ہے اور مردوں سے گھروں کا کام کرانا یہ بہت بڑے فتنوں اور زبردست وجلیل القدر خطرات میں سے ایک خطرہ ہے جو کہ گھروں کی عورتوں کے لیے ہے اور یہ خطرہ خدشہ اور ڈر اس وقت ہے جبکہ گھروں کے غلام اجنبی وغیر مردوں اور خواتین کے درمیان اختلاط ومیل جول ہو۔ خصوصًا ایسے وقت میں جبکہ نوجوان غلام مردوں میں سے ہو۔ ایسے نوجوانوں میں سے جن کے چہرے مہرے اور صورت اچھی وحسین ہوتی ہے بلاشبہ یہ فتنہ وفساد ہے۔ اور بہت سے لوگ اس فتنہ وآزمائش سے غافل اور شست ہیں۔ اس خطرے اور خدشے کے عظیم ہونے کی وجہ یہ ہے کیونکہ خادم اور نوکر مرد ہوا کرتا ہے۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ خادم

اور نوکر اپنے سردار سے زیادہ نوجوان ہوا کرتا ہے بلکہ وہ بعض اوقات اپنے گھر کے مالک سے زیادہ خوبصورت بھی ہوتا ہے اور وہ رات دن گھر کا کام کرتا ہے پھر یہ کہ وہ گھر مالکہ کے حکم کے ماتحت ہوتا ہے۔ یہ محض اس وجہ سے کہ وہ خادم اور نوکر ہے۔

میری مراد یہ ہے کہ گھر کی مالکہ اس کو گھر سے ڈانٹ ڈپٹ کر کے نکال بھی سکتی ہے یا وہ اس کو گھر کے اندر باقی بھی رکھ سکتی ہے کہ وہ گھر میں باقی رہ کر کھانے اور پینے کی قوت رکھتا ہے وہ یہاں سو بھی سکتا ہے اور اس کے بعد وہ ماہانہ تنخواہ کا تقاضا و مطالبہ کرتا ہے اور وہ اس کو کما حقہٗ جانتا و پہچانتا ہے اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں عورتیں جس حالت میں ہیں ان کی حالت نہیں مزید بیان کرنے کی حاجت و ضرورت نہیں۔ تو پس ممکن ہے کہ خادم اس عورت اور خاتون کی مرضی کے مطابق چلتا ہوا ویسے ہی کر بیٹھے جو خادم اور نوکر کی طبیعت پر گزرے۔ اور درست و جائز ہے کہ وہ اس خاطر کی اطاعت و فرمانبرداری کرے اس طرح برائی کے اس راستے پر چلنے لگے۔

اور بہت سے لوگوں کا یہ ناقص خیال ہے جس کی بدولت ان کے لیے مردوں سے خدمت لینا آسان اور سہل محسوس ہوتا ہے اور وہ یہ کہ گھر کی مالکہ اپنے گھر کے خادم کی نسبت بہت زیادہ رفیع القدر ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ بات انتہائی غیر معقول اور نامناسب ہے کہ عورت اس بلند مقام اور عظمت والی جگہ سے اتر کر اس گھٹیا اور رذیل درجہ میں آجائے۔ ایسا ناممکن ہے۔ چنانچہ اس طرح کی بات کہنے والا حیوانی طبیعت کے احکام سے آگاہ نہیں کہ انسان میں کس قسم کے جذبات پائے جاتے ہیں اگر اس کو ان جذبات کا علم ہوتا جو کہ انسان میں پائے جاتے ہیں۔ اگر اس کو معلوم ہوتا تو اس کی جان کے ساتھ ایسا شک و شبہ نہ ہوتا جو

بہت زیادہ بساط اور کافی غفلت پر دلیل ہے۔ چنانچہ یہ ایسی طبیعت اور فطرت ہے اس کی ایسی قوّت اور طاقت ہے کہ جسے انسان نہیں اٹھا سکتا جیسا کہ ہم نے کئی دفعہ کہا ہے۔ چنانچہ جب یہ اس کو اٹھانے کے قابل ہو جائے تو اس کے سامنے انسان شکست خوردہ ہو جاتا ہے اور وہ سیادت و بزرگی اور شرف وفضیلت میں غور و فکر نہیں کرتا پھر اس کو وقار اور علم کا خیال بھی نہیں ہوتا۔ اس کے ہاں دین اور رب کا تصوّر مفقود ہو جاتا ہے اس کو ثواب وعتاب کا علم نہیں ہوتا بلکہ یہ بیچارہ موت اور شرمندگی و ذلّت سے بھی گزر جاتا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ ایسی کونسی مصیبت ہے کہ جس کی بدولت عورت اور مرد کو اس مصیبتِ عظیم میں گزرنے کی اجازت دی جائے؟ حالانکہ ان دونوں میں ایسی عقل وفراست ہے جو دنیوی و اخروی امور کا اندازا اور تقدیر رکھتی ہے۔

کاش کہ لوگوں کو اس بات کا علم ہوتا اور وہ سیّدنا حضرت یوسف علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے قصّہ میں غور و فکر کرتے تو ان کو سمجھ آجاتی کہ قرآن مجید نے اس قصّہ کو محض عبرت کے طور پر ذکر فرمایا ہے تاکہ لوگ اپنے خدّام سے اپنی عورتوں کی حفاظت ونگہداشت کریں۔

بلاشبہ عزیز کی عورت کو مصر میں بہت بڑا مرکز حاصل تھا اور سیّدنا حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسّلام اس خاتون کے گھر میں ایک نوکر اور خادم کی حیثیت سے تھے۔ لیکن اس کے باوجود نہ تو عزیز کی عورت کے شرف کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ نہ ہی آپ کے خاوند کی شرافت اور عظمت کے متعلق پوچھا گیا بلکہ ان دونوں کو امرأۃ عزیز نے اپنی شہوت اور خواہش کے جوتے سے

دھوکہ اور فراڈ دیا۔ اور اس سے جبقدر ممکن تھا اس قدر اس نے حسبِ استطاعت اپنی قوّت اور حیلہ صرف کیا تاکہ اپنی غلط کارروائی سے سیّدنا حضرت یوسف علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو جھکادے (العیاذ باللہ)

چنانچہ اگر سیّدنا حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسّلام صاحب عصمت وعفت نہ ہوتے تو یہ عورت جو کچھ چاہتی تھی اس کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتی۔

میرا اپنا یہ خیال ہے کہ ان مسکینوں کے پاس اس بیان وتوضیح کے بعد اس شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

اس عبرت آموز واقعہ سے آگاہی کے بعد یہ لوگ اپنے گھروں سے باہر نکال پھینکیں گے۔ اور دوبارہ حسین وجمیل مردوں سے خدمت نہ کرائیں گے۔ یا وہ ان کی خدمت سے اپنے گھروں سے باہر فائدہ اٹھایا کریں گے۔ اور وہ آئندہ گھر کی عورتوں سے ملاقات کی اجازت نہ دیں گے۔

جھوٹا اور غلط اعتماد

ہم جن فتنوں اور آزمائشوں میں مبتلا ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم نے عورت کی غفلت اور عصمت کی حفاظت اور تحفظ میں غفلت و سستی برتی ہے۔ چنانچہ ہم میں سے بہت سے ایسے افراد بھی ہیں جو کہ یہ غلط گمان کرتے ہیں اور بزعم خویش اس غلطی پر پڑتے ہوئے ہیں کہ اس کے اہل خانہ تو ہر لحاظ سے کامل اور مکمل عصمت و حفاظت میں ہیں۔ اور وہ ایسے بند قلعوں میں محصور ہیں کہ مخلوق میں سے کوئی شخص ان ٹھوس قلعوں کا رُخ نہیں کر سکتا۔ میں اس کو انتہائی افسوسناک اور نقصان دہ غفلت کہوں گا اور یہ کہنے میں مجھے کوئی باک نہیں ہے کہ وہ ریب و شک سے دُور رہے۔

جی ہاں! مجھے ایسے شخص کی غفلت و سستی میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ جو شخص من گھڑت اور جھوٹا بناوٹی اعتقاد رکھتا ہے اور اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے متعلق خوش فہمی کا شکار ہے۔

اگر ایسا ہوتا کہ عورت کی حفاظت وعصمت وعفت کی خوش فہمی کے عقیدہ میں ہم حق بجانب ہوتے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ عورت کس لحاظ سے سید الوجود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ سے الگ اور منفرد ہے؟

دکیا معاذ اللہ ہماری موجود مسلمان خواتین حضور کی ازواجِ مطہراتؓ سے منفرد اور یکتا ہیں؟ ہرگز نہیں) کیونکہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ بہرحال لاریب و بلاشبہ اس امت کی افضل ترین عورتیں ہیں جو کہ لوگوں کے لیے پیدا فرمائی بہترین امت ہے اس کے باوجود حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کو ان کے پروردگار نے جو ادب سکھانا تھا وہ سکھلایا۔

کیا قاری محترم کو اس سے بڑھ کر کوئی اور ادب نظر آئے گا جو ادب اُمہات المؤمنینؓ کا پروردگار نے اپنی جلیل القدر اور عظیم الشان کتابِ حمید میں فرمایا ہے۔

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ	ترجمہ:۔ اے نبیؐ کی بیبیو تم اور
کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ	عورتوں کی طرح نہیں ہو اور اگر اللہ
اتَّقَیْتُنَّ ۔ فَلَا تَخْضَعْنَ	سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ
بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ	کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے۔
فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ	ہاں، اچھی بات کہو اور اپنے گھروں
قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۔ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ	میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو
وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ	جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی اور
الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ	نماز قائم رکھو، اور زکوٰۃ دو اور
اٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ	اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو

وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ	اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبیؐ کے گھر
لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ	والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے
اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ	اور تمھیں پاک کر کے خوب ستھرا
تَطْهِيْرًا ؎۱	کر دے۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ ان جلیل القدر خواتین کے بارے میں اپنی کتاب مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ	ترجمہ:۔ اور جب تم ان سے برتنے
مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ	کی کوئی چیز مانگو تو پردے باہر
وَّرَآءِ حِجَابٍ ۔ ذٰلِكُمْ	سے مانگو۔ اس میں زیادہ ستھرائی
اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ	ہے۔ تمھارے دلوں اور ان کے
قُلُوْبِهِنَّ ؎۲	دلوں کی۔

مجھے یقین ہے کہ قاری محترم اللہ تبارک وتعالیٰ کے مندرجہ ذیل ارشاد گرامی کو فراموش نہیں کریں گے جس میں اللہ ربّ العزّت نے ارشاد فرمایا:۔

ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ	ترجمہ:۔ اس میں زیادہ ستھرائی
قُلُوْبِهِنَّ ۔	ہے تمھارے دلوں اور ان کے دلوں کی۔

یہ بات ہرگز فراموش نہ فرمائیے کہ آیت مذکورہ کے مخاطب وہ بہترین آدمی ہیں جنھوں نے یہ منظر اور وجود اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کیا۔
اور اس پر مزید یہ کہ ان معزز و قابلِ صد تکریم خواتین کے ہمراہ اس

؎۱ پ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۳۲، ۳۳۔
؎۲ پ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۳۔

وقت کی انتہائی صالحہ اور برگزیدہ خواتین بھی تھیں جنھوں نے آسمانوں اور زمینوں کا ملاحظہ کیا نہ ایسی عورتوں کے زمانے میں جنھیں آج ہم دین سے دور دیکھتے ہیں۔

بلا شک وشبہ اس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ اس صراحت سے عورتوں کی حفاظت وصیانت لازمی اور لابدی ہے۔

تاہم جو لوگ اس سے غفلت اور لاپرواہی برت رہے ہیں تو میں انھیں یہ کہوں گا کہ آپ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (العیاذ باللہ) اچھے نہیں اور نہ ہی تمھاری عورتیں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے بہتر وافضل ہیں۔ تمھارے مرد حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے زیادہ اصحاب عفّت وعصمت اور محفوظ نہیں تو یہ کس قدر بہتر وافضل ہوگا کہ تم اپنی عورتوں کی حفاظت کرو لیکن اس کے لیے یہ بات کس قدر بُری اور قبیح ہوگی کہ تم نظرانداز کرتے ہوئے غفلت وسستی کرو۔

شادی میں تاخیر

اوران زبردست فتنوں میں سے بچی کی شادی کو مؤخر کرنا ہے یا ایسی نوجوان خاتون کی شادی میں دیر کرنا ہے جو بالغہ ہو کر مکلفہ ہو جائے۔ چنانچہ شادی میں اس تاخیر سے شادی اور نکاح میں جمود و سکوت طاری ہو گیا ہے۔ جی ہاں شادی اور نکاح آجکل اس قدر تاخیر اور دیر سے ہونے لگی ہے جو انتہائی خطرناک اور بھیانک وڈراؤنا ہو گیا ہے اور اس سے بہت خدشات پیدا ہو گئے ہیں حتی کہ ہم مختلف دارالحکومتوں اور مرکزی دارالخلافوں میں یہ دیکھتے ہیں کہ ایک نوجوان مرد یا عورت، چالیس سال کی عمر ہو جاتی ہے یا اس سے بھی زیادہ۔

لیکن یہ مرد فوت ہو جاتا ہے یا خاتون کا وصال ہو جاتا ہے لیکن انھیں نکاح وازدواج جیسی نعمت سے محروم رکھا جاتا ہے۔ اس وجہ سے ہمارے درمیان مصائب والام، بلائیں اور فتنے بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔

اس تاخیر اور غیر معمولی دیر کے جملہ اسباب میں ہمارا وہ مبالغہ اور زیادتی ہے جو ہم مہور میں کرتے ہیں نیز جہیز میں بھی ہم مبالغہ آرائی اور کثرت کرتے ہیں۔

بہت سے نوجوان محض اس وقت سے اس عبادت سے محروم رہتے ہیں کہ وہ مہر کی نقد ادائیگی سے عاجز و قاصر رہتے ہیں۔

اور بہت سی بچیوں کے والدین محض اس وجہ سے اپنی بیٹیوں کے لیے پیغام نکاح کو قبول نہیں کر سکتے اور نہ ہی ان کی شادیاں کر سکتے ہیں کیونکہ وہ ان بچیوں کا مروجہ اور عام حسب معمول جہیز تیار نہیں کر سکتے۔

والدین جہیز میں شان و شوکت اور بہت امیرانہ ٹھاٹھ اس وقت تک نہیں دکھا سکتے جب تک کہ دولہا والے مہر میں کئی گنا اضافہ اور مبالغہ نہ کریں۔

فلا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

عورتیں اور اطباء و ڈاکٹر

وہ زبردست آزمائشیں اور فتنے جن میں ہم اس وقت مبتلا ہیں اور آج جو بطورِ چیلنج ہمارے سامنے ہیں ان میں سے ایک فتنہ تو وہ سستی اور غفلت ہے جو ہم اس بارے میں برتتے ہیں کہ خاتونِ خانہ ڈاکٹر یا طبیب کے پاس جائے۔ اس طرح کہ اس کے ہمراہ کوئی محرم نہ ہو اور یہ محض اس وجہ سے ہو کہ اپنے آپ پر غلط اور جھوٹا گمان ویقین کریں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ طبیب یا ڈاکٹر معصوم و محفوظ ہے یا اس کا احساس مردہ ہو چکا ہے یا یوں کہ اس کی قوتِ مردانگی ناقص ہے اور یہ جا مدار طبیعت ہے۔

کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ خاتون ڈاکٹر کے پاس جاتی ہے تو اس کے ہمراہ اس کا محرم خاوند یا بھائی یا باپ نہیں ہوتا اور جب ڈاکٹر چاہتا ہے تو عورت اکیلی اس کے سامنے بے پردہ ہو جاتی ہے اور ڈاکٹروں کی عادت یہ ہے کہ ان کے مخصوص اور منفرد کمرہ میں کبھی کوئی دوسرا شخص داخل نہیں ہو سکتا۔ یہ ان کی

طرف سے سخت تنبیہ اور نوٹس ہوا کرتا ہے۔

• پس جب عورت ڈاکٹر کے کمرہ میں پہنچتی ہے تو وہ خاتون اور مرد بالکل تنہا ہوتے ہیں ان کے ہمراہ کوئی دوسرا شخص نہیں ہوتا۔ اور جو کچھ اندر ہوتا ہے اس کے بارے میں اطلاع اور خبر نہیں ہوتی۔

اسلام میں یہ حقیقت عیاں اور ظاہر ہے کہ مرد و عورت اجنبیہ کا تنہا ہونا کس قدر خطرناک اور بھیانک گناہ ہے۔

وخلوة الرجل لن تجوزا	اجنبیہ عورت کے ساتھ مرد کی خلوت جائز
بالاجنبیۃ ولو عجوزا	نہیں خواہ یہ ضعیف اور بوڑھی ہی کیوں
	نہ ہو۔

بلاشبہ یہ ایسی حرمت اور ناجائز کام ہے جو بہت زیادہ معقول المعنی ہے کیونکہ عورت کو فطرت و طبیعت یوں پیدا کی گئی ہے کہ فطرتی اور جبلّی طور پر مہربان و شفیق ہے۔ چنانچہ خاتون مرد کو جہاں بھی دیکھے وہ اس کے لیے پسیج جاتی ہے اور اس پر مہربانی کرتی ہے کیونکہ عورت کی لذت اور سرور تو مرد کے ساتھ ہے اور مرد بھی اسی طرح عورت کے لیے مہربان و شفیق پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ جب وہ عورت کو دیکھتا ہے تو اس کے لیے مہربان و شفیق ہوتا ہے۔ کیونکہ مرد کی لذّت و فرحت بھی عورت کے ساتھ ہے۔

پس جب وہ دونوں ایک مضبوط اور محفوظ جگہ پر مجتمع ہو جائیں تو انسان ان کو دیکھ نہیں سکتا اور نہ ہی وہ ان کے پاس جانے کی طاقت رکھتا ہے۔ لہٰذا یہ بات آسان ہے کہ وہ سوچے سمجھے بغیر ایسی کسی غلطی اور زبردست گناہ کا ارتکاب کر دیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حرام اور ناجائز فرمادی ہے۔

میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ وہ عورت اور مرد جو خلوت اور تنہائی

کی کوشش کرتے ہیں اس خلوت کے بعد انھیں اس سے کوئی چیز نہیں روک سکتی کہ جس سے وہ اس مصیبت کی جانب اقدام کرلیں جو بہت بڑی مصیبت ہے۔ یعنی میری مراد زنا کی مصیبت عظمٰی ہے۔

اسی لیے شارع علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے جو حکیم اور دانا ہے اس خلوت اور تنہائی سے منع فرماتے ہوئے اس کو روکا ہے۔ چنانچہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "تم عورتوں کے پاس خلوت اور تنہائی میں نہ جاؤ تو انصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سسر اور خاوند کے رشتہ داروں میں سے اگر کوئی شخص خاتون کے قریب جائے تو؟ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سسر اور خاوند کے رشتہ داروں میں سے اگر کوئی شخص خاتون کے ہاں جائے تو یہ اخلاق اور دین کی موت ہے۔ (رواہ البخاری ومسلم والترمذی)

حدیث ہذا میں لفظ حمو آیا ہے۔ حمو سے مراد وہ شخص جو خاوند کے قریب ہو۔ اور اس طرح مراد بیوی سے قریب والا ہوگا۔

چنانچہ غیر محرم کا خاتون کے نزدیک جانا اس کے بارے میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، کہ یہ خاتون کی موت ہے یعنی اس کی ادبی، دینی موت ہے یعنی اخلاق کی موت اور کے رخصت ہونے کی وجہ ہے"۔

اس کی توجیہہ یہ ہے کہ اس عورت کا قریب اور نزدیک جانے والا اس کا چچا یا چچا کا بیٹا یا اس طرح کے دوسرے رشتہ دار ہیں جیسے اس مرد کا ماموں یا ماموں زاد بھائی یا اس کی خالہ کا بیٹا، وہ اس کے نزدیک اس رشتہ داری اور قرابت کے اقتضاء پر اس کے ہاں جاتے ہیں اور داخل ہوتے ہیں اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس طرح کوئی حرج نہیں کہ وہ رات دن کو اس خاتون کے پاس جائیں۔ اسی طرح

اس امر میں بھی کوئی حرج نہیں کہ اس عورت کے چچازاد بیٹے یا ماموں کے بیٹے یا اس کی خالہ کے بیٹے وغیرہم کے پاس جائیں۔

چنانچہ جب یہ حیوانی شہوت جوش مارتی ہے تو اس وقت قریب و بعید رشتہ دار نظر نہیں آتے اور نہ ہی عظیم و حقیر معلوم ہوتا ہے چنانچہ جب یہ رشتہ دار اس کے قریب جاتے ہیں تو یہ اتصال و ملاوٹ دائمی اور ہمیشگی کے ساتھ ہوا کرتی ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ اس عورت کے نزدیک جانا رشتہ داری اور قرابت کی وجہ سے آسان تر ہوتا ہے اور رشتہ داری منقطع نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد کونسی موت ہے؟

نیز حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

لا یخلون احدکم بامراۃ الا مع ذی محرم۔ رواہ البخاری و مسلم	تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ خلوت نہ کرے سوائے اس کے کہ اس کے ہمراہ ذی محرم ہو۔ (بخاری و مسلم)

اگر تو یہ ایسی خلوت اور تنہائی ہے کہ خاتون کے ہمراہ ذو رحم محرم موجود ہیں اور مرد کے ساتھ بھی تو اس شخص کے موجود ہونے کی وجہ سے کس طرح کا کوئی خوف و خدشہ نہیں لیکن اس خلوت کو ہم بطور مجاز خلوت کہیں گے۔

لیکن ناپسندیدہ اور منکر خلوت جس پر خاموش اور سکوت ناجائز ہے وہ یہ ہے جس میں ڈاکٹر کا عورت کے ساتھ اکیلا اور تنہا ہونا ہے جس طرح کہ اب اس دور میں ہوا کرتا ہے

ہم پہلے یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ عورتیں ڈاکٹروں کے پاس اکیلی عموماً فاحش اور بے حیاء اغراض سے جاتی ہیں اور طبیب یا ڈاکٹر معلوم نہیں بلکہ وہ بشر و انسان ہے جس میں جذبات اور جوش موجود ہے۔ اور جذبات کے شعلے اس وقت سب سے زیادہ بھڑکتے ہیں جبکہ کوئی حسین و جمیل خاتون خلوت میں مرد کے لیے بے پردہ

ہو جاتی ہے اور ڈاکٹر اپنا ہاتھ اس کے جسم پر رکھتا ہے اس کا لیبل نبض اور تشخیص مرض وغیرہ ہوتا ہے۔

پس اللہ کی قسم اس عورت کا مر جانا، دفن ہونا، ہٹ جانا وجود سے آخر کار بہتر ہے اس قباحت اور غلط امر سے کہ جو ڈاکٹر اس کے ساتھ کرتا ہے ناپسندیدہ امر اور یہ غلط کاری و فحش کا انجام و نتیجہ دوزخ کی آگ ہی ہوا کرتا ہے پس مردوں کو عورتوں اور خواتین کے بارے میں اللہ کا خوف اور تقویٰ پیدا کرنا چاہیئے اور انھیں عورتوں کو اس بات کی اجازت نہیں دینی چاہیئے کہ وہ غیر محرم لوگوں کے پاس جائیں۔ سوائے اس کے کہ مرد عورتوں کے ہمراہ ہوں۔

اور ان جملہ فتنوں اور آزمائشوں میں سے جو اس باب سے ہیں اور جسے ہم آج دیکھ رہے ہیں یہ بھی ہے کہ عورتوں کا سڑکوں پر نکلنا ان کی بے عزتی اور بے حرمتی ہے اس طرح ان کا شرم و حیا باقی نہیں رہتا۔ وہ دکانوں میں جاتی ہیں۔ لیکن یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ دکان کے اندر کون کونسی عشق بازی، گفتگو، بات چیت ہوتی ہے جس کے اوپر خرید و فروخت اور بیع و شراء کا لیبل لگا ہوتا ہے اور وہاں کس چیز کا سودا ہوتا ہے؟

خدانخواستہ عزت اور عفت و عصمت کا سودا تو نہیں؟

اے اللہ تو پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے کہاں ہیں مرد اور ان کی بہادری بڑائی اور فخر اور ان کی مروت کہاں سو گئی ہے؟

مردانگی و مردمی کی موت غیرت کا فقدان ہے

بلاشبہ انسان کے نزدیک اس کی دنیا کے بعد سب سے زیادہ عزیز اور پیاری چیز اس کی عزت ہے۔ بلکہ انسان کی عزت تو اس کے دین کا جزو و حصہ ہے اور عزت کی محافظت دین اور غیرت کے اہم ترین تقاضوں میں سے ہے۔ نیز یہ ایمان کی انتہائی ضروری علامات و نشانیوں میں سے ہے اور یقیناً حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب تمام لوگوں سے بڑھ کر اپنی غیرتوں کی عزت کیا کرتے تھے۔ اس پر وہ حدیث مبارکہ دلیل ہے جو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا۔

بلاشبہ تم میں سے کسی ایک شخص کا اپنے گھر والوں کے پاس جانا اور کسی ایسی چیز کو پانا جو اس کو شک و شبہ میں ڈال دے۔ اس کے لیے چار گواہوں کی شرط ہے تو یہ بات سن کر سیدنا حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ متاثر ہو کر کھڑے ہوئے

اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں اپنے گھر والوں کے پاس جاؤں اور کسی ایسے شخص کو پاؤں جس کی وہاں موجودگی مجھے شک وشبہ میں ڈال دے تو پھر جب تک چار گواہ نہ ہوں میں منتظر رہوں کہ اس کا فیصلہ کیا کیا جائے؟ تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔

اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق اور سچ کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اگر میں کسی ایسے شخص کو دیکھوں جو مجھے میرے اہل وعیال کے بارے میں شک میں ڈال دے تو میں مشکوک آدمی کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ اور اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ جو چاہے میرا فیصلہ فرما دے۔

چنانچہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس نے جناب سعد بن معاذؓ کا جوش وہیجان ناپسند ومنکر نہیں فرمایا۔ یہ محض آپ کی عزت اور عصمت کی وجہ سے تھا بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبسم فرمایا اور ارشاد ہوا۔ بلاشبہ سعد بن معاذؓ غیرت مند ہیں۔ اور میں جناب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تبارک وتعالیٰ تمام لوگوں سے بڑھ کر غیرت مند ہے۔ اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ اس کی ممنوعہ اور محارم سے اجتناب کیا جائے۔

اور ارشاد حکیم نے جب یہ فرمایا تو یہ حق اور سچ ہے۔

لا یسلم الشرف الرفیع	تکلیف واذیت سے بلند وبالا شرف وعظمت
من الاذی	محفوظ ومصئون اس وقت تک نہیں رہ سکتا
حتی یراق علیٰ جوانبہ	جب تک کہ اس کے پہلوؤں پر خون نہ
الدم۔	بہایا جائے۔

اے میرے مسلمان بھائی جب آپ نے یہ بات جان کر اس کو یقین کر لیا اور آپ اپنے دین پر غیرت مند ہیں اور عزت عصمت کی حفاظت کرنے والے ہیں تو یہ

بات تمھارے لیے آسان ہے کہ تم اپنے دین و عزّت کو اپنی روح اور خون سے فدا کرو اور یہ قربانی و فدیہ تم اپنے مرتبہ وجاہ و مال اور بیٹے پر مقدّم رکھو۔ کیونکہ عزّت اور عفّت کے لیے ایک تقدّس اور عظمت ہے جس نے اس کو حرام و ناجائز قرار دیا۔ اس نے شریف زندگی کو ناجائز بے ادبی کی اور جس نے زندگی وحیات کے شرف کو ناجائز قرار دیا تو وہ حیوانات سے بھی زیادہ گھاٹا اور نقصان پانے والوں میں سے ہے۔ پس جب آپ کے لیے آپ کی عزّت و عصمت اس حدتک عزیز و پیاری ہو تو مسلمانوں کی عزّتوں کے لیے بھی وہی تقدّس اور پاکیزگی لازمی ہے جو خود تمھارے اندر تمھاری اپنی عزّت و عصمت کے لیے ہے کیونکہ یہ سب آپ کی عزّت و عصمت کے مساوی و برابر ہیں۔ پس لوگوں کی عزّتوں پر بھی اسی طرح قربانی کرو جیسے کہ تم اپنی عزّت و عصمت پر فدا ہوتے ہو۔

نیز آپ پر یہ بات لازمی اور لابدی ہے کہ آپ اپنی عزّت سے ایسے خسیس وحقیر لوگوں سے دفاع کریں جو لوگوں کی عزّتوں پر جھپٹتے ہیں اور ان کی بیحرمتی و بے عزّتی کرتے ہیں۔ اس توقیر و عظمت کو خراب و پراگندہ کرتے ہیں۔ اس کے شرف و پاکیزگی کو پراگندہ اور غلیظ کرتے ہیں اور جو چیز انھیں لوگوں کی عزّتوں پر ڈاکہ ڈالنے کی طرف ترغیب و لالچ دیتی ہے اور ان کی عزّتوں سے کھیلنے کی رغبت دلاتی ہے وہ مندرجہ ذیل امور ہیں:۔

اوّل

اصحاب عفت و عصمت کی بے عزّتی اور بے ادبی اس طرح کہ ان کی عزّتوں کا دفاع اور تحفّظ کیا جائے۔ اس کی وجوہات میں سے ایک تو یہ ہے کہ یہ محض

اس لیے ہو سکتا ہے کہ کہ ان کے نفوس سے غیرت کا فقدان ہو یا ان کے دلوں کی عزیمت کمزور و کم ہو۔

یا ان کے اس تساہل و سستی کی وجہ سے ہے کہ ان کی اپنی تربیت اور پرورش دینی اور مذہبی ماحول میں اس طرح ہوئی جسے عزتوں کی محافظت اور دفاع کے لیے اوّلین اور لازمی باڑ کہا جا سکتا ہے۔

یا لوگوں کی بے حسّی و بے حرکتی کی وجہ سے ہے کہ انھوں نے اپنی عورتوں بچیوں کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ بن ٹھن کر باہر نکلیں اور بے پردگی اختیار کریں جس کی بدولت ان میں مرد اور نوجوان للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھیں اور بے پردگی و بے حیائی ہی کی وجہ سے بھیڑیے ان کی عزتوں پر بآسانی حملہ آور ہو سکتے ہیں۔

ثانی

ایسی وجوہات و اسباب اور مظاہر بے حیائی و بے عزتی جنھیں دیکھ کر انسان کی غیرت پگھل جاتی ہے اور مخول و بے حیائی جو کہ عورتوں سے ظہور پذیر ہوتی ہے اور نوجوان خواتین اپنے لباسوں، کلام و گفتگو سے ایسی ڈھٹائی سے کام لیتی ہیں حتی کہ اپنے چلنے اور رفتار سے بھی، نیز تصرّفات وغیرہ سے۔

اسی لیے اسلام نے اس بات کی ترغیب دلائی کہ عورت ایسے ہر عضو کو ڈھانپے جس میں مرد طمع و لالچ رکھتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجات مطہراتؓ کو مخاطب ہو کہ تمام مسلمان خواتین کو یہ حکم صادر فرماتا ہے۔

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ ترجمہ:۔ بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ

فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى ۔

دل کا روگی کچھ لالچ کرے، ہاں اچھی بات کہو اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔ اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔

اسی لیے مسلمان خاتون کے لیے لازمی ہے کہ وہ اپنی نرم گفتار اور کلام کو متغیر کر دے خصوصاً اس وقت جبکہ اس کو مردوں سے مجبوراً کلام و گفتگو کرنی پڑے کیونکہ نرم اور نازک آوازیں مردوں کو اپنی جانب کشش کرنے اور کھینچنے کا وسیلہ و ذریعہ ہیں ۔ اسی لیے کہتے ہیں :۔

الاُذن تعشق قبل العین احیانًا

کبھی کبھی آنکھ سے پہلے کان پہلے عشق کرتے ہیں۔

ثالث

مرد و عورت کا وہ باہمی اختلاط اور میل جول جو ان دونوں جنسوں کے مابین پھیلنا شروع ہو گیا ہے اور خصوصاً رشتہ دار عورتوں کے کنبوں کا میل جول اور دوستوں کی ملاقاتیں جو باہمی زیارات کے نام پر ہوتا ہے کہ یہ خاندان کی ملاقات ہے اور بعض اوقات مردوں اور عورتوں کے مابین خلوت میں میل جول ہو جاتا ہے چنانچہ باہمی اختلاط کی یہ نوعِ اخلاق کو سب سے زیادہ نقصان و ضرر پہنچانے والا ہے ۔ اسی لیے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔

لہ پ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۳۲۔

ما خلا رجل بامراۃ الا	جب کوئی مرد کسی عورت سے خلوت میں ہو
وکان الشیطان ثالثہما	تو ان کے ساتھ تیسرا شیطان بھی لازمی
	ہوگا۔

اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے نصیحت و خیر خواہی اور دفاع و بچاؤ کی خاطر ارشاد فرمایا۔

لَا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا	ترجمہ۔ ان سے خفیہ وعدہ نہ کرو
اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا	مگر یہ کہ اتنی بات کہو جو شرع میں
مَّعْرُوْفًا ؎	معروف ہے۔

چنانچہ اسلام میں مردوزن کا یہ اختلاط اور وہ خلوت وعلیحدگی قطعی طور پر ممنوع ہیں۔ خصوصًا اس وقت جبکہ رقابت مفقود اور معدوم ہو جائے۔ یہ اہل و عیال و رشتہ داروں کی رقابت ہے۔ ضمیر کی رقابت ہے چنانچہ مردوزن کا یہ اختلاط اپنی تمام وجمیع صورتوں کے ساتھ جملہ مصیبتوں میں سے ایک مصیبت بن کر رہ گیا ہے اور جو شخص اس کا انکار کرتا ہے اس کو رجعیت و تنزلی و تاخر سے متہم کیا جاتا ہے اور مؤخر کیا جاتا ہے بلاشبہ یہ بات اپنے دور کی کوئی ترقی اور بڑائی نہیں ہے

اسی بات سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سابقہ تنبیہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مندرج ذیل قول درست وصحیح ثابت ہوتا ہے

کیف بکم اذا امر	اس وقت تمہاری حالت کیسی ہوگی جب
بالمنکر ونھی عن	تمہیں برائی کا حکم دیا جائے گا اور
المعروف۔	بھلائی ونیکی سے منع فرمایا جائے گا۔

؎ پ ۲، سورۃ البقرہ، آیت ۲۳۵۔

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

یأتی علی الناس زمانٌ	لوگوں پہ ایک ایسا دور آنے والا ہے جس
تظھر فیہ الفاحشۃ	دور میں فاحشہ اور بُرائی کا اظہار کھلے بندوں
فی الطرقات حتی یقول	سر عام راستوں پہ ہو گا حتی کہ ان میں
احدھم لفاعلھا لو	سے ایک بُرائی کرنے والے کو یہ کہے گا
تنحیت بھا عن الطریق	کہ تم راستے سے ہٹ کر بُرائی کرتے تو
فذلک فیھم کابی بکر و	اس طرح کہنے والا شخص لوگوں میں سیّدنا
عمر۔	حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی
	اللہ عنہما کی طرح ہو گا۔

رابع

خاندان میں دینی تربیت کا فقدان یا اس کا کمزور و ضعیف ہونا ہم پہ لازم ہے کہ ہم اپنی اولاد کی تربیت کا بکثرت لحاظ رکھیں۔ یہ دینی اور حقیقی و سچی تربیت ہونی چاہیئے۔ ہم ان کو اس طرح ڈھالیں کہ وہ نیک اور صالحہ بیٹیاں ہوں۔ وہ صرف اپنے آپ میں ہی صالحہ اور بنفسھن ہی نیک نہ ہوں بلکہ اپنے معاشرے بھی صالح و نیک ہوں اور ہم اپنے بچوّں کو وضاحت و شرح سے بتا دیں کہ عزّت و عصمت کی حفاظت کیا ہے اور شرافت و فضیلت کس کو کہتے ہیں خصوصًا ان کے لیے۔ خصوصًا عورتوں اور نوجوان خواتین سے۔

وگرنہ ہم خواتین کو اس امر کی اجازت دے دیں کہ وہ بے حیائی، بے پردگی کی صورت میں بن ٹھن کر گھر سے نکلیں۔ وہ بے پردہ رہیں خواہ حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔ اگرچہ اس طرح ہم تمام لوگوں کو ناراض کر لیں گے اور معاشرے

کے رسم و رواج کی مخالفت کریں گے۔

لیکن مجھے یہ یقین ہے کہ پیروی اور تقالید کی مخالفت سب سے بڑی رکاوٹ اور سدِّ راہ ہے جو والدین کے راستے میں سینہ تان کر کھڑی ہے جب کہ وہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی تربیت اور پرورش کا ارادہ کرتے ہیں تاہم ہم میں اگر قوتِ عزیمت اور حالات کے تقاضوں کے پیشِ نظر رضامندی و خوشنودی ہو اور اس عظیم و جلیل القدر مقصد و مطلب کی رفعت کو پیشِ نظر رکھیں تو یہ ساری باتیں ایسی ہیں کہ ہم اپنی منزل پر مستقل مزاجی اور پختگی سے گامزن ہو سکتے ہیں اور ہمارے قدم جم سکتے ہیں خواہ مشکلات، رکاوٹیں اور بندشیں کس قدر ہی کیوں نہ ہوں اور مصائب و آلام ہمیں ہر طرف سے ہی کیوں نہ گھیر لیں۔

اور ہم پر یہ چیز لازم ہے کہ ہم شرم و حیا کو پگھلانے کے مظاہر اور نظارے اور حیاء سے عاری محافل کا خاتمہ کریں جن میں عورتوں اور دوشیزاؤں کا مقابلہ ہوتا ہے۔ خصوصًا مدارس کی طالبات اور یونیورسٹیوں کی طالبات میں۔

اسی طرح ہم مردوں کے اختلاط کا بھی اختتام کریں جس کے اسالیب اور طور طریقے نوجوان مردوں اور لڑکوں میں پھیل گئے ہیں۔

خواہ ہماری یہ عیاشی دوستی کے رنگ میں انجام دی جا سکے یا باہمی افہام و تفہیم اور ملاقاتوں کے ذریعے ہو یا تقریر و خطبہ کے طریقہ سے یا سیر و تفریح اور ورزش و کھیل کے بہانے میں سرانجام دی جا رہی ہو وغیر ذالک۔

ہمارے سامنے ایک سخت چٹان ہے جو اس مبارک پروگرام کو نافذ کرنے میں حائل ہے لیکن اپنی فکر کی بلندیاں اور رفعتیں حاصل کرنا اور اپنے پروردگار سے مدد حاصل کرنا ان بہت سی گھاٹیوں اور مشکل گھاٹیوں اور مشکلات و مصائب کو حل کر دے گا۔

میرے بھائی۔ میرے ساتھ اسلام کے ان بعض وسائل کو سنیئے جو ان بیماریوں اور نازک مراحل کو طے کرنے کے لیے بطورِ علاج ہیں۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۔ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ[1]

ترجمہ:۔ مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں۔ اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں۔ اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگار اور اللہ کی طرف توبہ کرو۔ اے مسلمانو! سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

---

[1] پ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۳۰۔۳۱۔

اور ارشاد ربانی ہے:۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ	ترجمہ:۔ اے نبیؐ اپنی بیبیوں اور صاحب
وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ	زادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما
الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ	دو کہ اپنی چادروں کا ایک حصّہ اپنے
مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ذٰلِكَ	منہ پر ڈالے رہیں یہ اس سے نزدیک
اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا	تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو نہ ستائی
یُؤْذَیْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا	جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔
رَّحِیْمًا	

اور پہلی آیت شریفہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے مندرجہ ذیل ارشاد میں غور وتدبر فرمائیے:۔

اَوْ نِسَآئِهِنَّ یا اپنی عورتوں کے لیے

تو آپ اس آیت شریفہ سے یہ سمجھیں گے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمان خاتون کے لیے یہ بات درست اور جائز قرار نہیں دی کہ وہ کسی غیر مسلمہ عورت کے لیے اپنی زیبائش وآرائش کا اظہار کرے۔

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمان خاتون کو اس قدر عزت واکرام بخشا ہے اور مسلمان خاتون کی زیب وزینت اس حد تک ہے تو مسلمان خاتون کی حالت کیسی ہوگی جس کی ہتک عزت ہوتی ہو۔ اور زیبائش وآرائش کا حال کیا ہوگا۔ کہ وہ اس زیبائش وآرائش کا اظہار کرے۔ خصوصاً راستوں، چوکوں اور شاہراہوں پر گویا کہ یہ عام ضروریات اور معمولات ہیں جو کہ امیر اور چاہنے والے کے لیے کھول کر رکھ دیئے گئے ہیں۔

ؔ پ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۹

اسلام کے نزدیک

غیرت اور حیاء کا مفہوم

اپنے گھر والیوں اور محارم کے بارے میں غیرت مند ہونا اور خواتین کے بارے غیرت رکھنا ایسا اخلاق ہے جو کہ قابل تعریف ہے اور شرعًا وعقلًا یہ امر مطلوب ہے تاہم بعض ایسے نام نہاد افراد جن کی نسبت اور تعلق تہذیب و ثقافت اور ترقی کی جانب ہوا کرتا ہے وہ اس خلق کریم کو سمجھنے میں خطا کار اور غلط ہوتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ مرد کا عورت پر غیرت کھانا جہالت، حماقت اور عصبیت سے ہے جو کہ علم، انسانیت اور یقین وثقہ کے منافی و برعکس ہے۔ چنانچہ ایسی سب باتیں ظن وگمان، وہم، شیطانی وساوس ہیں۔

بلاشبہ درحقیقت یہ تنزل کی جانب گرتے ہوئے یورپ سے متاثر ہونا ہے۔ کیونکہ ماضی میں یورپ نے کبھی بھی عفت وعصمت اور حیا و شرم کو مقدس قرار نہیں دیا۔ بلکہ اس نے تو کبھی کسی وقت میں بھی طہارت عذر کی حفاظت و صیانت نہیں کی۔ چنانچہ ان کے موقف و نظریئے کے مطابق اس کے اخلاق

معیار و اندازے کو جانچنا اس طرح بھی کافی ہے کہ جو ان کا اپنی عورت اور خاتون کے بارے میں ہے کہ ہمیں اہل یورپ کی لغت اور زبان میں ایسا کوئی کلمہ نہیں ملا جو عورت کی کرامت و محافظت کی دلیل ہو اور سلوک جنسی میں کرامت کی دلیل ہو۔ میری مراد اس سے عزّت کا حکم ہے یہ کلمہ فضیلت جنسیہ کے معانی کا جامع ہے۔

اور مومن کی حمیت یہ ہے کہ وہ اس سے غیرت کھائے اس کا دفاع کرے۔ بلکہ غیرت وغیرہ کے الفاظ کو اہل یورپ تو انتہائی بُرا سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک یہ قابلِ عمل و استعمال نہیں۔

ڈاکٹر نور الدین عتر اپنی کتاب "ماذا عن المرأۃ" کے صفحہ نمبر ۱۴۴ پر ارشاد فرماتے ہیں:

مجھے بعض ایسے قصّے اور ڈرامے معلوم ہوئے ہیں جو یورپ کے ادباء کے لکھے ہوئے ہیں۔ ادباء کے یہ قصّے، ڈرامے عظیم فطرت انسانی کے عیوب کھول کھول کر قبیح طریقے سے بیان کرتے ہیں۔

اور وہ انسانی غیرت و حمیت سے مختلف ہتھکنڈوں و متضاد طریقوں سے جنگ و جدال کرتے ہیں۔ یہ فرانسیسی ادباء کی ایک جماعت کے ڈراموں کا ترجمہ ہے جسے ہمارے بعض ادیبوں نے ترجمہ کیا ہے اس کا محاورہ اور موضوع اہلِ عرب کے ان غلط گمانوں کا ابطال کرتا ہے (العیاذ باللہ) جو غیرت اور حیاء سے متعلق ہیں اور جب غیرت کا تصوّر کرتے ہیں تو اس وقت غیرت نام کا کوئی بھی لفظ ان کی زبانوں پہ نہیں آتا۔ اور وہ غیرت نہیں کھاتے۔ ہر قِسم کی فکر و سوچ اور غور و خوض سے محروم ہوتے ہوئے وہ کچھ نہیں کہتے۔ پس وسواس اور اوہام کے آگے جھک جاتے ہیں اور طرح طرح کے جرائم

وگناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ پھر ان میں سے بعض لوگ جہنم سے نکل کر چلے جاتے ہیں اور وہ فرار و سرکشی کی راہ اختیار کرتے ہیں۔

جی ہاں! یہ وہ مثالیں ہیں کہ جنھیں ادب اجنبی سے اس مترجم نے مختار واضح بیان کیا ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے کہ جسے غیر ممالک کی حکومتوں کی تہذیب میں سے مقدم کیا جاتا ہے۔

پس وہ اپنی اس تہذیب و ثقافت کے آگے ایسی چیزیں رکھتے ہیں جو اس کو اس کا دشمن ادب اور تہذیب کے نام سے پیش کرتا ہے۔

یہ سرخ فاسق و فاجر تہذیب کے گھر کا طریقہ ہے اور اس مغربی تہذیب کی سفاہت و پاگل پن ہے جو تباہ و برباد کر دینے والی اور ہلاکت خیز ہے اس کا انجام و نتیجہ یہ ہے کہ اس نے عظیم اور رفیع القدر انسان کو انتہائی گھٹیا اور نچلی حیوانیت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈال دیا ہے۔

اسلام اور جاہلیت دونوں ادوار میں عفت و عصمت کی حفاظت پر غیرت اہلِ عرب کا رکن اور اس کے اخلاق کی پختگی اور مضبوطی کا لازمی حصّہ ہے۔ کیونکہ غیرت بشری انسانی صفت کی طبیعت ہے جو ایسی صفت اور انسانی طبیعت جو صاف و شفاف، پاک، طاہر اور آزاد نفس کا۔

جاہلیت کے شعراء میں سے یہ ہیں جو غیرت اور عزّت کے خلقِ کریم پر فخر کرتے ہیں اور اس فضیلتِ محمودہ پر انھیں بجا طور پر ناز ہے۔ چنانچہ جب اس کی جان و نفس میں غیرت مستقل طور پر ٹھہر گئی اور اس نے غیرت کا معنی چکھا۔ تو اس نے غیرت کرنی شروع کر دی تھی کہ اپنے پڑوسیوں کی عزّت پر بھی یہ اس کے اندر کی آواز اور دلی خواہش تھی کہ وہ غیرت کا اظہار کرے۔

وَاغضُضُ طرفی ان بدت لی جارتی | اگر میری پڑوسن ظاہر ہو تو میں اپنی
حتّٰی یواری جارتی مأواھا | نگاہیں نیچی کر لیتا ہوں حتی کہ میری پڑوسن
| پردے میں مخفی ہو جاتی ہے۔

اور یہ ہیں حاتم طائی جو یہ کہتے ہیں :۔

اذا ما بتّ اختلٰی عرس جاری | جب میں اس صورت حال میں رات بسر کروں کہ میں
لیخفینی الظلام فلا خفیتُ | اپنے پڑوسی کی دلہن سے چھپ رہا، یوں تو اندھیرا
أافضحُ جارتی واخون جاری | مجھے چھپا لیا ہے۔ لیکن میں مخفی نہیں رہتا۔ کیا میں
فلا واللہ افعل ما حییتُ | اپنی پڑوسی عورت کو شرمندہ و نادم کروں اور
| اپنے پڑوسی کے ساتھ خیانت کروں؟ اللہ کی قسم
| جب تک میں زندہ ہوں ایسا ہرگز نہ کروں گا۔

یہ وہ لوگ ہیں جن میں فضیلتِ عربیہ اسلامیہ اور غیرت فطرتی طور پر رچی بسی تھی اس میں کوئی شک نہیں کہ جب اِن کے نفوس اور طبائع مسخ ہو گئیں تو ان کی عربی جنسیت بھی مفقود اور غائب ہو گئی۔

اور صالحین باشندوں کی حیثیت سے ان کی جنسیت مفقود ہو گئی۔

اس طرح انھوں نے ایمانی رکن کو ضائع کر دیا۔ اور اسلامی جوہر عظیم مخفی ہو گیا۔ چنانچہ اس طرح امت اور معاشرہ میں فتنہ و فساد برپا کرنے کی کوشش کی گئی جس کی جڑیں انتہائی گہری ہیں۔

چنانچہ محمود مطلوب غیرت تو عورت کا بے حیائی و بے شرمی اختیار کرنا اور مردوں کے ساتھ آزادانہ اختلاط، ہر حرام و ناجائز امر کا ارتکاب ہر طرح کی برائی و عار و شرمناک کاروائیوں میں ملوّث ہونا جو مذموم ہو اس امر کی خواہش کہ خود اس اپنی عورت اور دوسری عورتوں کے تعلقات اور

شرمناک برائیوں پر وہ شخص بھی مطلع ہو جوان کے ہاں نہیں جا سکتا اور وہ ان کے ہاں جائے۔

لیکن یہ غیرت ہی ہے جسے اللہ اور اس کا رسول محبوب رکھتا ہے، اور یہ غیرت ہی ہے جس کو اسلام نے مسلمانوں کے اندر بطور فطرت بو دیا ہے۔ اور اس کا پودا لگایا ہے اور غیرت پر مسلمانوں کی تربیت کی ہے۔ حدیث مرفوع صحیح میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔

اتعجبون من غیرۃ	کیا تم سیدنا حضرت سعدؓ کی غیرت سے متعجب
سعد لانا اغیرُ واللہ	اور حیران ہوتے ہو میں ان سے زیادہ غیرت مند
اغیرُ منّی۔	اور اللہ تبارک وتعالیٰ مجھ سے زیادہ
رواہ البخاری	باغیرت ہے۔ (رواہ البخاری)

اور حدیث پاک میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

"تم میں سے کوئی شخص اللہ تبارک وتعالیٰ سے زیادہ غیرت مند نہیں اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فواحش ومنکرات کو حرام قرار دیا ہے۔

حدیث ہذا کو کتاب النکاح میں بخاری شریف نے روایت فرمایا۔

اور حدیث پاک میں ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اے امتِ محمد! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی شخص اللہ سے بڑھ کر غیرت مند نہیں۔ چنانچہ وہ یہ دیکھنا پسند نہیں فرماتا کہ اس کا کوئی بندہ (مسلمان مرد اور عورت) زنا کرے۔ اے امتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر تم وہ کچھ جانتے جو کہ میں جانتا ہوں تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔ (رواہ البخاری)

اور حدیث مرفوع میں یہ ثابت ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

" بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ غیرت فرماتا ہے اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ مسلمان کسی ایسی چیز کا ارتکاب کرے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حرام فرمادی۔

(رواہ البخاری)

اور اس حدیث پاک میں جو کہ دیوث کے متعلق ہے اور جس میں غیرت اور نخوت نہ ہو جو شخص اپنے گھر والوں میں برائی دیکھتا ہے اور اس کی غیرت کو جوش نہیں آتا۔ صریح فیصلہ ہے کہ ایسا " دیوث " جنت میں داخل نہ ہوگا۔

" تین شخص ایسے ہیں کہ جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنّت حرام قرار دے دی ہے۔ ایک وہ شخص جو ہمیشہ ہمیشہ شراب نوشی کرے وہ شخص جو اپنے والدین کا نافرمان ہو اور ایسا دیوث جو اپنے اہل وعیال میں ہی خبث و برائی کا اقرار کرے۔

اس حدیث پاک کو امام احمد نے روایت فرمایا۔

بلکہ عزت سے دفاع تو جہاد ہے اور عزت کی خاطر تو خون بھی دیا جاسکتا ہے۔ جیسا حدیث صحیح میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے۔

جو شخص دین اسلام کی وجہ سے قتل ہوا وہ شہید ہے۔ جو شخص اپنی حفاظت میں مارا گیا وہ بھی شہید ہے۔ جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔ جو شخص اپنے اہل وعیال کی حفاظت میں مارا گیا وہ شہید ہے۔

حدیث ہذا کو ابو داؤد نے روایت فرمایا۔

اگر یہاں ایسے لوگ ہوں جو اپنی جہالت کے باعث غفلت و سستی کرتے ہوں یا اس وجہ سے غافل ہوں کہ انھیں غیرت کے فوائد کی معرفت و آگاہی۔

حاصل نہ ہو۔ یا وہ غیرت کے ثمرات سے نابلد ہوں تو وہاں ایسے لوگ بھی ہیں جو "غیرت" کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ یہ انکار اس قدر زیادہ ہوتا ہے کہ اہلِ غیرت متہم ہوتے ہیں۔ اور اس میں اہلِ غیرت پر کوئی شک بھی نہیں کیا جاتا۔ ان کے تمام کاموں میں بکثرت انکار کیا جاتا ہے۔ بعض احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ سیّدنا حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اپنے فرزند ارجمند کو ارشاد فرمایا:

یا بنیّ لا تکثر الغیرۃ	اے میرے بیٹے تم اپنے اہل وعیال پر
علیٰ اھلک من غیر ریبۃ	شک وشبہ کے سوا غیرت نہ کیجیو۔ وگرنہ
فترمی۔ ای ھی۔ بالشرّ من	تمہاری وجہ سے تمہاری بیوی پر بُری تہمت
اجلک ان کانت بریئۃً	لگے گی۔ خواہ یہ عورت بری ہی کیوں
	نہ ہو۔

میں کہتا ہوں اس کا مقصود یہ ہے کہ جب کسی مرد سے اس کی کثرتِ انکار مشہور ہو جائے اتہام والزام اور اپنے گھر والوں کی بکثرت نگرانی کی جانی لگے۔ چنانچہ اہلِ ذوقِ سلیم کے ہاں یہ طریقہ غیر مالوف اور ناپسندیدہ ہے۔ کیونکہ فاسق اور اہلِ فجور یہ کہتے ہیں کہ اگر اس کو مکروہ وناپسندیدہ چیز کا علم نہ ہوتا تو یہ اس کا بکثرت انکار نہ کرتا۔

تاہم حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ میں غیرت کا معنی بیان ہوا ہے اور اس میں اعتدال وتوسط کا حکم فرمایا گیا ہے یہ حکم مضبوط اور سلیم طریقے سے ارشاد فرمایا گیا ہے جو عزتوں کو محفوظ کرتا ہے اور اس سے مقصود ومطلوب بھی حاصل ہو جاتا ہے اس طرح کہ اس میں کرامت اور بزرگی میں بھی کسی طرح کی کوئی کسر اور نقص نہیں ہوتا اور کسی طرح کا کوئی فتنہ وفساد بھی برپا نہیں ہوتا۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی معنی اور مفہوم کے پیشِ نظر غیرت کی وضاحت فرمائی۔ غیرت میں سے ایک قسم تو وہ ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ اس میں سے ایک وہ بھی ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ ناپسند فرماتا ہے۔ وہ غیرت جسے اللہ تبارک وتعالیٰ پسند فرماتا ہے تو وہ وہ غیرت ہے جو شک میں کی جائے اور جس غیرت کو اللہ تبارک وتعالیٰ ناپسند فرماتا ہے وہ ایسی غیرت ہے جو شک وشبہ میں نہ ہو۔

حدیث ہذا کو ابوداؤد نے کتاب "الجہاد باب الخیلاء فی الحرب" میں روایت فرمایا۔ نیز ابن ماجہ نے اس حدیث پاک کو النکاح باب الغیرت میں روایت فرمایا۔

عورت کے

مخفی اور پوشیدہ اعضاء

مختلف حالات میں عورت کے لیے اپنے جسم کے مندرجہ ذیل اعضاء کا ڈھانپنا اور پردہ کرنا فرض ہے۔

عورت کو چاہیئے کہ وہ نماز میں وہ اپنا سارا جسم ڈھانپ لے سوائے چہرے، دونوں ہتھیلیوں کے وہ ظاہراً باطناً پردہ کرے۔ اور اس امر میں کوئی حرج نہیں کہ عورت اور خاتون جس کپڑے میں نماز ادا کرے وہ کشادہ اور طویل ہو کہ وہ عورت کے دونوں قدموں کے ظاہر کو ڈھانپ لے۔ کہ جب وہ کھڑی ہو، رکوع وسجود کرے تو یہ کپڑا اس کے قدموں کو ڈھانپ لے چنانچہ اگر دوران نماز عورت کا کپڑا کھل جائے تو نماز باطل ہو جائے گی اور وہ کپڑا مکمل باندھ کر اس نماز کو لوٹا لے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نماز پڑھتے ہوئے اگر عورت کے دو قدم ظاہر ہو جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں اور عورت اپنے سر کو

اوڑھنی سے چھپائے۔ اور وہ اپنے سر کے نیچے اپنے بالوں کو چھپائے حتیٰ کہ سر سے کوئی چیز ظاہر نہ ہو اور وہ اوڑھنی کو اپنے کندھوں پر لٹکائے اپنے سینہ پر اور گردن کی دونوں اطراف کو اوڑھنی سے ڈھانپے تاکہ یہ پردہ ستر اور ڈھانپنے میں اس کی امداد کرے۔ تاہم وہ لڑکی جس کو حیض نہ آتا ہو اور وہ حیض کی عمر کو نہ پہنچی ہو تو اگر اس کے بدن کا کچھ حصہ ظاہر ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

لیکن اگر نمازی عورت کے لیے طویل اور لمبی قمیض ہو جو پاؤں تک آجاتی ہو تو اس خاتون کے لیے اس کے ساتھ شلوار یا چادر وغیرہ لازمی نہیں لیکن یہ بہتر ہے خصوصًا اس وقت جبکہ اسباب خانہ داری کم اور قلیل ہوں اور اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ وہ کپڑا جس میں عورت نماز پڑھ رہی ہو وہ اس عورت کے زینت و زیبائش کے کپڑوں میں سے ہو یا اس کے کام و پیشہ کا لباس ہو جب تک کہ وہ کپڑے پوری طرح باپردہ اور طاہر و پاک لطیف ہوں۔ تاہم جب عورت اگر نماز کے لیے خاص قمیض پہننا شروع کر دے تو یہ بھی بہتر ہے لیکن یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس قمیض کو اپنے نجس و پلید کپڑوں کے اوپر پہن کر نماز پڑھے جیسا کہ اس طرح بعض جاہل عورتیں کیا کرتی ہیں۔ عورت کے لیے لازمی ہے کہ وہ قرأت کے دوران جہر نہ کرے اور اجنبی و غیر محرم لوگوں کے پاس اپنی آواز بلند نہ کرے اور اجنبی و غیر محرم لوگوں کے پاس عورت اپنی آواز بلند نہ کرے اگر عورت عورتوں کی امامت کرلے تو دیکھیں گے کہ اگر اس خاتون کے پاس اس کے خاوند کے علاوہ دوسرا کوئی مرد نہ ہوا اور اس عورت کے محارم کے سوا اس کے پاس کوئی شخص موجود نہ ہوا تو عورت کے قرأت بالجہر کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن عورت کو اذان دینے اور قرأت میں ترنّم کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

نماز سے باہر

نماز سے باہر اسلامی ادب یہ ہے کہ مکمل طور پر پردہ کیا جائے۔ جیساکہ حجاب اور پردے کی بحث میں گزر چکا ہے اور وہ یہ ہے کہ عورت اپنے تمام بدن کو ڈھانپ لے حتیٰ کہ چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں سوائے اس کے کہ خاتون امورِ خانہ داری میں مشغول ہو اور اپنے کاموں میں مصروف ہو۔ اور عورت کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ بیع وشرا کے دوران اپنا چہرہ کھول لے اور عورت کے گواہی دینے کے وقت یا جب اس کے خلاف گواہی دی جا رہی ہو اس وقت وہ چہرہ کھول سکتی ہے۔

اور جس شخص نے کسی خاتون کو پیغام نکاح ارسال کیا تو اس کے لیے جائز بلکہ مستحب ہے کہ وہ اس عورت کو دیکھ لے تاکہ وہ اس خاتون کا انتخاب کرے یا وہ اس کے ساتھ نکاح نہ کرے۔

اگر خاتون مریضہ ہو تو طبیب یا ڈاکٹر اس وقت تک عورت کے پاس نہ آئے

جب تک کہ اس کا خاوند اس کے پاس موجود ہو یا بعض محرم لوگ موجود ہوں اور مسلمان خاتون اپنے پاک و طاہر جسم سے ڈاکٹر کے سامنے کسی حصّے کا اظہار نہ کرے سوائے ان جگہوں اور اعضاء کے جو بیماری والی ہوں۔ جہاں مرض اور بیماری ہو صرف وہی جگہ ڈاکٹر دیکھے یا ایسی جگہ کو دیکھے جہاں عورت پر دوا لگائی جاتی ہو۔

اس امر میں کوئی حرج نہیں کہ عورت جسم کے کسی حصّہ میں ٹیکہ لگوائے اور اگر ضرورت ہو اور اس کے سوا کوئی دوسرا چارہ نہ ہو تو ڈاکٹر عورت کے بچّہ جننے کے وقت بچہ پیدا ہونے کی جگہ اور حمل کے مقام کو دیکھ سکتا ہے۔ اگر ڈاکٹر کی بجائے کوئی ماہر لیڈی ڈاکٹر نہ ہو۔

مسلمان خواتین کا دیگر عورتوں اور محارم کے پاس جانا

عورتوں اور محرم لوگوں کے پاس تو عورت پر صرف یہی واجب ہے کہ وہ جسم کے اسی حصّے کا پردہ کرے جو ناف اور گھٹنے کے درمیان ہے۔ یہ واجب ہے تاہم اسلامی ادب کا تقاضا ہے کہ عورت اپنے محارم کے سامنے اپنے جسم کے کسی حصّے کا اظہار نہ کرے سوائے اس طرح کہ انتہائی عزّت و وقار میں اور عظمت و شوکت سے اس نے اپنے پورے کپڑے پہن رکھے ہوں۔ کیونکہ انسان بہرحال انسان ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو۔ چنانچہ جب انسان کا دین ضعیف و کمزور ہو اس کی مروّت قلیل ہو اس پر شہوات کا غلبہ ہو تو انسان العیاذ باللہ انسان محرمیت اور قرابت و رشتہ داری کی پرواہ نہیں کرتا۔ اسی لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

مروا اولادکم بالصلوٰۃ	جب تمہارے بچوں کی عمر سات برس ہو
وھم ابناء سبع سنین	جائے تو تم انھیں نماز کا حکم دو اگر ان کی عمر

واضربوهم علیها وهم ابناء عشر سنین — دس سال ہو جائے اس کے باوجود وہ نماز چھوڑ دیں تو تم انھیں جسمانی سزا دو اور ان کے بستر الگ کر دو۔

اور حدیث صحیح میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی مندرج ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اپنی زوجہ مطہرہ سیدہ سودۃ بنت زمعۃ رضی اللہ عنہا کو حکم فرمایا کہ آپ اپنے بھائی سے پردہ کریں یہ حکم اس کے بعد صادر فرمایا گیا جبکہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بھائی کو ان کے والد کے ساتھ ملحق فرمایا۔ ان کا نام زمعہ تھا۔ کیونکہ یہ ان کے والد کی لونڈی کے بطن سے پیدا ہوئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا:۔

بیٹا اسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو۔ زانی کو پتھر مارے جائیں گے اور اے سودۃؓ اس سے پردہ کرو۔

محرم وہ شخص ہے جس کے ساتھ نکاح حلال اور جائز نہیں اور اس سے خلوت وعلیحدگی میں بیٹھنا حرام نہ ہو۔ اور اگر اس کو چھو لیا جائے تو وضو نہ ٹوٹے مثلاً باپ، دادا، چچا، ماموں، بیٹا، پوتا، نواسہ، بھائی اور بھائیوں کے بیٹے، خاوند کا باپ، ماں کا خاوند، بیٹی کا خاوند۔

اور دودھ پلانے سے بھی اسی طرح محرم ہو جاتا ہے جو کہ نسب سے محرم بن جاتے۔ اور ایسے چھوٹے بچے جو خواتین اور عورتوں کے عورتیں ہونے پر مطلع نہ ہوں تو ان کو اٹھانے اور بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں اور اگر یہ بچے اجنبی عورتوں کے پاس جائیں اور ان سے خلوت کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں اور کتابیات اجنبی خواتین یا مشرک عورتیں ان کے لیے یہ رست اور

جائز نہیں کہ چہرے کے سوا مسلمان خواتین کے کسی حصّے کو دیکھیں اور اس سے مطلع ہوں۔ یا یہ کافر عورتیں ایسی کسی چیز کو دیکھیں جو غالباً ان کے کسی کام کے دوران ظاہر ہوتی ہو۔

اور بعض علماءِ کرام رحمہم اللہ نے ارشاد فرمایا:۔

عورتیں اگر بعض عورتوں کے جسم کے ان اجزاء کو دیکھیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں مگر وہ ان اعضاء کو دیکھ سکتی ہیں جن کا مخفی اور پوشیدہ رکھنا محرم سے واجب ہے اور یہ اعضاء عورت کی ناف سے اس کے گھٹنہ تک ہیں جنھیں مخفی و پوشیدہ رکھنا لازمی ہے۔

اگر مسلمان خاتون کو دیکھنے والی عورت کافرہ ذمیہ ہو یا وہ محاربہ خبیثہ ہو یا اس کے رشتہ دار خبیث و برے ہوں اس میں شرم حیاء قلیل ہو ایسی خاتون ہو جو اپنے رشتہ داروں کو وہ سب کچھ بتا دے جو کچھ اس نے دیکھا ہو یا وہ جو کچھ دیکھتی ہو تو ایسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ مسلمان عورت کے کسی عضو کو دیکھے بلکہ ایسی کافرہ عورت سے پردہ زیادہ لازمی اور ضروری ہے خصوصاً اس پردہ سے جو ہم مسلمان اہلِ عفاف سے کرتے ہیں۔
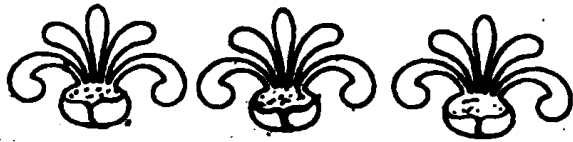
عورت کی آواز

عورت کی آواز کے بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔

بعض علماء کرام رحمھم اللہ نے ارشاد فرمایا کہ عورت کی آواز بھی پردے اور اخفاء میں نکلنی چاہیئے لیکن صحیح بات اس کے برعکس ہے خواہ عورت نماز پڑھ رہی ہو یا نماز کے علاوہ وہ ذکر، تلاوت، اذان وغیرہ میں ہو۔ ہاں مگر مسلمان خاتون کے لیے یہ مشروع نہیں کہ وہ کسی حالی یا گذشتہ فوت شدہ نماز کے لیے اذان دے۔ عورت منفرداً اور جماعت کے ساتھ مل کر اذان نہیں دے سکتی۔

چنانچہ عورت اگر پردہ کے پیچھے ہو تو اس کی آواز کو سننا جائز ہے اور اس وقت تک جبکہ فتنہ و فساد کا اندیشہ نہ ہو۔

اس بات میں بھی کوئی حرج نہیں کہ عورت اپنے خاوند، اہل وعیال، محارم اور عورتوں کے درمیان گانا گائے بشرطیکہ اس کا گانا گانا فساد و فتنہ کا پیش خیمہ

نہ بنے اور وہ اکیلی اس طرح کہیں نہ ہو۔ اور گانا گانے کے دوران یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر اور صلوٰۃ و نماز کو بھی نہ بھلا دے۔

چنانچہ امہات المؤمنین، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عورتیں اور ان کے بعد کی خواتین جو انتہائی صالحات اور غایت درجے کی نیک خواتین تھیں مردوں کے ساتھ گفتگو کرتی تھیں اور انھیں احادیث سنایا کرتی تھیں۔ بلکہ وہ ان سے اشعار و اخبار روایت کرتی تھیں۔ چنانچہ پس پردہ یہ سب جائز ہے۔

لیکن جو کچھ ہم آج کی تہذیب و تمدن میں مخول و بے حیائی دیکھتے ہیں جو کہ انتہائی ناپسندیدہ اور مکروہ ہے اور جو کہ ریڈیو سٹیشن میں سے سنائی دیتا ہے یا وہ آواز جو کہ تھیٹروں اور فلموں میں ریکارڈ کرائی جاتی ہے۔ اور جو شیطانی آوازیں رذیل لوگوں سے ریڈیو، ٹی۔ وی پر سنائی دیتی ہیں۔ یہ ایسا امر ہے جس کا اقرار کرنا جائز نہیں اور نہ اس پر سکوت و خاموشی اختیار کی جا سکتی ہے۔

اور ایسے کسی مؤمن کے لیے یہ جائز نہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو کہ وہ کان لگا کر غور سے ایسی مکروہ و حرام آوازوں کو سنے۔ حالانکہ اسے پتہ ہے کہ اخلاقی طور پر اس طرح کتنا نقصان ہوتا ہے اور اس سے معاشرے پر کس قدر بُرے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ خصوصًا ایسے نوجوانوں پر جو اندھا دھند تقلید اور درست و جائز سمجھ کر اندھا دھند ایک دوسرے کی تقلید کر رہے ہیں۔

چنانچہ ان میں سے جو شخص بھی فسق و فجور اور نافرمانی و گناہ کرتا ہے اس کو کوئی روکنے والا نہیں۔ چنانچہ علماء کی آواز انتہائی ڈری ہوئی ہیں اور ان کی طاقت و قوت خائف اور لرزی ہوئی ہے۔

فائدہ

اچھی طرح جان لیجئے کہ یہ کہنا کہ عورت کی آواز کا پردہ اور اخفاء نہیں ہوتا اس سے یہ جواز نہیں نکلتا کہ موسیقی اور غنا میں ہم عورت کی آواز سنیں۔ کیونکہ یہ تو درست ہے کہ موسیقی اور گانے سے عورت کی آواز کو سنا جاسکتا ہے کیونکہ یہ فتنہ ہے خواہ درحقیقت عورت کی آواز اور عورت پردہ میں ہو۔

مسلمان عورت کا علم حاصل کرنا

اسلام کے دشمن اس پر زبردست زیادتی کرتے ہیں اور ان کی تقلید جاہل لے پالک لوگ کرتے ہیں۔ پس وہ گناہ اور غلطی سے یہ کہتے ہیں اور باطل کا یہ دعوٰی کرتے ہیں، دین اسلام کی جانب ایسا دعوٰی کرتے ہیں جو اس سے پاک ومنزہ ہے۔ ان کا گمان یہ ہوتا ہے اور غلط قیاس، کہ العیاذ باللہ، دین اسلام کی سنہری تعلیمات عورت اور علم کے درمیان حائل اور رکاوٹ ہیں اور عورت کے لیے علومِ دینیہ ودنیویہ سے کوئی حصہ نہیں، نیز عورت کا پڑھنا لکھنا العیاذ باللہ حرام ہے۔

چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:۔

يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا	ترجمہ:۔ فریب دینا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور

يَشْعُرُوْنَ ؂ انھیں شعور نہیں

کہاں ہے ہمارا انکار کرنے والا دشمن اور نادان بے حس و حرکت دوست جس کو ہم صحابیات خواتین رضی اللہ عنہن کا مندرجہ ذیل قول سنائیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مرد اس لحاظ سے فضیلت لے گئے ہیں کہ وہ آپ کی احادیث مبارکہ سنتے ہیں، آپ براہِ کرم اپنی ذاتِ اقدس کی جانب سے ہمارے لیے ایک ایسا دن متعین فرماویں جس دن میں ہم آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوں اور آپ ہمیں ایسی احادیث مبارکہ سنائیں جو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو سکھائی ہیں تو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم تمام خواتین فلاں فلاں جگہ پر جمع ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ سب عورتیں اس جگہ جمع ہو گئیں تو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان خواتین کے ہاں تشریف لے آئے اور آپ نے ان عورتوں کو ان تعلیمات میں سے بعض تعلیمات سکھلائیں جو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سکھائی تھیں۔

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان جملہ احادیث اور ارشاداتِ عالیہ میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مردوں کو اس بات کی رغبت دیتے تھے کہ وہ اپنی آزاد خواتین کو اور خادموں و نوکرانیوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کریں۔

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان عورتوں کو ارشاد فرماتے :۔

"تین شخص ایسے ہیں جن کے لیے دوہرا اجر و ثواب ہے، ایک تو وہ شخص جو اہلِ کتاب میں سے ہو، اور اللہ کے نبی پہ ایمان لایا اس کے ساتھ وہ

؂ پ۱، سورۃ البقرۃ، آیت ۹

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ایمان لے آیا۔ دوسرا وہ عبد مملوک جب وہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اپنے غلاموں کا حق ادا کرے۔

نیز ایسے شخص کے لیے بھی دوہرا ثواب واجر ہے کہ جس کی کوئی لونڈی تھی اور اس نے اس کی تعلیم وتربیت انتہائی اچھے طریقے سے کی۔ اس کو بہترین تعلیم وتربیت سے پالا۔ پھر اس تعلیم وتربیت کے بعد اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا تو اس کے لیے بھی دوہرا اجر وثواب ہے۔

چنانچہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں سے بعض ایسی خواتین بھی تھیں جو کہ لکھتی پڑھتی تھیں، شعر روایت فرماتی تھیں اور تاریخ بھی بیان فرماتیں۔ ان کو قرآن مجید اور احادیث مبارکہ یاد تھیں۔

چنانچہ اکثر وبیشتر شرعی امور ومسائل میں کبار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے یا ایسے امور جو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد آپ سے نہیں سنے جا سکے وغیرہ دیگر معاملات مثلاً گھریلو امور ومعاملات، اہل وعیال اور رشتہ داروں سے سلوک رویہ اور بیویوں سے سلوک یا ایسے مسائل شریفہ جو صرف عورتوں کے ساتھ ہی مخصوص اور مختص تھے۔ مثلاً مسائل طہارت، مسائل نماز، حیض، نفاس، حمل، رضاعت وغیر ذلک مسائل۔

مثلاً صرف ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بارہ سو دس ۱۲۱۰ احادیث مبارکہ مروی ہیں اور ان احادیث مبارکہ کے دلائل سے احکام مستنبط ہوتے ہیں اور روایت کرنے والے کی عمر مروی عنہا سے بڑی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہے کہ راوی نے صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قدیم ترین صحبت پائی اور وہ صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ کافی

دیر تک رہا۔

میت پر رونے، شعر یاد کرنے، صفا و مروہ کے درمیان سعی، رمضان میں عمرہ کرنے وغیرہ موضوعات پر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رائے اور صلاح سیدنا حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے جناب حضرت عبداللہ، عروہ بن زبیرؓ وغیرہ اکثر کے مخالف اور مختلف ہے۔

مشہور صحابیہ جناب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا قرأت و کتابت میں خوب ماہر تھیں۔ چنانچہ آپ کے والد گرامی کی شہادت کے بعد آپ کی موجودگی میں مصاحف تیار ہوئے کیونکہ وہ مصاحف کے ضبط، تیار کرتے، اور ان کی محافظت و نگہبانی کی استطاعت رکھتی تھیں۔ حتیٰ کہ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ صحیفہ ان سے لے لیا۔ درانحالیکہ وہ ام عبدالرحمٰن شفا بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا کی شاگرد تھیں جنھیں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔

"کیا آپ اس چھوٹی سی رقیہ رضی اللہ عنہا کو علم بھی اس طرح نہ سکھا دیں گی جیسے کہ آپ نے اس کو کتابت سکھائی ہے۔"

چنانچہ مہاجرین و انصار اور تابعین کی مسلمان خواتین رضی اللہ عنہن کا علم و فضل میں وہ مقام اور منزل ہے جس کا انکار ناممکن اور محال ہے۔

بہت سی بڑی بڑی نمایاں ہستیوں (مردانہ) نے ان صحابیات رضی اللہ عنہن سے پردے کے پیچھے سے علم حاصل کیا اور ان خواتین سے علمی خزانے لینے کے لیے پرے باندھے جاتے تھے۔ بلاشبہ یہ علم و حکمت کے دریا تھے۔

فقط ان مسلمان عورتوں کی تعداد سات سو سے زائد بنتی ہے جنھوں نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث مبارکہ روایت فرمائیں اور ان کی شاگرد صحابیات رضی اللہ عنہن کا کوئی شمار و قطار نہیں اور بہت بڑے جیّد فحول علماء کرام ان کے شاگرد گزرے ہیں۔

حافظ ابن عساکر نے حدیث پاک اسّی سے زائد خواتین سے روایت فرمائی ہے۔ یہ وہ خواتین ہیں جو شام اور عراق کے درمیان رہتی تھیں۔

جس شخص نے ادبِ عربی سے آگاہی اور تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا ہے تو وہ بہت سی عورتوں کو علم و فضل، شعر و تدریس اور روایت میں بہترین پائے گا۔

ان خواتین کی تعداد لاتعدولاتحصٰی ہے جو کہ مصر، شام، عراق، یمن مغرب اندلس اور تمام اسلامی ممالک میں موجود رہی ہیں۔ حتّٰی کہ شوقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:-

ھذا رسول اللہ لم ینقص حقوق المؤمنات العلم کان شریعۃ لنسائہ المتفقہات	یہ ہیں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنھوں نے مسلمان عورتوں کے حقوق میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں فرمائی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فہم و دانائی رکھنے والی عورتوں کے لیے علم شریعت تھا۔
رضن التجارۃ والسیاسۃ والشئون الاخریات ولقد علت بناتہ لجبہ العلوم الزاخرات	یہ نیک و صالح خواتین تجارت، سیاست اور اخروی واقعات و معاملات پر رضامند و راضی ہو گئیں۔ یقیناً حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں کو انتہائی قیمتی و قابلِ

قدر علوم کی اتھاہ گہرائیوں کا علم تھا۔

٭

کانت سکینة تملا	حضرت سکینہؓ نے دنیا کو بے پناہ علمی ذخائر سے
الدنیا وتھزأ بالودائع	مالا مال فرمایا اور آپ راویوں کی رہنمائی فرماتیں
دوت الحدیث وفسرت	آپ نے حدیث پاک روایت فرمائی، اور
آی الکتاب البیّنات	کتاب کی واضح و کھلی کھلی آیات کی تفسیر
	فرمائی۔

٭

وحضارة الأسلام تنطق	اسلام کی تہذیب وحضارت مسلمان خواتین کے
عن مکان المسلمات	علوم وفنون میں رفعت وبلندی سے مملو ہے
بغداد دار العالمات	بغداد عالم خواتین اور ادب والی خواتین عالمات
ومنزل المتأدبات	کا مرکز اور منزل تھا۔
ودمشق تحت امیّة	اور دمشق بنو امیہ کے ماتحت نابغہ روزگار
ام الجواری النابغات	عورتوں کا علمی مرکز تھا۔ اندلس کا باغ
ورياض اندلس تمین	وہ جگہ ہے جہاں جہاں سے بلند وبالا
الھاتفات الشّاعرات	عالمات شاعرات نے جنم لیا۔

پس جب آپ عورت کو علم سکھلائیں تو اس کو تعلیم سکھلانے کے لائق اور سب سے زیادہ درست وصالح چیز تو تعلیم دین اور اس کے احکام ہیں نیز یہ کہ عورت کو گھریلو امور، اصول تربیت کے علاوہ لازمی ولابدی اشیاء کی تعلیم دی جائے تاکہ انسانی بدن کی صحت قائم رہے۔ اس کو عبادات ومعاملات سکھلائے جائیں اور معاملات کی تعلیم دی جائے۔

عورت کو اس امر کی تعلیم دی جائے کہ وہ اپنے خاوند کی اس کی زندگی میں امداد کرے۔ گھر کو صاف ستھرا اور پاکیزہ رکھے، بچھونا بچھائے اس کے گھر کے

سازوسامان کو ترتیب دے۔ خیر و بھلائی اور نیکی و تبلیغ کے کاموں میں سے عورت جرائد اور رسائل کا مطالعہ کرے، مقالہ جات تحریر کرے۔

اگر انتخابات میں عورت اپنے حق کا مطالبہ کرے، یا مجلس شیورخ، سینٹ اور دیگر اسمبلیوں میں عورت مردوں کے ہمراہ شامل ہو تو اللہ کی قسم! عورت اس طرح کے کسی کام کے لیے مناسب اور درست نہیں۔

عورت اور خاتونِ خانہ کی تعلیم سے ہمارا مقصد و ارادۂ وحید یہ ہے کہ یہ عضو عامل ہو اور ہر قسم کی مشکلات و کٹھن مراحل کو بآسانی طے کرے۔ نکاح اور ازدواجی و خدمت کی زندگی میں نیک و صالحہ ہو۔ حمل، ولادت، رضاعت، تربیت، طب وغیرہ کے جو تقاضے ہیں وہ ان میں پوری اترے، اچھے لباس اور حسنِ ذوق سے وہ گھر بھر کی تدبیرِ صالحہ میں مصروف ہو۔ طہارتِ نفس میں عورت اپنی مثال آپ ہو، نہ تو عورت کوئی مصنوعی اور بناوٹی دکھلاوا کرنے والی عفیفہ ہو نہ ہی متہمہ اور الزام عائد شدہ متعلمہ ہو۔

چنانچہ عورت اور مسلمان خاتون کو کسی ایسی چیز کے مطالعہ سے گریز اور پرہیز کرنی چاہیئے جس سے اس کے صاف و شفاف عقیدہ پر ضرب لگتی ہو۔ یا خدانخواستہ اس کے اخلاق کے بگڑنے کا اندیشہ ہو جیسے الف لیلیٰ جیسے قصص، ابو نواس کے دیوان مسلم بن ولید کی خرافات وغیرہ۔

عورت کو کتبِ خرافات اور جھوٹے و غلط مناقب کا مطالعہ نہیں کرنا چاہیئے عورت کو پہلے لوگوں کی من گھڑت کہاوتیں مثلاً طلسم، حید لیس، عوج بن عنق، ذات العماد اور ایسی حکایات کا مطالعہ نہیں کرنا چاہیئے جو موضوع اور بے اصل ہیں اور جن کا تعلق جنّ عفاریت اور مخفی و پوشیدہ سایوں سے ہے، یا ایسی حکایات جن سے خبیث اور غلط فلمیں بنتی ہیں اور فحش و ملعون رسائل سامنے

آتے ہیں وہ مجرمین کی اخبار ہوتی ہیں یا شریر و بدفطرت لوگ عشق و محبت کے افسانے گھڑتے ہیں۔ چوری اور ڈاکے کی فلمیں بنتی ہیں۔ عاری، ننگی، بے حیا عورتوں کے فوٹو ہوتے ہیں اور جن سے فضیلت و دین پر زدو ضرب پڑتی ہے۔

اور اے متعلمہ! تمھیں یہ بھی نہیں چاہیئے کہ تم اپنی قوم و ملت اور امت و وطن پر وبال بنو۔ بے حیائی اور بے شرمی اور ڈھٹائی سے بن ٹھن کر جنگ کرو اور فیشن و بے حیائی نیز باچھیں کھولنے میں مبالغہ کرو۔

یہ بات ہمارے لیے بڑی باعثِ ننگ و عار ہوگی جب ہم یہ کہیں کہ ہمارے نوجوان مردوں اور خواتین کے لیے علم، جہالت سے زیادہ نقصان دہ اور مضر ہے کیونکہ ہم اپنے عیب کو جہالت سے مخفی اور پوشیدہ رکھنے والا ایسے بے عزت اور بے ننگ عالم سے بہتر ہے جس نے ایسا دعوٰی کیا ہے جس کا اس کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔

وہ اپنے رشتہ داروں اور اہل و عیال کے اخلاق کی مذمت کرتا ہے۔ اور رذالت و کمینگی میں وہ نام نہاد عالم ہر ملحد، فاسق اور بدکار کی پیروی کرتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو زندہ نہ رکھے اور نہ ہی اللہ تبارک و تعالیٰ اس مدرسہ میں برکت عطا فرمائے جس سے وہ پڑھ کر نکلتا ہے اور نہ ہی ایسے استاد میں برکت دے جس سے وہ پڑھتا ہے۔

علمی درسگاہوں، مدارس، جامعات، سکولوں اور ابتدائی علمی اداروں میں وہ طالبات جو گھر اور پڑھنے کی جگہ میں صاف و شفاف کپڑوں، رسوا کن لباس، انتہائی ناپسندیدہ زیبائش و آرائش اور شیطانی حرکات کرتی ہیں اور فیشن ایبل کپڑے پہن کر نکلتی ہیں، اللہ کی قسم وہ عورتیں خود اپنی جانوں اور اہل و عیال اور رشتہ داروں کے لیے انتہائی برا شگون ہیں۔ یہ عورتیں علم اور مکارم اخلاق

کے لیے جنگ و جدال ہیں۔

اسی طرح جب دورانِ مطالعہ اور پڑھنے کے اوقات میں لڑکیوں لڑکوں کا میل جول اور باہمی اختلاط دورانِ تعلیم و تدریس ہو اور بات دلوں میں گھر کر جائے یا اس طرح کہ یہ راسخ ہو جائے، اس کا انجام اور نتیجہ غزل و عشق، دوستی و پیار کی شکل میں نکلے جس سے وہ نوجوان لڑکی انتہائی قریبی و عزیز اور میٹھی میٹھی معلوم ہونے لگے۔

اے خاتون گرامی! اگر آپ معلمہ ہوں تو اپنی استقامت اور استقلال سے اپنی بچیوں کے لیے ایک بہترین مثال اور نمونہ پیش کرو۔ اپنی بچیوں کو انتہائی مفید اور بہترین اسباق و دروس پسند کرواور ان کی تربیت و تعلیم کے لیے افضل ترین اسلوب اپناؤ۔

تم ان کے ساتھ ترش رو تیوری نہ چڑھاؤ، ان کے ساتھ بکثرت ہنسو بھی نہیں۔ اور نہ بچیوں کو صرف ایسی باتوں کا حکم دو جو کچھ تم کرتی ہو۔ اور ضرورت سے زائد ان بچیوں کو آواز اونچی کرنے کی اجازت نہ دو۔ یا ایسی کسی چیز کی تلاوت نہ کرو جو فائدہ نہ دیتی ہو اور نہ ہی طویل اشیاء پڑھو۔

اور اللہ تبارک و تعالیٰ، حافظ پر رحم فرمائے جبکہ وہ فرماتے ہیں:۔

من لی بتربیۃ النساء فانھا فی الشرق علۃ ذلک الاخفاق	کون ہے جو عورتوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرے کیونکہ مشرق میں یہ جہالت و لاعلمی ایک خطرناک متحرک کمزوری ہے۔
الام مدرسۃ اذا اعددتھا اعددت شعبًا طیب الاعراق	ماں ایک مدرسہ ہے جسے تم نے جب تیار کر لیا تو تم نے ایک ایسی قوم کو تیار کیا جس کی رگیں اور شاخیں انتہائی خوب ہیں۔

الام روض ان تعہدہ الحیاء
بالری اورق ایما ایراق

ماں ایک باغ ہے بشرطیکہ بارش اس کو سیراب کرے یا کوئی چیز اس کی سیرابی کے لیے موجود ہو۔

الام استاذ الاساتذۃ الالی
شغلت مآثرھم مدی الآفاق

ماں اساتذہ کی استاذ ہے جن کے تاثر و نشانات پوری دنیا اور سارے جہان تک پہنچتے ہیں اور وہ بہت قدیم لوگ ہیں۔

⁂

حتیٰ کہ فرماتے ہیں:۔

ربّوا البنات علی الفضیلۃ انہا
فی الموقفین لھن خیر وثاق

تم اپنی بچیوں کی تربیت و پرورش، فضیلت و بزرگی پر کرو۔ بلاشبہ یہ تعلیم و تربیت دونوں جہانوں میں ان کے لیے بہترین ڈھال ہے۔

⁂

وعلیکم ان تستبین بناتکم
نور الھدیٰ وعلی الحیاء الباقی

اور تم پر یہ بات لازمی ہے کہ تمہاری بیٹیاں نور ہدایت اور باقی رہنے والے حیاء و شرم میں نکھر و نتھر جائیں۔

حسن و جمال و خوبصورتی
اور زیبائش و آرائش

شادی شدہ خاتون کا خاوند اگر موجود ہو تو اس کا حسن و جمال اختیار کرنا مستحب ہے۔ یا وہ عورت جس کی جانب پیغامِ نکاح ارسال کیا جائے، اس کے لیے حسبِ امکان زیبائش و آرائش کرنی چاہیئے۔ چنانچہ مختلف حالات اور رسوم و رواج سے یہ حسن و جمال بھی مختلف ہوتا ہے۔ تاہم اسلام عورت کے معاملے میں درگذر فرماتا ہے اور اس کا عورت سے تقاضا ہے کہ وہ اپنی صحت و صفائی کا خیال رکھے اور اپنی مؤنث صفت کی اس طرح حفاظت کرے کہ مرد اس کو پسند کرنے لگے اور وہ اس سے شوق و رغبت کرے۔ خصوصاً لباس حلیہ، خوشبو، خضاب، تیل لگانے اور کنگھی وغیرہ سے

تاہم مردوں سے مشابہت کرنا حرام اور ناجائز ہے اور ایسی اشیاء کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیئے جو مروجہ زیب و زینت سے نہیں ہیں۔ کیونکہ مردوں کی سی شکل بنانا جس میں اہلِ کتاب کی عورتوں سے تشبّہ ہو، درست اور جائز نہیں ہے۔

وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ

اور مسلمان لونڈی مشرکہ عورت سے بہتر ہے خواہ تمھیں یہ بات تعجب میں ڈالے۔

ان جملہ خرافات اور قباحتوں میں سے بندیا لگانا بھی ہے۔ اس کا مطلب جسم کے کسی حصہ پر سوئی کا اس طرح چبھونا حتیٰ کہ وہاں سے خون بہنے لگے اور مزید آرائش وزیبائش کے لیے زخم کی اس گہرائی میں سرمہ یا سیاہی لگادی جاتی ہے۔ چنانچہ یہ سب حرام ہے اور اس کا ازالہ کرنا اور اس کو مٹانا واجب ہے سوائے اس کے کہ اس کا مٹانا مشکل ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایسی مشقت اور تکلیف برداشت کرنا پڑتی ہے جس کا برداشت کرنا مشکل اور ناممکن ہوتا ہے۔

اور ان جملہ خرافات و قباحتوں میں سے ابرو اور پیشانی پر نقش ونگار کرنا ہے یا اس کو نرم و نازک کرنا ہے یا سوئی وغیرہ ہتھیار سے چہرے کے بالوں کو مٹانا ہے تاکہ چہرہ وسیع اور عریض ہو اور اس کو پاک وصاف و مطہر رکھا جائے، نیز مصنوعی بالوں کا لگانا جس سے بال زیادہ اور لمبے معلوم ہوں، دانتوں کا اکھیڑنا اور ان کو اوزار سے کھودنا وغیرہ جیسے کہ حبشی ان دانتوں کو ان کے سیاہ ہونے کی وجہ سے کرتے ہیں اور دانتوں کو تیز کر کے ان کی اطراف بنانا وغیرہ۔

چنانچہ سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو بال گوندنے والی ہوں یا بال گوندنے کے لیے فرمائش کریں۔ بالوں کو موچنے وغیرہ اوزار سے اکھیڑیں۔ دانتوں کے درمیان فاصلہ رکھوانے والی ہوں اور فطرتی حسن وجمال کو تبدیل کرتی ہوں۔

ایک عورت نے سیدنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر آپ سے دریافت فرمایا کہ آپ لعنت کیوں فرما رہے ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا:-

"میں ایسے شخص کو لعنت کیوں نہ کروں جس پر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔"

اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی جلیل القدر اور عظیم الشان کتاب میں ارشاد ربانی ہے،

وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ؎

ترجمہ:۔ اور جو کچھ تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا فرمائیں اسے لے لو اور جس سے آپ منع فرمائیں اس سے اجتناب کرو۔

اور عورت کا سونے کے دانت لگوانا یا سونے سے دانتوں کی زیبائش و آرائش کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ رہا لباس تو عورت اپنی مرضی سے جو چاہے لباس پہن سکتی ہے۔ مثلاً ریشم کا کپڑا یا اونی کپڑا یا سوتی، کپاس یا دیباج سے کڑھا و بُنا ہوا کپڑا یا جو کچھ وہ خالص کپڑے وغیرہ پسند کرے اور اس کو نقوش و نگار سے آراستہ کیا گیا ہو۔ بشرطیکہ عورت اس میں اسراف نہ کرے نہ ہی خاوند کی بے عزتی و بے حرمتی کرے۔ اور نہ ہی اگر اس کو نعمت ملے تو لوگوں کو نظرِ حقارت سے دیکھے۔ ہاں مگر مسلمان خاتون کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ضرورت سے کم اور چھوٹے کپڑے پہنے اور ایسے صاف و شفاف و باریک لباس اور کپڑوں کو ترجیح دے جس سے جسم انسانی صاف نظر آئے اور جرم و گناہ کی دعوت دے۔ اور عورت ننگی و بے حیائی سے پھرتی رہے۔

اے امیر مسلمان خاتون! تو قابلِ مبارکباد ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تجھے سونے چاندی کے زیورات پہننے سے عزت و تکریم بخشی ہے اور تمھیں اس بات کی رخصت دی ہے کہ تم انگوٹھی پر نگینے لگاؤ اور اسے جواہر و یواقیت سے مزین کرو، خواہ یہ لعل و یاقوت اور نگینے قلیل ہوں یا کثیر۔

؎

اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ تم بحیثیت ایک مسلمان خاتون انگوٹھیاں، کنگن، پاؤں کے کڑے اور قیمتی خوبصورت ہار و تاج اور قیمتی اور ثمین زیورات کی لڑیاں۔ بشرطیکہ جب تک تم اللہ تبارک و تعالیٰ کی شکر گزار ہو اور اس کی بے پناہ نعمتوں کی قدر کرو اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہیں جو حق عطا فرمایا ہے اس کو جاننے پہچاننے والی اور اس کی قدر کرنے والی ہو۔

اور خوشبو لگانا حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جملہ سنتوں میں سے ایک ہے۔ خوشبو مردوں اور عورتوں کے لیے مستحب ہے۔ چنانچہ عورتوں کے لیے افضل اور بہتر خوشبو وہ ہے جس کا رنگ ظاہر ہو اور جسم میں اس کی خوشبو و مہک عیاں و نمایاں ہو۔ اور کپڑوں سے بھی یہ خوشبو واضح ہو جاتی ہے۔

مثلاً گلاب کے پھول کی خوشبو، گل بابودانہ، نرگس اور تمام خوشبویات۔

اسی طرح وہ عطر و سینٹ جو جامد اور بہنے والا رقیق ہو اور عود و عنبر سے دُھونی دینا وغیرہ اور جو خوشبو منجمد اور اکٹھی کی گئی ہو۔

چنانچہ عورت کے خوشبو لگانے کے اوقات مخصوص اور مختص ہیں۔ جس خاتون نے خوشبو لگائی۔ بعد ازاں وہ اس لیے اپنی منزل سے باہر نکل گئی تاکہ لوگ اس عورت کی خوشبو کو سونگھیں تو جب تک وہ خاتون واپس نہ لوٹے گی، اس وقت تک زنا کرنے والی ہے۔

اور خضاب لگانے سے چہرے کو رنگین کرنا، دونوں ہاتھوں کو رنگنا، اور پاؤں کو مہندی وغیرہ لگانا اور مہندی سے جسم کے جملہ اعضاء پر خط و لکیریں کھینچنا، زعفران لگانا، زرد رنگ لگانا، سبز رنگ لگانا اور ایسی پالش لگانا جس سے ہونٹ اور چہرے وغیرہ کو خوبصورت و حسین بنایا جاتا ہے۔

یہ سب کچھ جائز و درست ہے، سوائے اس چیز کے کہ جو انسانی جسم اور

کھال اور بشرہ کو مستور و مخفی کر دے اور یہاں تک پانی نہ پہنچ سکتا ہو۔

اور جب بڑھاپا زیادہ ہو جائے تو خاتون اس کو زرد اور سرخ رنگ سے بدلتی ہے۔ ہاں سوائے اس کے کہ اس رنگ کی اجازت دے اور سیاہ رنگ سے رنگنے و خضاب لگانے کا حکم کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت سیاہ رنگ کا خضاب لگایا کرتی تھی اور تابعین رحمہم اللہ عظام بھی، اور اس میں صحابہ کرام و تابعینؒ کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔
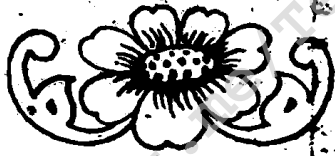
عورت کا کام کرنا

جب ہم اس کام اور فعل کو دیکھتے ہیں کہ جس کام کے ساتھ خاتونِ خانہ کا مصروف و مشتغل ہونا واجب ہے اور عورت پر ہم اس کی ذمہ داریاں ڈال دیں تو ہم دیکھیں گے کہ یہ انسانی ڈیوٹی اور فرض اور انتہائی اہم و ضروری ہے اور انسانیت اس اہم ڈیوٹی اور فرض کو ادا کیے بغیر نہیں رہ سکتی۔ جب تک کہ وہ اس کرۂ ارضیہ پر بقا اور زندگی کی محتاج ہے۔ یہ ہے اس کی ڈیوٹی، اور یہ ڈیوٹی ہے عورت کے ماں اور والدہ بننے کی۔

چنانچہ فطرت اور قدرت عورت کو اس نمایاں اور ممتاز کام کے لیے تیار کرتی ہے۔ عورت کی اس اہم امر کی خاطر تیاری اولین اور پہلے مراحل سے ہی شروع ہو جاتی ہے۔ اس طرح کہ عورت اپنی والدہ کے بطن میں "جنین" کی صورت اختیار کرتی ہے جیسا کہ ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق و تائید علمِ طب کے ماہرین زچہ و بچہ نے کر دی ہے:۔

"چنانچہ جب منوی مادہ کے رحم کے اندر کے انڈے سے ملنے کے بعد، اور ان کے ایک ہی شکل و ٹکڑے میں اتحاد کے بعد فوراً مذکر اور مؤنث بچوں کی تکوین میں اختلاف شروع ہو جاتا ہے۔"

ڈاکٹر کیس کاریل کہتے ہیں:۔

"یہ بات ثابت شدہ ہے کہ فرد کی جنس ایک خاص اور منفرد صفت سے علیحدہ اور منفرد ہوتی ہے اور اس کا انفراد و علیحدگی اسی لحظہ سے شروع ہو جاتی ہے جس میں باپ کا مادہ، والدہ کے رحم کے اندر مکمل طور پہ پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ مذکر مستقبل کا گول حصہ ایک بڑے جرثومے پر مشتمل ہوتا ہے۔ جو کہ مؤنث کے گول جراثیم سے قلیل اور مختصر ہوتا ہے۔ یا یہ انتہائی باریک اور پتلا جرثومہ ہوتا ہے اور اسی طریقہ سے مرد کے جسم کے تمام خلیے اپنے جیسے خلیوں سے عورت کے جسم میں مختلف اور منفرد ہوتے ہیں۔"

چنانچہ ہم یہاں کسی مخفی اور پوشیدہ خصوصیت کے سامنے نہیں تا ہم ہمارے ہاں اس پر علماء نفس اور انسانی جسم کے ماہر اطباء کے اقوال ہیں بلکہ عورت کا مرد سے مخصوص و ممتاز نہ ہونا عورت کی ترکیب ظاہری سے ہی واضح ہے اور عورت کے جسم کی ظاہری ساخت پرداخت ہر دیکھنے والی آنکھ کے لیے چشم دید گواہ ہے کہ عورت اس مخصوص عمل کے لیے منفرد ہے۔ یہ اس کا ایسا اختصاص اور خصوصیت ہے کہ اس میں مقابلہ اور آمنا سامنا کرنے سے علماء اول و آخر عظیم اور صغیر سبھی عاجز و درماندہ ہیں۔

علم نفس اور علم تربیت اس بات کو ثابت کرتا اور واضح کرتا ہے کہ ماں اپنے بچے کی زندگی کے لیے خواہ یہ بیٹا ہو یا بیٹی، مناسب وقت نکالے اور اس کی نگہداشت کرے۔ چنانچہ بچوں کی نگہداشت یا حفاظت کرنے میں عورت قاصر

نہیں ہے۔

پس والدہ کو اس ضرورت اور حاجت کا علم ہے جو کہ اس کے بچے اور فرزند کو ہے لہذا عورت بچے کی نگہداشت اور حفاظت کرے اور اس کی ضرورتوں کو سمجھنے کے لیے گہرائی ...... سے کام لے۔ وہ اس کو انتہائی احتیاط سے دودھ وغیرہ پلائے اس کے رونے دھونے اور بچپن کی گفتگو کو غور سے سُنے اور بچے کی جملہ ضروریات کی تکمیل کرے۔ یہ سب کچھ اپنے دل وجگر کے شوق سے سرانجام دے۔

کیا دنیا میں کوئی ایسی خاتون ہے جس کا دل اس بات پر پریشان نہ ہوتا ہو کہ وہ صبح صبح اپنے بچے کو تنہا چھوڑ کر کسی دوسرے کام کی طرف چلی جائے۔ اور کیا دنیا میں ایسی کوئی عورت اور خاتون ہے جس کی یہ تمنا نہیں ہوتی کہ کاش اس پر بچے کی پرورش کے علاوہ کوئی اور ڈیوٹی اور دوسرا کام بطور ذمہ داری نہ ڈالا جاتا۔

اسی طرح بیٹا بھی اپنی زندگی اور جان کی خاطر اپنی والدہ کا محتاج ہے۔ اور ہر قسم کا خشک دودھ جو ایجاد کر لیا گیا ہے یا مستقبل میں ایجاد ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل وخوار کرے۔

چنانچہ والدہ کا دودھ ہی ہمیشہ ہمیشہ اور تا ابد طبعی اور افضل و برتر رہے گا جس کے مقابلہ میں علی الاطلاق کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ اطباء اور ڈاکٹروں کا کہنا ہے۔

تاہم یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ نفسی وجان کی حاجت اور ضرورت اور بچے کی تربیت ونگہداشت اس کی نسبت زیادہ ضروری ہے جس قدر کہ بچے کو دودھ کی ضرورت اور حاجت ہوتی ہے۔

یہاں بعض غیروں کے مقلد اور پیروکار اپنی آوازوں کو بلند کرتے ہیں۔

تاہم وہ اس امر سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں کہ اہلِ یورپ و امریکہ ایسے ادارے ایجاد کرتے ہیں جہاں پر بطور خاص بچے کی تعلیم و تربیت کا انتظام ہوتا ہے۔
چنانچہ دائیاں نومولود بچہ لے لیتی ہیں، اسے دودھ پلاتی ہیں۔
اور دایہ بچے کے لیے اس کی والدہ کے قائمقام ہوتی ہے۔ پوری طرح اس کی والدہ ہوتی ہے۔ جیسا کہ انھی لوگوں نے مرغی خانے قائم کر لیے ہیں، جن سے انڈے لینے کے بعد بچے مشینوں سے نکالے جاتے ہیں اور چوزوں کی تربیت و پرورش کے لیے مشینی آلات استعمال کیے جاتے ہیں۔
تاہم یہ لوگ ان دایوں کی پرورش اور پالنے پر فخر کرتے ہیں اور اس کو حسین و جمیل بنا کر دھوکہ دیتے اور دھوکہ کھاتے ہیں۔ تاہم اس کا جو انجام کار ہوتا ہے اور انتہائی رذیل نتائج نکلتے ہیں ان کا انھیں علم نہیں ہوتا۔
چنانچہ انسانی تربیت و پرورش کے کارخانے ایسا کر سکتے ہیں کہ بچہ، بچے سے کوئی بھی چیز بنے۔ یا جیسے کہ اس کے علاوہ کوئی دیگر زندہ چیز بنے۔ تاہم ان کارخانوں سے ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہ بچہ اپنی شخصیت میں کامل اور عظیم انسان بن جائے۔ اپنی تکوین و خلقت میں اچھا ہو، اور انسانیت میں صالح و نیک فطرت ہو۔

استاذ علامہ نور الدین عشر اسی سلسلے میں رقمطراز ہیں:
"میں نے یونیورسٹی کے ایک مخصوص پروفیسر کا لیکچر غور سے سنا، استاذ مذکور علم تربیت و پرورش میں درجہ تخصص کے حامل ہیں یعنی ڈاکٹر محمد امین مصری۔ برطانیہ میں اختصاص درجہ تخصص کی فروع اور کیمبرج یونیورسٹی میں آپ پی۔ایچ ڈی۔ کی ڈگری لینے سے قبل پھر رہے تھے۔ چنانچہ ان کی نگاہوں نے اس فروع کو دیکھا جسے انگریزی معاشرہ کہا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب مذکور کہتے ہیں کہ

انھوں نے بعض ایسی ابحاث اور لیکچر سُنے جنھیں بطورِ تبصرہ و مناقشہ اس شعبہ کے پروفیسر زیرِ بحث لائے تھے۔ تبصرہ و بحث کرنے والے یہ بڑے بڑے علماءِ نفسیات اس سوسائٹی اور تربیت کے محکمہ برطانیہ کے علماء تھے۔ چنانچہ جس چیز نے انھیں بہت زیادہ متاثر کیا وہ یہ تھی کہ جس بحث میں مذکورہ افراد الجھے ہوئے ہیں اور جو ان کی ابحاث کا مرکز رہے وہ یہ ہے کہ عورت آیا کام کی غرض سے باہر نکل سکتی ہے یا نہیں؟ جی ہاں، انگریزی عورت کام کے لیے گھر سے باہر نکل سکتی ہے یا نہیں؟

عورت کا گھر کی چار دیواری سے ملازمت، کام وغیرہ کے لیے باہر نکلنا، اولاد کی تربیت سے تساہل اور غفلت ہے۔ جو آنے والی نسلوں کی تربیت اور پرورش کے بگڑنے کے خطرے کا الارم اور خطرناک اور گھنٹی ہے۔ اور اس طرح قوم کو صالح اور پاکیزہ مواطن و بیگھوں سے محروم کر دینا ہے۔ ایسے تو پوری قوم کو کام اور محنت اور کام کے مناسب اوقات سے محروم اور خالی کرنا ہے، کہ وہ فیکٹریوں میں مصروف رہے۔ ایسے مواقع سے محروم کرنا ہے جن سے فکر اور سوچ حسین و جمیل ہوتی ہے۔ اور ایسے مواقع ضائع کرنا ہے جس کی قوم اور وطن کے لیے امت زندہ اور قائم ہے۔

اور یہ بہت بڑی دھمکی اور خطرہ صرف اس گروہ پر منحصر نہیں بلکہ یہ تمام ان سپیشل مفکرین اور ڈاکٹروں کا مسئلہ اور پورے یورپ اور امریکہ کا مسئلہ ہے یہاں ہم ماہر معاشرہ امریکیہ اور نامور عالم دکتورہ ایڈا ایین کا بیان نقل کرتے ہیں۔

"بلاشبہ بے شمار تجارب نے اس ضرورت اور اہمیت کو ثابت کر دیا ہے جس کے مطابق ماں کا اپنے گھر میں ہی رہنا لازمی اور ضروری ہے۔ اس کی یہ

ڈیوٹی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی نگرانی کرے۔ جدید نسل اور گذشتہ نسل کی پیدائشی اور فطرتی بلندی میں نمایاں اور ممتاز فرق یہ ہے کہ جدید اور نئی نسل میں ماں نے اپنا گھر چھوڑ دیا ہے۔ اس نے اپنے بچوں کی تربیت و پرورش کو نظر انداز کرتے ہوئے دوسروں کے ذمے لگا دیا ہے اور بے چارے بچے کو ان لوگوں کے پاس چھوڑ دیا ہے جو اس کی پرورش و تربیت اچھے طریقے سے نہیں کر سکتے۔
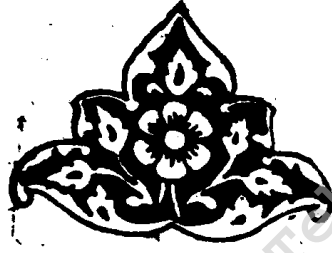
عورتوں کا ملازمت کرنا خطرناک ہے

درحقیقت عورت کا اس کے علاوہ کسی کام میں مصروف ہونا جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے اور جو بات جبلی طور پر اس کے مناسب رکھی گئی ہے۔ اس کے لیے انتہائی نقصان دہ اور قابلِ ملامت ہے اور اس کے عواقب و نتائج ان لوگوں کے وہم و گمان میں نہیں جو عورت سے فطرت اور جبلت کے برعکس کام لیتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایسے نقصانات ہیں جو کہ انسان کی مادی اور معنوی زندگی پر اثر انداز اور مرتب ہوتے ہیں۔ ان میں سے نمایاں ترین اور واضح ترین نقصانات آئندہ صفحات میں درج کیے جاتے ہیں۔

مرد و عورت
کا آزادانہ اختلاط

چنانچہ خاتون اور مرد جب آہستہ آہستہ ملتے ہیں یا جلدی جلدی ان میں اختلاط ہوتا ہے تو ان کے باہمی تعلقات اور رشتے سے ان کے اخلاق و کردار پگھل جاتے ہیں اور خصوصًا وہ امر جو عورت کی شخصیت سے مفقود اور معدوم ہو جاتا ہے وہ اس کی فضیلتِ جوہریہ ہے جو اس کے جمال کے عنصر میں ہے اور یہ حیا و شرم ہے، یہی وجہ ہے کہ اس پر دنیا کے نفع اور اجر کے طالب بھیڑیے حملہ کرنے کے لیے لپک کر اسے گھیر لیتے ہیں۔

چنانچہ طبیعیات کے بہت بڑے عالم انطون نمیلون روسی کیمونسٹ نے اعلانیہ ان عواقب و نتائج سے بچنے کی تاکید کی ہے جو کہ فاحشہ برائی، اور بے حیائی کے پھیلنے کے سبب وارد ہوتے ہیں، یہ اس وجہ سے ہیں کہ عورت اور خاتون کام کاج میں شریک ہوتی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی کتاب "بیولوجی آف وومین" میں لکھا ہے :-

”یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ تمام شعبوں کے تمام مردوں اور عورتوں میں جنسی اختلاط اور مرد و عورت کا آزادانہ میل جول شروع ہو چکا ہے۔ یہ حالت انتہائی اور سنگین خطرناک ہے۔ جو اشتراکی نظام کے لیے تباہی اور بربادی کا الارم اور خطرہ ہے۔ پس لازمی ہے کہ اس الارم اور خطرہ سے ہر ممکن طریقہ سے جنگ و قتال کیا جائے۔ کیونکہ عورت سے اس طرح کی جنگ و قتال بہت زیادہ مشکلات کی حامل اور کٹھن مراحل کی حامل ہے۔“

میرے ہاں ایسے ہزاروں واقعات ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنسی اختلاط اور بے حیائی نہ صرف معمولی مزدوروں اور عام کارکنوں تک پھیلی ہوئی ہے بلکہ انتہائی اعلیٰ درجے کے نام نہاد مہذب لوگوں میں بھی یہ عام ہو رہی ہے۔

(۲) اجتماعی صورتِ حال کے لحاظ سے عورت کا گھریلو امور کے کام سرانجام نہ دینا اجتماعی معاشرتی زندگی کے تاروپود بکھرنے پر منتج ہوتا ہے اور معاشرے کی اجتماعی حالت مضطرب و پریشان ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس طرح کہ بچے والدہ کی شفقت اور رحم و ترس سے محروم ہو جاتے ہیں اور اس کی رحمت و رأفت سے حصہ نہیں لے پاتے۔ جس کے نتائج انتہائی مہلک اور مضر ہوتے ہیں اور خاوند اپنی جان و نفس کے سکون کا عنصر مفقود پاتا ہے۔ وہ جب اپنے گھر واپس لوٹتا ہے تو اس کو اس بات کی تمنا ہوتی ہے کہ گھر میں کام کاج کے بعد مجھے کوئی مسکراتا اور خوش آمدید کہتا ہوا نظر آئے۔ چنانچہ انتہائی پُرامید اور پُرشوق کان غور سے کچھ سننا چاہتے ہیں۔ اور والد کو جو کام سے محنت و مشقت اور تھکاوٹ پہنچتی ہے وہ اس کا شکوہ کر رہا ہوتا ہے تاکہ وہ اس کی تھکاوٹ دور کر کے کام کے لیے قائم ہو۔ لیکن اس کی بجائے وہ اس شکوے اور تکلیف سے بھی زیادہ سخت

حالات کا سامنا کرتا ہے تو اس کے درد و الم اور رنج و تھکاوٹ میں سختی ہوتی ہے۔

ہم نے خود اس طرح کی خاندانی اور قبائلی مشکلات دیکھی ہیں جو اس کے پس پردہ اور پس منظر میں ہیں جبکہ خاوند دوسری بیوی کے ساتھ شادی کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور وہ اس سے بعید تر اور مشکل معاملے میں اس کے متبادل کوئی طریقہ اختیار نہیں کر سکتا۔

(۳) معاشرے کے اجتماعی سخت خطرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عورت کام کاج میں مصروف اور مشغول رہتی ہے اور نوجوان اس میں مصروف و مشغول ہو جاتے ہیں۔ اس طرح وہ کام کاج بھی نہیں کر پاتے اور ان کی ڈیوٹیاں معطل ہو جاتی ہیں۔

اور یقیناً آپ کسی خاتون کو دیکھیں گے جس پر کوئی خرچ کرنے والا یا کفیل نہ ہوگا، یہاں وہاں کاروبار اور کاموں میں مصروف و مشغول ہے۔ یہ اس کام میں مصروف ہو گئی ہے اور اسے ان کاموں نے مصروف کر دیا ہے۔ اس نے اپنے پیچھے ایسے مردوں کو چھوڑا ہے جن کا خاندان بھی ہے، نوجوان بھی ہیں اس نے ایسا عمر کے ابتدائی حصہ میں کیا ہے۔ ان کو کام کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔

خاندان کا سربراہ اور رئیس تو بھوک سے پیچ و تاب اور بل کھا رہا ہے اس لیے کہ وہ اس عمل اور کام سے محروم ہو گیا ہے جسے اس عورت نے مشغول و مصروف کر رکھا ہے۔ چنانچہ کنوارا نوجوان محض اس لیے شادی نہیں کر سکتا کیونکہ اس کو اپنی پسند اور مرضی کے مطابق عورت ۔ ۔ ۔ ۔ نہیں ملتی۔ اس سے بڑھ کر ستم یہ کہ شادی کرنے کے سلسلے میں اس کو کوئی مددگار نہیں ملتا اور

نہ ہی کوئی ایسا فرد ہوتا ہے جو اس کے کنبہ اور خاندان کی بنیاد اور تعمیر کر سکے۔
عورت پر اس طرح وبال نازل ہوتا ہے اور مرد پر بھی بیک وقت اسی طرح خاتون اور عورت ازدواجی زندگی اور اس مبارک مرحلہ سے اس لیے محروم ہو جاتی ہے کہ یہ لالچی اور کنجوس و بخیل ہوتی ہے۔
اقتصادی صورتِ حال میں مزدور اور کارکن کا اختیار اقتصاد و معاشیات کے عرف میں ایسی اساس پر ہوتا ہے، جس کے نتائج اور ثمرات انتہائی زیادہ اور بکثرت ہوتے ہیں۔ اور اس کو کام کاج کرنے کی طاقت حاصل ہوتی ہے۔

یہی وہ عنصر ہے جو عورت کے کام و کاروبار کی مشغولیت و مصروفیت میں حائل اور حارج ہوتا ہے۔

پس خاتون اور عورت کو ہر ماہ اس میل کچیل اور غلاظت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جو غالباً سات دن جاری رہتا ہے اور بعض اوقات یہ سات دنوں سے زیادہ بھی ہوتا ہے۔

چنانچہ حیض کے اس ماہانہ دورہ میں عورت سخت تکلیف، اور مصائب و آلام برداشت کرتی ہے۔ کیونکہ اس کو اپنے مزاج کی تبدیلی اور نفسیت کے تغیر کی تکلیف برداشت کرنا پڑتی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو کہ عورت کو مکمل طاقت و مقدرت اور پوری قوت پر نہیں چھوڑتی۔
اس حیض سے بھی بڑھ کر وہ مرحلہ آتا ہے جس کو ہم وضعِ حمل اور بچہ جننے کا وقفہ کہتے ہیں۔
چنانچہ حمل کے آخری دو ماہ میں کم از کم اس کو کسی طرح کی مشقت اور تکلیف دینا ناجائز ہوا کرتا ہے اور کوئی ایسا کام اس سے نہیں

لیا جا سکتا جو اس کو ٹھکانے لگا دے۔ کیونکہ یہ مرض سے بھی زیادہ سخت نازک حالت میں ہوتی ہے۔

چنانچہ عورت کے اعصاب مضطرب ہو جاتے ہیں اور اس کی فکر و سوچ اور تأمل کی قوتیں سخت کمزور ہو جاتی ہیں۔

پھر ولادت کے بعد جیسا کہ حکماء اور اطباء کا کہنا ہے۔ خاتون اور عورت زخمی ہوا کرتی ہے۔ یہ زہر جیسی نازک ترین صورتِ حال میں مبتلا اور دوچار ہوتی ہے۔

اور اس طرح یہ متعدد و متنوع امراض میں مبتلا ہو جانے کے قریب و نزدیک ہوتی ہے۔ اس کے جنسی اعضاء مسلسل لگاتار متحرک ہوتے ہیں تاکہ یہ اپنی طبعی حالت کی طرف لوٹ سکے جو ولادت سے قبل تھی۔

اور عورت حمل و ولادت کی وجہ سے مریضہ عورت کے مشابہ اور متشکل ہو جاتی ہے۔ یہ حالت مرض چند متعدد ماہ کے لیے ہوتی ہے۔ اس عرصہ میں عورت کا کام نہ کرنا واجب اور لازمی ہے۔

تو کیا صرف اقتصاد و معیشت اور اقتصادی و معاشی فوائد کی مصلحت سے ہی عورت کو اس کی فطرت، طبیعت اور مخصوص عمل و ڈیوٹی سے محروم کر دیا جائے۔ یعنی بہت بڑی اور عظیم ڈیوٹی سے، تاکہ وہ اپنے گھر سے باہر کام کرتی اور اس کی طاقت کٹ کر رہ جائے اور یہ ہر ماہ اپنے کام اور ڈیوٹی میں فارغ ہو کر بیٹھی رہے۔ یا پھر ولادت کی صورت میں ہر دو سال یا تین سال تک کام سے بالکل فارغ محض حمل اور ولادت کی وجہ سے ہو۔

اس مفصل بحث کو معروف کتاب "ماذا عن المرأۃ" میں ملاحظہ فرمائیے۔

مذکورہ کتاب ڈاکٹر نور الدین العشر نے لکھی ہے۔

اِسلام اَور
تعدّد ازدواج

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرب میں مبعوث فرمایا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعتِ مطہرہ و منزہ نے زنا کو باطل فرما دیا۔ اور ہر اس چیز کو غلط قرار دے دیا جو نکاحوں کی اقسام وانواع اور امثلہ کے ذیل میں آتا تھا اور ہر اس بات کو جو عورت کی تعداد وکثیر ہونے پر مشتمل تھی۔ مثلاً عورت کا ساز وسامان ہونا یا اس کا بطور حیوانِ مملوک استعمال ہوتا۔ چنانچہ تعدّدِ ازواجات کو مطلق حرام قرار نہیں دیا گیا اور نہ ہی مردوں کو اس بات کی کھلی چھٹی دی گئی کہ وہ جو کچھ عورتوں کی تعداد اور تعدد میں مبالغہ چاہیں کرتے رہیں۔ اور نہ ہی عورتوں کو مظلوم ومقہور چھوڑا گیا۔ بلکہ نکاح کو ایسی تعداد سے مقیّد فرما دیا جس کے بارے میں نسل کی مصلحت اور حکمت کا اقتضاء اور معاشرے کی حالت تھی۔ نیز جیسے مرد کے موافق اور مطابق مردوں کی طاقت واستعداد تھی۔ چنانچہ شریعتِ مطہرہ نے حکم فرمایا کہ

مرد چار عورتوں سے زیادہ سے شادی نہ کرے۔

نیز اس کی جملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مرد کو عورتوں پر خرچ اور نفقہ کی قدرت حاصل ہو۔ اور میاں بیوی عدل و انصاف، یا خاوند ایک سے زائد بیویوں میں عدل و انصاف رکھ سکے۔ تاکہ حسبِ امکان و قدرت عورتوں پر کیے جانے والے اس ظلم و ستم کو روکا جا سکے۔ جو ان پر قبل از اسلام روا رکھا جاتا تھا۔

تاہم اکثر و بیشتر یوں ہوتا ہے کہ اسلام کا دیندار، شریعتِ اسلامیہ کی تعلیمات کو مضبوطی سے تھامنے والا اور شرعی حدود کو جاننے سمجھنے والا صرف ایک ہی بیوی اور زوجہ پر اکتفا کرتا ہے۔ تاہم اگر اس کو ظلم و ستم کا اندیشہ نہ ہو تو ضرورت کے پیشِ نظر وہ ایک سے زائد شادیاں بھی کر سکتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا ہے:۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا	ترجمہ:۔ اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ یتیم
فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا	لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح میں
طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی	لاؤ جو عورتیں تمھیں خوش آئیں دو دو اور
وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ	تین تین اور چار چار۔ پھر اگر ڈرو کہ دو
اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ	بی بیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو
مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ۚ ذٰلِکَ	یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو۔ یہ اس سے
اَدْنٰۤی اَلَّا تَعُوْلُوْا [1]	زیادہ قریب ہے کہ تم ظلم سے نہ ہو۔

عول کا مطلب ظلم ہے۔ یعنی ایک ہی عورت پر اقتصار کرنا یا ایک ہی

---

[1] پ ۴۔ سورۃ النساء، آیت ۳۔

جن سے تعددِ ازواج کی ضرورت لابدی ہو جاتی ہے مثلاً بیوی کا بانجھ ہونا۔ بیوی کا کسی مرضِ لاعلاج میں مبتلا ہونا وغیرہ، جس سے اس کے خاوند کو بہر حال ایک قلعہ میں محصور اور مقید نہیں کیا جا سکتا۔

اس کے علاوہ بھی دیگر اسباب ہیں جن کا اس وقت میں ذکر نہیں کرنا چاہتا، تاہم ہم ایک اہم اور لازمی نقطے کی جانب اشارہ کرتے ہیں جس کو آدمی بساطت و آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

اسلام میں معاشرہ اور اس کی نظر میں ایک میزان کی طرح ہے، جس میں اعتدال اور توازن واجب و لازمی ہے اور توازن و اعتدال کی محافظت کے لیے یہ لازمی ہے کہ مردوں اور عورتوں کی تعداد یکساں ہو۔ اگر مردوں کی تعداد عورتوں کی تعداد سے بڑھ جائے یا اس کے برعکس، تو ہم اس مشکل اور سخت آزمائش کو کس طرح حل کریں۔ اگر توازن الٹ پلٹ ہو کر رہ جائے تو ہم کیا کریں؟ یا مثلاً ہم اس وقت کیا کریں جب عورتوں کی تعداد مردوں کی تعداد سے دوگنی اور کئی گنا اضافی ہو جائے۔

تو کیا ہم عورت کو زوجیت و شادی کی نعمت سے محروم کر دیں؟ اس کو ماں نہ بننے دیں؟ کیا ہم عورتوں کو اس طرح چھوڑ دیں کہ وہ فاحشہ اور رذیل طریقہ پر گامزن ہوتی رہے۔ جیسا کہ یورپ میں عورتوں کی تعداد کے زیادہ ہونے کے وقت آخری جنگِ عظیم کے خاتمے کے بعد پیش آیا۔

یا ہم اس مشکل اور سخت چیلنج کو شریف فاضل طریقوں سے حل کریں جس سے ہم عورت کی بزرگی اور کرامت کی حفاظت و دفاع کریں۔ خاندان کی طہارت اور پاکیزگی کا بچاؤ کریں اور معاشرے کی سلامتی کا اہتمام کریں۔؟

عاقل کے نزدیک ان میں سے اکرم و افضل کونسا طریقہ ہے؟ کیا یہ کہ

ملکِ یمین رکھنا وسائل کے قریب تر ہے تاکہ تم جور و ظلم میں نہ جا پڑو، اور تعدّدِ زوجات سے ظلم مانع اس شخص کے لیے ہے جس کے بارے میں خدشہ اور اندیشہ ہو کہ وہ اس ظلم و زیادتی کا ارتکاب کرے گا۔

پس قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت شریفہ اس بات پر دلیل ہے کہ تعدّدِ ازواج حرام ہے خصوصًا ایسے شخص کے لیے جس کو یہ خوف ہو کہ متعدد بیویاں ہونے کی وجہ سے کسی ایک بیوی اور زوجہ پر ظلم ہوگا اور یہ ان میں سے کسی ایک بیوی کے ساتھ نسبتًا زیادہ محبت رکھے گا اور ایک بیوی کو دوسری کسی بیوی پر فضیلت دے گا۔ اگر خاوند کا ارادہ ہی ایک عورت سے جانبداری اور ظلم و ستم کے سلوک کا ہو تو اس طرح اس پر دوسری بیوی بدرجۂ اولیٰ حرام اور ناجائز ہوگی۔ مثلاً اس کا یہ ارادہ ہو کہ وہ اس کو ناپسند کرنے کی وجہ سے نقصان پہنچائے گا۔

فضیلۃ الشیخ محمد علی الصابونی رح اپنی تفسیر "آیات الاحکام" میں ارشاد فرماتے ہیں :-

"وہ حقیقت جو ہر انسان کو جاننی چاہیئے، یہ ہے کہ متعدد بیویوں اور ازواج کی اجازت دے کر اسلام نے اپنی مایۂ ناز اور قابلِ فخر خوبیوں میں سے ایک خوبی اور مایۂ ناز نعمت عطا فرمائی ہے۔ کیونکہ اسلام نے انسان کی وہ سخت اور زبردست مشکل حل فرما دی ہے۔ جس کا سامنا اور مقابلہ آج کی اقوام ملل اور موجودہ معاشروں کو ہے۔ پس اسلام کے حکم کی جانب رجوع کے سوا اس کا کوئی متبادل حل نہیں ہے اور اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں، کہ ہم اسلامی نظام پر مضبوطی سے کاربند اور عمل پیرا ہوں"

بعض اوقات ایسے زبردست اور سخت اسباب سے دوچار ہونا پڑتا ہے

عورت کو ایک مقدس اور پاک بندھن میں باندھ دیا جائے جس میں وہ دوسری عورت کے ساتھ مل جائے۔ وہ ایک ہی مرد کی حمایت اور حفاظت میں ہوں۔ اور یہ سبھی کچھ انتہائی پاکیزہ شرعی طریقے سے ہو یا ہم عورت اور خاتون کو خیانت بد دیانت ومعشوقہ بنا دیں۔ اس شخص کے لیے جو گناہ کرنے پر تُلا ہوا ہو، اور اس طرح ایک مرد وعورت کے مابین گناہ وجرم کا گھناؤنا تعلق قائم ہو جائے۔؟

یورپ میں عیسائیت نے اس گناہ کو اختیار کیا ہے جس کا دین تعددِ ازواج کو حرام قرار دیتا ہے لیکن اس نے اس میں خیر اور بھلائی نہ پائی، سوائے اس کے جسے اسلام نے پسند اور اختیار فرمایا۔ اسلام نے تعددِ ازواج کو مباح قرار دیا۔ تاکہ وہ مسیحی عورتوں کی طرح زنا اور ناجائز وحرام امور سے مجتنب رہے اور ان نتائج سے بچی رہے۔ جو انتہائی مہلک، مضر اور خطرناک ہیں اور اس سے آگے ان ناجائز بچوں کا مسئلہ ہے جن کی تعداد لاتعدّ ولاتحصیٰ ہے۔

یورپ کی ایک یونیورسٹی کی پروفیسر لکھتی ہیں:۔

"عورت کی مشکل کا حل، جو یورپ میں پریشان اور دکھی ہے، اسی میں ہے کہ تعددِ ازواج کو مباح قرار دے دیا جائے۔ میں خود اس بات کو ترجیح دیتی ہوں کہ میں ایک شخص کی دس بیویوں میں سے ایک ہوں۔ مگر وہ ایک کامیاب وصحیح کردار کا خاوند ہو۔ تاہم میں ایک ایسے شخص کی بیوی بننا ناپسند کروں گی جو بدکار وبدکردار ہو۔ اور یہ صرف اور فقط میری ایک عورت کی رائے نہیں، بلکہ سارے یورپ کی رائے ہے۔"

۱۹۴۸ء کے سال میں نوجوانوں کی یورپی عالمی تنظیم نے میونخ (جرمنی) میں

تعدد ازواج کو مباح قرار دیا۔ یہ اس مشکل اور کٹھن مرحلے کا حل تھا کہ عورتیں زیادہ اور مرد کم ہیں۔ اور ایسا دوسری عالمی جنگ کے بعد واقعی پیش آیا۔

تاہم اسلام نے اس مشکل کو انتہائی پاکیزہ اور بہترین طریقے سے حل فرمایا ہے اور ایسا ٹھیک اس وقت ہوا جب عیسائیت دلدل میں پھنس کر ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئی۔ جس کا وہ نہ تو اظہار کر سکتی تھی اور نہ ہی اس فیصلے کو واپس لینا پسند کرتی، تو پھر کیا اسلام کے لیے اس مشکل ظاہرہ کے حل کے لیے بہت بڑی فضیلت نہیں، جس کا حل دیگر اقوام و ملل کے ہاں نہیں۔ اور اس کی مثال ملنی مشکل ہے جن کا مذہب و دین اسلام نہیں۔

یہاں یہ مناسب ہوگا کہ میں بعض فقرات، شہید اسلام سید قطب کی کتاب "سلام العالمی فی الاسلام" سے نقل کروں جہاں آپ نے فرمایا:۔

"اسلام میں تعدد ازواج کے اہم مسئلے پر مخالفین نے بے سروپا و بے تکے اعتراضات اور من گھڑت باتیں کی ہیں، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ معاشرے کی زندگی میں کیا واقعی یہ خطرہ اور آفت و مصیبت ہے۔؟

میرے خیال و نظر میں ہر معاشرتی مشکل اس بات کی ضرورت مند ہے کہ اس کو شریعت میں تھوڑا تداخل حاصل ہے مگر مسئلۂ تعدد ازواج کو نہیں۔ کیونکہ اس کا حل خود اپنے آپ ہی ہو جاتا ہے۔ یہ ایسا مسئلہ ہے جس میں ہند سے حکومت اور حاوی ہوتے ہیں اور اس میں نظریات و تشریعات ہر امت میں حکومت نہیں کرتیں۔ کیونکہ ہر قوم میں مرد اور عورتیں ہیں۔ پس جب مردوں کی تعداد عورتوں کی تعداد کے متوازن و مساوی ہوتی ہے تو عملی طور پر یہ مشکل اور محال ہوتا ہے کہ ایک شخص ایک عورت سے زیادہ کسی سے شادی کر سکے۔

تاہم جب قوم و امت کا توازن بگڑتا ہے، مردوں کی تعداد عورتوں سے

کم اور قلیل ہوتی ہے جیسا کہ جنگوں اور حادثات ومصائب میں اکثر وبیشتر مرد مقابلہ اور آمنا سامنا کرتے ہیں، تو یہاں صرف ایک ہی طریقہ اور اسلوب ممکن ہوتا ہے کہ ایک مرد متعدد ازواج اور ایک سے زائد کئی بیویوں کے ساتھ نکاح کرے۔

پس ہمیں اس وقت اس حالت میں غور وفکر کرنا چاہیئے اور اس کی اس وقت سب سے زیادہ آسان اور قریب ترین مثال یورپ ہے، جہاں ہر نوجوان مرد کے مقابلے میں تین نوجوان عورتیں پائی جاتی ہیں۔ یہ اجتماعی اختلال اور الٹ پلٹ وتباہی کی مثال ہے تو مشرع، صاحبِ شریعت اس کا آمنا سامنا کس طرح کرے؟

چنانچہ اس کا تین میں سے صرف ایک حل ممکن اور آسان ہے۔

پہلا حل یہ ہے کہ ہر مرد اور ہر شخص ایک ہی عورت سے شادی کرے اور دو شخص زندگی اس طرح گزاریں کہ ان کو کوئی جانتا ہی نہ ہو۔ نہ ایک شخص کسی شخص کو، نہ ہی گھر کو، نہ بچے کو اور نہ ہی خاندان کو جانتا ہو۔

دوسرا حل یہ ہے کہ ہر مرد ایک عورت سے شادی کرے اور اس سے وہ خاوند جیسے تعلقات استوار کرے اور وہ باقی دو دوسری عورتوں سے مختلف ہو۔ یا ان میں سے ایک کے خلاف ہو تاکہ وہ صرف مرد کو پہچانتے بغیر اس کے کہ وہ گھر کی واقفیت اور خبر رکھتی ہو، یا بچے کو پہچانے۔ پس جب آپ بچے کو پہچانیں تو آپ نے اسے جرم کے طریقے سے پہچانا ہے اور اس عار و شرمندگی وضیاع کو برداشت کر لیا ہے۔

تیسرا حل یہ ہے کہ ایک مرد ایک سے زائد خواتین سے شادی کرے اور اس خاتون کو شرفِ زوجیت سے نوازے، اس کو گھر کی حفاظت وامانت

حاصل ہو۔ نیز خاندان اور قبیلے کی ضمانت ہو، اس کا ضمیر اور اندرون جرم وگناہ کی غلاظت اور گندگی سے اُٹھ جائے، اس طرح وہ گناہ کی پریشانی سے بچ جائے اس کے ضمیر کو عذاب نہ ہو۔ اور اس طرح پورا معاشرہ اشتراک اور حسب ونسب وخاندان کے اختلاط ومیل جول سے بچ جائے۔

یہاں ہم تعدد ازواج کے بارے میں ایک مکمل وبہترین کلمہ نقل کرتے ہیں اس کو ہم ندوۃ العالمیہ سے نقل کرتے ہیں جو مملکۃ العربیہ السعودیہ کے بڑے بڑے علماء اور دیگر بہت سے فکر وقانون کے ماہرین کے درمیان یورپ میں واقع ہوا۔ ان علماء نے کہا۔

"یہ بات جو کہ تعداد ازواجات سے متعلق ہے تو اس کا دروازہ سب سے قبل اسلام نے نہیں کھولا۔ بلکہ یہ تو حد اور شرط کے بغیر اس وقت سے کھل گیا تھا جبکہ یہودی مذہب کی ابتدا ہوئی اور یہودی مذہب عیسائیت کے مذہب کی اصل اور جڑ ہے"۔

یہ بات تو معلوم اور ظاہر شدہ ہے اور دونوں مذاہب اس کو جانتے ہیں کہ تعدد ازواج ان انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درمیان قائم تھی اور یہ ابوالانبیاء سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانۂ اقدس سے ہی اہل عرب، یہودیوں اور مسلمانوں کے نزدیک متعارف تھا۔

عملی طور پر یہ غیر مشروعہ طریقوں سے مانعین کے ہاں بھی قائم رہے گا جیسا کہ یہ معلوم ہے۔ اور ایسی شکل کے ساتھ کہ یہ انتہائی قبیح اور زبردست مادی ومعنوی نقصان پہنچاتا ہے۔ اجتماعی اور معاشرتی طور پر بھی نقصان ہوتا ہے یہ نقصان خاوند، بیویوں اور اولاد وبچوں کو ہوتا ہے۔

اسی لیے اسلام کی دائمی اور سنہری تعلیمات نے ان اوضاع وقوانین کا

علاج معالجہ اور درماں فرمایا ہے اور سب سے پہلے اس بات کو حرام و ناجائز فرمایا کہ چار سے زائد بیویاں نہیں رکھی جا سکتیں

اس طرح اسلام نے قبل ازیں وہ دروازہ بند کر دیا جو کہ تعداد اور حد کی تعیین کے بغیر تھا۔ اس میں اسلام کی سب سے پہلی تحدید اور اولین اصلاح تھی۔

اسلام نے اس کی دوسری اصلاح یہ فرمائی کہ اس نے اپنی سنہری تعلیمات سے خاوند پر عدالت و انصاف کی شرط لگا دی کہ بیویوں کے حقوق کے درمیان عدل و انصاف ہونا چاہیئے۔

اور بیوی کے لیے اس عدالت قضٰی میں حقِ مراجعت متعین فرما دیا کہ وہ حقوق میں عدل کی طالب ہو سکتی ہیں۔ خصوصاً اس صورت میں جبکہ عدل نہ ہو رہا ہو۔ اس کا مقصد عدالت و انصاف کا مطالبہ یا شادی و نکاح کا فسخ کرنا ہوگا۔

اس پر مزید یہ کہ جدید بیوی کے لیے تعدد ازواج ایسا تعدد ہے، جو کہ اس نئی بیوی کی رضامندی اور خوشنودی کے ساتھ ہے تاکہ یہ شرعی بیوی ہو اور حقوقِ زوجیت سے متمتع و مستفید ہو۔ اس کے برعکس اگر معاشرتی زندگی میں غیر محترمہ داشتہ اور سہیلی ہو تو یہ انتہائی نامناسب اور غلط ہے۔ اس اختیار اور پسندیدگی میں خاتون خانہ حق کی حقدار اور مالکہ ہے۔ تاکہ یہ اپنے آپ کو تباہی و بربادی اور ظلم و زیادتی سے بچائے اور اپنے خاوند کو خیانت و بددیانتی سے محفوظ و مصئون رکھے۔ اگر عورت کو اس سے یہ زیادتی و ظلم بھی مانع ہو، جو اس کے حق کو تلف کر رہا ہو۔ اور اس کی شرعی زوجیت میں رکاوٹ منع ہو۔

"تاہم بیویوں کا متعدد ہونا (تعدّدِ ازواج) کا جہاں تک پہلی بیوی کے بارے میں تعلق ہے تو اس میں غالب صورت یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ نکاح اس خاتون کی رضامندی اور خوشنودی سے نہ ہو۔ اسی لیے نکاح کرنے کے دوران عورت کو اس بات کا حق حاصل تھا اور اپنے اس حق کو طلب کر سکتی تھی کہ وہ اپنے آپ اور اپنے نفس و جان کے لیے حق طلاق کی شرط لگاتی کہ اگر اس کے خاوند نے اس شادی سے زیادہ دیگر نکاح و شادیاں اس پہلی خاتون کی مرضی، موافقت اور رضامندی کے بغیر کیں تو وہ طلاق لے لے گی۔

تعدد ازواج کے سلسلہ میں یہ تیسری اصلاح اور درستگی ہے جو اسلام کے اس موضوع میں شامل ہے جسے ہم تعدّد الزوجات فی الاسلام کہتے ہیں۔

تاہم اسلام کی سنہری اور دائمی تعلیمات نے نکاح کی تحدید و تعیین میں پیش قدمی فرمائی ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسی میں معاشرے کی مصلحت و راز ہے کہ خاوند، بیویوں اور اولاد کا لحاظ رکھا گیا ہے تاکہ یہ سب حُدودِ شریعت میں رہیں۔ ایسی حدود جو شرعی اور ازدواجی ہوں۔ اور عورت کے حقوق کو ادا کریں۔ بجائے اس کے کہ یہ اباحیت کی زندگی بسر کریں، حُرمات اور حقوق کو دھڑام سے گرا کر ان کی پرواہ نہ کریں۔

عدّت اور اور رونا پیٹنا

جب عورت کو طلاق بائن یا رجعی دے دی جائے یا دخول کے بعد نکاح فسخ کر دیا جائے تو عورت کے رحم کی براءت کے لیے اس پر عدّت واجب اور لازمی ہے اور عورت اس لیے مشروع ہوتی ہے تاکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم اور ارشاد کی تعمیل ہو۔ چنانچہ اس سے مراد، اس کے احکام کی تفصیل و تشریح اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات اقدس کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ چنانچہ اگر کسی شخص سے نکاح کیا اور اس کو چھوتے سے پہلے اس کو طلاق دے دی تو ایسی عورت کے لیے کوئی عدت نہیں۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے:۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو، پھر انھیں بے ہاتھ لگائے چھوڑ دو تو تمہارے لیے

تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ — کچھ عدت نہیں جسے گنو۔ تو انھیں
مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا [1] — کچھ فائدہ دو۔

چنانچہ عدت کا حکم اور ارشاد ایسی خاتون کے لیے ہے جس کو تین طُہر یا تین حیضوں تک حیض آتا رہے۔ چنانچہ لونڈی دو قروء تک عدت بیٹھی رہے۔

اس سلسلے میں ارشادِ ربّانی ہے:-

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ — ترجمہ:- اور طلاق والیاں اپنی جانوں
بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ وَلَا — کو روکے رہیں تین حیض تک اور انھیں
يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا — حلال نہیں کہ چھپائیں وہ جو اللہ نے ان کے
خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ [2] — پیٹ میں پیدا کیا۔

چنانچہ اگر عورت کا حیض طلاق سے قبل منقطع ہو جائے یا اس کے بعد میں اور صورتِ حال یہ ہو کہ خاتون اوائل عمر میں ہو تو عورت کو اس وقت تک انتظار کرنا چاہیئے۔ جب تک کہ وہ نا امید اور مایوس نہ ہو جائے۔ بعد ازاں یہ عورت تین ماہ تک عدت بیٹھی رہے۔

رہی وہ چھوٹی عورت جس کو حیض نہ آیا ہو اور جو کہ حیض سے مایوس ہو گئی ہو اس وجہ سے کہ اس کی عمر زیادہ ہو تو اس خاتون کی عدت تین ماہ ہو گی اور یہ عرصہ طلاق سے شروع ہو گا۔

چنانچہ اس سلسلے میں ارشادِ الٰہی ہے:-

---

[1] پ ۲۲۔ سورۃ الاحزاب، آیت ۴۹

[2] پ ۲۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۲۸

وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ [1]	ترجمہ :۔ اور تمھاری عورتوں میں جنھیں حیض کی امید نہ رہی، اگر تمھیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔ اور ان کی جنھیں ابھی حیض نہ آیا۔

اور حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے، خواہ اس کو طلاق دی گئی ہو یا اس خاتون کا خاوند فوت ہو گیا ہو۔

چنانچہ اللہ ربُّ العزت کا ارشاد ہے :۔

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ [2]	ترجمہ :۔ اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں۔

اور جس خاتون کا خاوند فوت ہو جائے۔ حالانکہ وہ حاملہ نہ ہو، خواہ اس عورت سے دخول سے قبل، تو اس خاتون کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔

جیسا کہ ارشاد ربّانی ہے :۔

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللّٰهُ	ترجمہ :۔ اور تم میں سے جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں، وہ چار مہینے دس دن تک اپنے آپ کو روکے رہیں تو جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو اے عورتو! تم پر مواخذہ نہیں اس کام میں جو عورتیں اپنے معاملہ میں موافق شرع کریں۔ اور اللہ تمھارے

---

[1] پ ۲۸ - سورۃ الطلاق - آیت ۴

[2] ″ ″ ″

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ؕ[۱] کاموں کی خبر ہے۔

عدت گزارنے والی عورت کے لیے لازمی ہے کہ وہ اپنے مسکن (گھر) میں ہی رہے۔ ہاں مگر اس خاتون کو اس کی جان و نفس یا مال وغیرہ کے گرنے جلنے یا چوری چکاری یا فسق و فجور کا خدشہ ہو یا یہ عورت پڑوسیوں سے تکلیف و اذیت پائے یا اس کے متوفی خاوند کے رشتہ دار اس کو تنگ کریں یا اس کو کسی چیز کی خرید و فروخت کی احتیاج ہو اور صورتِ حال یہ ہو کہ اس عورت کا کوئی نائب یا خادم موقعہ پر موجود نہ ہو تو وہ عندالضرورت گھر سے باہر جا سکتی ہے تاکہ وہ رشتہ داروں اور پڑوسیوں کی زیارت کر سکے اور ان سے بات چیت کر سکے۔ بشرطیکہ مذکورہ خاتون فتنہ و فساد سے بچی اور محفوظ رہے۔

تاہم رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے ہاں اس عورت کا رات ٹھہرنا جائز نہیں جو کہ عدت گزار رہی ہو، اور نہ ہی عورت ایسا کر سکتی ہے کہ وہ تجارت یا زراعت کے لیے گھر سے باہر نکلے۔ جب تک کہ اس خاتون کے پاس اتنا مال و دولت ہو جو اس کے لیے کافی اور ضرورت کو پورا کرنے والا ہو۔

اور وہ عورت جو اللہ تبارک و تعالیٰ اور آخرت و قیامت پر ایمان رکھتی ہو، اس کے لیے یہ جائز اور درست نہیں کہ وہ تین دن سے زائد ایک میت پر روئے پیٹے اور سوگ منائے۔ خواہ عورت کا فوت ہونے والا اس کا کتنا ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو۔ ہاں مگر خاوند کی موت اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ عورت، خاوند کے زینت ترک کر دے اور تجمّل و خوبصورتی نہ کرے

---

[۱] پ ۲۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۳۴

حتیٰ کہ اس خاتون کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کی کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرمودہ مدت اور عرصہ گزر جائے۔

جنابہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"عورت کا فوت ہونے والے شخص پر تین دن سے زیادہ رونا پیٹنا اور سوگ منانا درست نہیں۔ ہاں مگر وہ اپنے خاوند کا سوگ عدت چار ماہ دس دن تک منائے اور نہ رنگ دار وفیشنی کپڑا نہ پہنے سوائے روئی کے کاتے ہوئے سادہ کپڑے کے۔

اور خاتون وعورت سرمہ نہ لگائے نہ ہی خوشبو کو مَس کرے، سوائے کوٹھ یا ناخن کے مشابہ ایک خوشبودار چیز سے خوشبو لگانے کے۔"

سیدنا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"وہ خاتون جس کا خاوند فوت ہو جائے، وہ زرد رنگ کا کپڑا، اور سرخ رنگ سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور نہ ہی وہ عورت سُرمہ اور خضاب لگائے۔"

اور سیدنا حضرت ام سلمہ بنت اسید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ کا خاوند فوت ہو گیا اور آپ کی آنکھوں مبارکہ میں آشوبِ چشم تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنی آنکھوں میں سرمہ لگایا۔ چنانچہ آپ کی ایک آزاد کردہ لونڈی نے اس کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی جانب ارسال فرما دیا اور آپ سے اس سرمہ کے بارے میں دریافت فرمایا تو سیدنا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ اس سرمہ کو اپنی آنکھوں میں کوئی ایسی عورت نہ لگائے، سوائے ایسی عورت کے

جس کو یہ سُرمہ لگانے کی اشد اور سخت ضرورت ہو۔ چنانچہ رات کو یہ سُرمہ لگائے اور دن کے وقت اس کو اپنی آنکھوں سے پونچھ لے۔

سیدنا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث پاک سے دلیل پکڑی کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے ہاں اس وقت تشریف لے آئے جبکہ سیدنا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خاوند کا وصال ہو گیا تھا تو انھوں نے اپنے چہرے پر کچھ رنگدار تیل لگا رکھا تھا۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا یہ کیا ہے؟ تو سیدنا حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، یہ صرف تیل ہی ہے اس میں کوئی خوشبو وغیرہ نہیں ہے۔ تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"اس سے چہرہ نوجوان عورتوں کی مانند ہو جاتا ہے تو آپ اس کو رات کے وقت اپنے چہرۂ انور پہ لگائیں اور دن کے وقت اسے اپنے چہرۂ انور سے اتار دیں اور اپنے چہرہ پر خوشبو، مہندی وغیرہ نہ لگائیں کیونکہ یہ خضاب ہے"

سیّدنا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تو پھر میں کس چیز کے ساتھ بالوں کو کنگھی کر کے سلجھاؤں؟

تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "سدر (بیری کے پتوں) کے ساتھ۔ بیری کے پتوں سے اپنے سر اقدس کو ڈھانپو" اور احداد کا مطلب زیبائش و آرائش نہ کرنا ہے۔

اور عورت خواہ طویل عرصہ تک یا معمولی اور مختصر عرصہ تک بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ میت (فوت شدہ شخص) پر غمگین رہے اور اس خاطر سے رہے تاکہ خاوند کے خاوند ہونے کے حق کو ادا کرے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کو عورتوں کے لیے مشروع فرمایا ہے۔

یہ مشروعیت خاوند کے فوت ہونے کے بعد ہے تاکہ جمال وحسن ، اور خوبصورتی کی حفاظت کی جا سکے اور رحم کی براءت طلب کی جا سکے ، اس کے بیٹوں بچوں اور خاوند کے اعزاء واقرباء کی طبیعت وخاطر پر جبر کیا جا سکے ۔

اور عورت اگر جاہلیت کے اعمال وافعال میں سے کچھ کرے تو یہ اس کے لیے حرام وناجائز ہے ۔ مثلاً یہ خاتون اپنے لباس کو سیاہ وکالا کر کے پہنے ۔ یہ ایک گھر میں ہی مخصوص اور منفرد جگہ پر بیٹھ جائے ۔ یوں معلوم ہو کہ یہ خاتون ہے یا عفریت یا ایک مجسم فوٹو وتمثال ہے جو کہ غم وآلام اور مصائب کا مجموعہ ہے ۔

لیکن اے محترم خاتون ! آپ کو اس سے بھی زیادہ فضیلت اور برتری حاصل ہے ۔ اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ تم زیبائش وآرائش چھوڑ کر جوتے پہن کر یا بغیر جوتے پہنے چلو ۔ لیکن عورت کا یہ حق ہے کہ وہ کھائے پیئے اور کھانے پینے میں سے جو چیز اس کی مرضی ہو استعمال کرے ۔

تاہم خاتون کے لیے غسل کرنا اور پاک وصاف ہونا حرام وناجائز نہیں ہے خواہ وہ غسل کرنا چاہے یا کپڑے دھونا چاہے ۔ تاہم عورت کو چاہیئے کہ وہ تیل نہ لگائے ، خوشبو کا استعمال اور معطر صابن نہ لگائے ۔

بھیانک خدشات

غالباً وعموماً خواتین اس جگہ وہم وگمان میں مبتلا ہوتی ہیں جس جگہ کم علم اور جہالت کا دور دورہ ہو، شیطان کی حکمرانی کا دور دورہ ہو اور معاذ اللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ پر ایمان کم ہو۔

چنانچہ خواتین یہاں اوہام وتخیلات کا شکار ہو جاتی ہیں، ایسی باتوں کا تصور کرتی ہیں جن کا اصل میں وجود بھی نہیں ہوتا۔ بعض اوقات یہی صورتحال مشکوک خواب میں ہوتی ہے اور حالتِ خواب میں ایسا ہوتا ہے، ایسے امراض پیدا کرنے والے خواب ایسی عقول دیکھتی ہیں جو مریض ومرض سے دوچار ہوں اور ضعیف و کمزور نفوس کی طرف مائل کرتی ہیں۔ یہ باتیں ایسے دماغوں سے نکلتی ہیں جو کہ فاسد، بگڑے اور بپھرے ہوئے ہوں اور اس طرح کے پیٹوں سے نکلتی ہیں جن کو بیحد نقصان پہنچایا گیا ہو۔ یا ان کو زبردست اور سخت بھوک لگی ہو۔ چنانچہ اس طرح کے لوگ ہر دروازے اور ہر کھڑکی سے جنوں کو دیکھتے ہیں، دہلیزوں اور

سیڑھیوں سے یہ بڑے بڑے عفریت جنوں کی آوازیں سنتے ہیں۔ یہ آوازیں وہ چھتوں سے بھی سنتے ہیں اور دیگر ہر جگہ ہر مقام سے ان کے کانوں میں یوں آوازیں گونجتی ہیں۔ اور خواب کی حالت میں دشمن اس دماغ کو یوں دکھائی دیتا ہے کہ وہ بپھرے ہوئے غضبناک اونٹ کی مانند ہے یا سرکش اور نگل جانے والے زبردست اژدہے کی طرح ہے۔

کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ یہ شکل و صورت عاشق کی سی ہوتی ہے۔ کبھی یہ چور دکھائی دیتا ہے، کبھی مسلح شیطان، جو کہ اس خاتون کے خاوند کو قتل کرنے کی جدوجہد کرتا ہے یا اس کو ذبح کرنے کی دھمکی دیتا ہے یا اس کے بیٹے کو جان سے مار ڈالنے کی باتیں سناتا ہے۔ یا اس کو یوں ڈراتا ہے کہ وہ اس کے سر پر اس مکان کو گرا دے گا۔

بعض اوقات یہ خواب ایسی عورت کو آتے ہیں جو کہ حائضہ ہو یا نفاس والی ہو یا اس کو یہ خواب عموماً حمل کے چوتھے ماہ دکھائی دیتے ہیں۔

یا یہ کیفیت ایسی صفات والی خواتین پر اکثر و بیشتر طاری ہوتی ہے جن کے کچھ اعضاء سُن اور بے حس و حرکت ہو گئے ہوں۔ اور وہ اس طرح رات بسر کرتی ہے کہ اس کے سینہ پر یہ خوف طاری ہوتا ہے اور یہ اس کو گویا لیے پھر رہی ہے۔

بعض اوقات، نجاست، غلاظت، گندگی کی حالت ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ سونے والے شخص کا نفس ہو جان پرواز کر کے اوپر نہیں چڑھتی۔ مگر جب ہی اس کا تصور اوپر اٹھتا اور خیال پیدا ہوتا ہے تو یہ وہم و گرا ہی کو اپنے ساتھ لے لیتا ہے۔

چنانچہ یوں جب خاتون ڈرتی ہے اور جاگ کر اٹھتی ہے تو یہ چیخنا چلانا

اور واویلا کرنا شروع کر دیتی ہے۔ اس طرح کہ یہ عورت ڈری ہوئی اور سکڑی ہوئی کیفیت میں ہوتی ہے۔ چنانچہ اس صورت حال کے بعد یہ خاتون اس تعبیر کرنے والے شیخ کی جانب لپکتی ہے جس کے پاس جا کر اپنے خواب بیان کرتی ہے اور اس سے مشکل تر صورت میں ممکن یا ناممکن ہر دو صورتوں میں اپنے خوابوں کی تعبیر و تفسیر دریافت کرتی ہے کیونکہ اس کے وہم و گمان کے موافق تعبیر بتانے والا شخص کتاب سے ہر چیز جانتا پہچانتا ہے۔ اور اس لیے بھی کہ وہ جن اور روحانی سایوں کا ساتھی اور یار غار ہے۔ اس کو ہمارے کم علم تعبیر رؤیا کہتے ہیں۔

اور معری نے اپنے مندرجہ ذیل قول میں ان اشعار سے اشارہ کیا ہے:۔

أَذُرِیْ بِکُمْ یَا ذوی الارحام اربعۃ	اے خواب والو! چار چیزوں پر میں تم پر عتاب کرتا
تنھبن احلامکم بھب الجاھلات	اور تمہارے عیب نکالتا ہوں، تم ان میں جاہلوں کا
ودّ الصّدیق وعلم الکیمیاء کذا	سا مقابلہ اور دوڑ لگاتے ہو، دوست کی محبت
علم النجوم وتفسیر المناھات	علم کیمیاء، علم نجوم اور خوابوں کی تعبیر۔

چنانچہ دھاڑیں مار کر رونے اور چیخنے کی مرض، طلاسم کے لکھنے کے ساتھ جادو اور جادوگری اور جنوں کے لیے ٹوٹی ہوئی ہڈیاں دفن کرنا، لہو اور ریت کی لکیریں جو دیواروں پر موجود ہوں اور دیواروں، راستوں پر طرح طرح کی اشیاء رکھنا یہ سب کچھ نہ تو مؤثر ہوتا ہے اور نہ ہی بغیر اذن اللہ (اللہ تبارک و تعالیٰ کی اجازت کے بغیر) نقصان و ضرر پہنچاتا ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جن کا کوئی ایمان نہ ہو۔ اور نہ ہی خیر و بھلائی سے ان کا کوئی تعلق و رشتہ ہو، یا ایسے لوگ جو قرآن مجید اور اذکار سے کچھ نہیں جانتے، یعنی وہ قرآن، اور اذکار جو ان سے شیاطین کو پھیر دیں، اور شیاطین ان کے درمیان حائل

ہوں یا دجالوں اور شعبدہ بازوں کے درمیان حائل ہوں۔

چنانچہ جاہل خاتون کو ہر چیز ڈراتی اور اس کے لیے خدشہ وخوف بنتی ہے اور اس کا یہ غلط گمان ہوتا ہے کہ اس وجود کا پہیہ اور محور جس پر جادوگروں کے ہاتھ چلتے ہیں یا کاہنوں اور منجموں کی حکمرانی ہوتی ہے، العیاذ باللہ! یہ وہی ہیں کہ جو پیدا کرتے ہیں، رزق دیتے ہیں، اولاد دیتے ہیں، خاوند وغیرہ کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ سحر و جادو کو باطل کر دیتے ہیں، نظر لگانے والے کی نظر کی تردید اور توڑ انہی کے پاس ہے۔

تاہم صحیح صورت حال اور حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز اللہ جل جلالہٗ کے قبضہ اور ہاتھ میں ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مخلوق میں جو کچھ چاہتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔

چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:۔

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا [1]

ترجمہ:۔ انھوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا پروردگار اور رب بنایا۔ یہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتے اور ان کو خود پیدا فرمایا جاتا ہے اور وہ اپنی جانوں کے لیے نفع ونقصان کے مالک نہیں اور نہ ہی موت، حیات اور نشر وحشر کی استطاعت رکھتے ہیں۔

چنانچہ عورت فال گیری اور وہم وگمان میں مبتلا ہوتی ہے۔ چنانچہ بدھ کے دن اس کو کسی چیز کا خوف، خدشہ اور ڈر لگا ہوا ہوتا ہے، اس دن وہ کپڑے کی

---

[1]

آوازہ اور ہواؤں کے متضاد و مختلف اطراف سے چلنے سے ڈرتی ہے ۔ اور بھینگے، لنگڑے شخص کو دیکھنا بُرا تصور کرتی ہے اور اسی دن خاتون بیماریوں و مصائب میں مبتلا اشخاص کو نہیں دیکھ سکتی ۔ بعض عورتیں اس روز اپنے فرزند یا بیٹی کی شادی تک کو گناہ تصور کرتی ہیں، اور اس زیور کو بھی اچھا نہیں سمجھتی جو کہ وہ پہنتی ہے ۔ حتی کہ وہ اس گھر کو بھی اچھا نہیں سمجھتی جس گھر میں وہ سکونت پذیر ہو ۔

چنانچہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثِ مبارکہ میں ہے :۔

" جادو ٹونے سے فتنہ و فساد برپا کرنا جائز نہیں نہ ہی فال گیری درست ہے، نہ ہی کیڑے مکوڑوں سے شگون لینا جائز ہے، نہ ہی جادوگری سے کسی شخص کو ہلاک کرنے کی گنجائش ہے۔"

چنانچہ اسلام نے فال گیری کو باطل اور غلط قرار دے دیا ہے اور اس کو شرک میں شمار فرمایا ہے ۔ اور فال گیری کے بارے میں اس بات کی خبر دی، کہ اس کے متعلق جو عورت وہم و گمان میں مبتلا ہوتی ہے یا جس گھر، جانور وغیرہ کے بارے میں اس کا تصور پایا جاتا ہے کہ اس میں سوائے اس کے کوئی حقیقت نہیں کہ یہ عورت کا بُرا اور گندا اخلاق ہے ۔ اس میں عورت کے رحم کے بانجھ ہونے کی وجہ اور سبب بھی شامل ہے ۔ یا اس وجہ سے کہ گھریلو امور و حالات تنگ و پریشان کُن ہوتے ہیں ۔ یا اس سواری کی وجہ سے ہے کہ جس کا چلنا اور اس پر سوار ہونا مشکل ہو، یا وہ سست و آہستہ رفتار سے چلتی ہو ۔ جب کہ اس پر بوجھ یا سواری کی جائے ۔

تاہم ہمیں اس بات سے تأسف و پریشانی ہوتی ہے کہ اس قسم کے اوہام، تخیلات، عقائدِ باطلہ، اعمال فاسدہ صرف مسلمان خواتین میں ہی پائے

جاتے ہیں۔ حالانکہ مسلمان خواتین کا حق سب سے زیادہ ہے کہ وہ دیگر خواتین کی نسبت باطل اور غلط امور سے بعید اور کنارہ کش رہیں۔

اور شیطان جو انسان کو گمراہی و ضلالت میں پھنساتا ہے اس سے گریز کریں۔ چنانچہ عورت کا دین و ایمان سے جاہل و ناواقف ہونا، علماء مصلحین سے اس کا فائدہ نہ اٹھانا ہی اس خاتون کے عقل کے ضعیف و کمزور ہونے کا وحید سبب ہے اور اس کے دین کی کمزوری کی وجہ ہے۔ چنانچہ کمالِ مطلق، اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لیے ہے۔

اے مسلمان خاتون! آپ ان کتابی خواتین سے بھی بڑھ کر اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں زیادہ قابلِ عزت، قابلِ تکریم اور انتہائی تعظیم کے لائق ہیں۔ کیونکہ اہل کتاب کی عورتیں وہ مشرک عورتیں ہیں کہ شیطان ان کی عقول کے ساتھ کھیل تماشہ کیا اور شیطان نے ان پر اوہام و تخیلات سے تسلّط جما لیا پس اس وجہ سے کہ شیطان نے ان پر اپنی ولایت اور تسلط حاصل کیا، اور اس وجہ سے کہ شیطان کی آواز کو انھوں نے قبول کر لیا۔ جب کہ شیطان نے انھیں اپنی جانب دعوت دی۔

چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ وَمَنْ يَّتَّخِذِ	ترجمہ:۔ قسم ہے میں ضرور تیرے بندوں میں سے کچھ ٹھہرایا ہوا حصہ لوں گا۔ قسم ہے میں ضرور بہکا دوں گا اور ضرور انھیں آرزوئیں دلاؤں گا اور ضرور انھیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے، اور ضرور انھیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی

الشَّیْطَانَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ	چیزیں بدل دیں گے اور جو اللہ کو چھوڑ کر
اللّٰہِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا	شیطان کو دوست بنالے وہ صریح ٹوٹے
مُّبِیْنًا ۔ یَعِدُھُمْ وَیُمَنِّیْھِمْ	میں پڑا ۔ شیطان انھیں وعدے دیتا
وَمَا یَعِدُھُمُ الشَّیْطٰنُ	اور آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انھیں
اِلَّا غُرُوْرًا ۔[1]	وعدے نہیں دیتا مگر فریب کے ۔

پس اے محترمہ مسلمان خاتون! تم فقط اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرو ۔ اور صرف اس چیز کے لینے کا ارادہ کرو جو کچھ اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاس ہے ۔ چنانچہ ہڈی ، گونگا ، کوڑی ، سلیمانی منکے وجواہر تو نظر لگنے سے دفاع و بچاؤ کا سبب نہیں ، اور نہ ہی اس طرح شیطان کے مکر وفریب اور دغا بازی سے نجات ممکن ہے ۔

کلّا ولست معلّقا لمیمہ	ہرگز نہیں ۔ میں اس کی میم کے ساتھ معلق نہیں
او حلقۃ او ودعۃ او ناب	نہ ہی اس کے حلقہ ، گونگا کوڑی سے میرا
لرجاء نفع اولدفع بلیّۃ	مقدر وابستہ ہے یا باری وغیرہ سے تاکہ
فاللہ ینفعنی ویدفع مابی	میں نفع کی امید رکھوں یا کسی بلا اور مصیبت
٭	کو رفع دفع کروں ۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ
٭	مجھے نفع پہنچائے گا اور مجھے جو اذیت و
٭	تکلیف ہے وہ مجھ سے رفع دفع فرمائے گا ۔

پس اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہی نقصان پہنچانے والی ، نفع بخشنے والی ، عطا فرمانے والی ، قابض اور باسط سے موصوف ہے ۔ جس نے

---

[1] پ ۵ ۔ سورۃ النساء ، آیت ۱۲۰

ہر چیز کو پیدا فرمایا اور اس کا اندازہ و تقدیر مقرر فرمائی۔ چنانچہ حدیث شریف میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

" اچھی طرح جان لیجیئے کہ اگر ساری دنیا مل کر اور اکٹھی ہو کر بھی تمھیں کسی چیز کے بارے میں نقصان اور ضرر پہنچانا چاہے تو تمھیں وہ کسی طرح کا کوئی نقصان اور ضرر نہیں پہنچا سکتی سوائے ایسی چیز کے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمھارے مقدر اور قسمت میں لکھ دی ہے۔ اگر ساری دنیا اس امر پہ مجتمع ہو جائے کہ وہ آپ کو کسی طرح نفع و فائدہ پہنچانا چاہیں تو تمھیں ہرگز نفع نہ پہنچا سکیں گے سوائے ایسی چیز کے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمھارے مقدر میں لکھ دی ہے، چنانچہ قلموں نے اپنا فیصلہ لکھ کر مکمل کر لیا اور صحائف میں جو کچھ مرقوم تھا، وہ لکھا ہوا ہو کر خشک ہو گیا۔"

چنانچہ جس چیز کے بارے میں تمھیں شک و شبہ ہو تو تم اس سے ڈر کر اللہ کی پناہ اور آماجگاہ میں حاضر ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔ اللہ پر بھروسہ اور توکل کرو۔ کیونکہ جس شخص نے اللہ تبارک وتعالیٰ پر بھروسہ کیا وہ اس کے لیے کافی ہوگا۔ اور تم یہ دعا مانگا کرو، اللہ تبارک وتعالیٰ تمھاری حفاظت فرمائے گا۔

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ	ترجمہ:۔ اور تم عرض کرو کہ اے میرے
مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ	رب! تیری پناہ شیطان کے وسوسوں
وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ	سے اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ
یَّحْضُرُوْنِ [1]	میرے پاس آئیں۔

[1] پ ۱۸ ۔ سورۃ المؤمنون، آیت ۹۷ تا ۹۸

نیز قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:۔

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ، اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ؏

ترجمہ:۔ تو جب تم قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ مانگو شیطان مردود سے۔ بیشک اس کا کوئی قابو ان پر نہیں جو ایمان لائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اس کا قابو تو انھیں پر ہے جو اس سے دوستی کرتے ہیں اور اسے شریک ٹھہراتے ہیں۔

؏ پ ۱۴۔ سورۃ النحل، آیت ۹۸ تا ۱۰۰
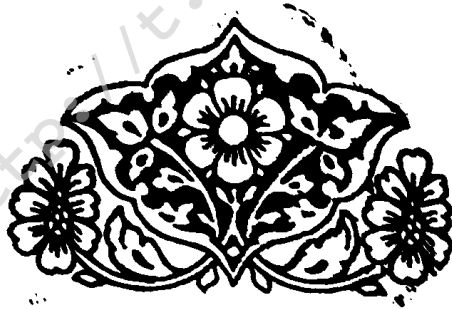
دودھ پلانے کے مسائل

ہر زندہ و پائندہ شخص کے لیے لازمی ہے کہ اس کو ایسی غذا اور خوراک دستیاب ہو جو اس کی صحت کی حفاظت کرے اور اس کی ریڑھ کی ہڈی کو قائم رکھ سکے۔ چنانچہ غذا اور خوراک اپنے کوائف اور خصوصیات کے لحاظ سے مختلف اور متنوع اقسام کی ہوتی ہے۔ پس ایک شخص کے لیے ایک غذا معقول و مناسب اور درست و صحیح ہے تو وہی خوراک دوسرے کو نقصان و ضرر پہنچائے گی، اسی طرح بالعکس بھی۔ چنانچہ بچوں کی بہترین اور شاندار و لاجواب غذا دودھ ہے اور یہ ہی ان کا سب کچھ ہے۔

چنانچہ دودھ میں سے افضل اور پاک و بہترین وہ دودھ ہے، جو ماں کے پستان میں سے بچہ پیتا ہے تاہم والدہ کا صحت مند اور تندرست ہونا بھی لازمی ہے۔ بچہ یہ دودھ پیدائش کے بعد پیتا ہے اور لازمی ہے کہ پیوس دودھ (ماں کا دودھ) ایک طویل عرصے تک بچے کو پلایا جائے۔

کم از کم چوبیس گھنٹے تو لازمی ہے۔ کیونکہ بچے کی صحت و سلامتی کے سبب اس میں طبی فوائد ہیں اور اس کی صحت کی ترقی و تقدم کے لیے یہ از حد لازمی و لابدی ہے۔

چنانچہ بچے کو کسی ایسی والدہ کا دودھ نہیں پلانا چاہیئے جو موروثی اور نسل در نسل مرض میں مبتلا ہو۔ جیسے سِل اور تپ دق وغیرہ، اپنی تمام اقسام و انواع کے ساتھ بہر حال نقصان دہ اور مضر ہے۔ کیونکہ اس طرح عورت کی کمزوری اور لاغری وغیرہ میں اضافہ ہوتا ہے اور یہی بیماری اس والدہ سے اس کے بچے کی جانب منتقل ہو جاتی ہے۔ جو کہ اس کا انتہائی عزیز اور پیارا بچہ ہے تاہم رضاعت اور دودھ پلانے کے لیے کوئی محدود و متعین وقت نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ جب بھی بچے کو دودھ پینے کی حاجت اور ضرورت ہو اسے دودھ پلا دیا جائے۔ اور خصوصاً پیدائش سے دو سال بعد جب کبھی بچہ بھوک محسوس کرتا ہے:۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ	ترجمہ:۔ اور مائیں دودھ پلائیں اپنے
حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ	بچوں کو پورے دو برس اس کے لیے
يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ[1]	جو دودھ کی مدت پوری کرنی چاہیئے

چنانچہ اس سے بہتر اور افضل کوئی چیز نہیں کہ خاتون اور عورت اپنے بچے کو دودھ پلائے اور اپنے جگر کے ٹکڑے کو پالے اور خود ہی بہ نفس نفیس اسکی نگرانی کرے۔

چنانچہ والدہ اپنے بچے پر کسی بھی دوسری عورت اور خاتون سے زیادہ مہربان

---

[1] پ ۲۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۳۳

ہے۔ بچے پر سب سے زیادہ شفقت اور نوازش، عطف ومحبت اور مہربانی والدہ ہی کر سکتی ہے جس کی وجہ سے بچہ اس کے سینے سے چمٹ جاتا ہے۔ اس طرح بچے کی پیدائش اور نمو و نمائش بڑھتی ہے وہ سستی کے بعد فوراً چست اور چالاک ہوتا ہے۔ بچے اور والدہ کے درمیان رشتہ اور صلہ انتہائی مربوط و مضبوط ہوتا ہے اور وہ والدہ کی لذت اور پیار و محبت کے بارے میں اب کی بار اس کو شعور ہوتا ہے۔ اس کو تربیت و پرورش اور ایسے اصول کا علم ہوتا ہے جس کی اس کو اتباع و پیروی کرنا ہوتی ہے۔

چنانچہ اگر خاتون کو دودھ پلانے سے کوئی ایسا مانع اور رکاوٹ پیش آئے جو شرعی اور طبی ہو تو وہ اپنے بچے کو چوسنی یا سلیم الفطرت جانور کا دودھ پلائے۔ چنانچہ دودھ دینے والے جانوروں میں سے بکری کا دودھ اس لحاظ سے بہتر اور افضل ہے کہ اس کا دودھ کافی ہوتا ہے اور اس میں اس امر کی صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ بچے کی پرورش اور نگہبانی کرے۔ اور چونکہ روزہ رکھنے سے خاتون کمزور ہوتی ہے اس لیے اس کو اجازت ہے کہ وہ روزہ افطار کرے۔

اور رضاعت (دودھ پلانے) سے بھی وہی امور حرام ہو جاتے ہیں جو کہ نسب اور خاندان سے حرام ہوتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ رضاعت دو سالوں کے قبل یا پہلے ہو اور یہ دودھ پلانا پانچ متفرق اور الگ الگ رضاعات ہیں۔ رضاعت وہی ہے جس سے انسانی ہڈیاں پرورش پائیں اور گوشت بڑھے۔ بعض فقہائے کرام نے پانچ دفعہ دودھ پلانے "خمس رضعات" کی شرط نہیں لگائی ہے اور یہ ارشاد فرمایا ہے کہ صرف رضاعت ہی شرط ہے۔ خواہ دودھ کا ایک قطرہ ہی پی لیا جائے تو اس سے خاتون حرام ہو جاتی ہے۔

ایسی خاتون جس کو طلاق دے دی گئی ہو اور وہ بچے کو دودھ پلاتی ہو۔ اس کے لیے نان و نفقہ دینا واجب نہیں ہے تاہم یہ عورت دودھ پلانے کی اجرت کی مستحق ہے۔

لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ؕ[1]	ترجمہ:۔ ماں کو ضرر نہ دیا جائے اس کے بچہ سے اور نہ اولاد والے کو اس کی اولاد سے۔

تاہم وہ خاوند جس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے اور یہ مطلقہ اس خاوند کے بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔ اس کو از خود ہی اس خاتون کی دودھ پلانے کی اجرت اور معاوضے میں اضافہ کرنا چاہیئے۔

اور اگر اس خاتون کو خاوند کی جانب سے کچھ کم حصہ ملے تو اسے درگزر کر دینا چاہیئے تاہم جبر و قہر سے عورت کو اس امر پر مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ بحیثیت مطلقہ بیوی بچے کو دودھ پلائے۔ تاکہ عورت کے حقوق میں سے ہے تاہم عورت جب چاہے دودھ پلانا ترک کر دے۔ مگر یہ دودھ نہ پلانے کی اجازت اس وقت نہیں جب کہ کوئی اس کی جگہ متبادل دودھ پلانے والی عورت نہ ملے اور بچے کی صحت وغیرہ کے گرنے کا اندیشہ ہو تو اس وقت بچے کی تربیت اور اس کو دودھ پلانا لازمی ہے اور اس عورت کو دودھ پلانے کی مثل اجرت ملے گی۔

وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ؕ[2]	ترجمہ:۔ اور آپس میں معقول طور پر مشورہ کر لو پھر اگر باہم مضائقہ کرو تو قریب ہے کہ اسے اور دودھ پلانے والی مل جائے گی۔

---

[1] پ ۲، سورۃ البقرۃ، آیت ۲۳۳

[2] پ ۲۸، سورۃ الطلاق، آیت ۶

اور دودھ پلانے کا حق والدہ کو اس وقت تک مسلسل ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ بچہ اس بات کی تمیز کرنے لگے کہ اس کے نفع بخش امور کون کون سے ہیں، اور جب تک کہ اسے دودھ پینے کی ضرورت واحتیاج ہو۔

اور عورت اس وقت تک دودھ پلانے کی حقدار ہے جب تک کہ وہ بحیثیت والدہ اس کی تربیت کے لیے صالحہ اور مناسب ہے، مسلمان، عاقلہ عفیفہ، آزاد اور کسی اجنبی کے ساتھ غیر منکوحہ ہے جس کا دودھ میں کوئی حق نہیں اگر یہ مسلمان عورت فاسقہ فاجرہ ہو جائے یا اس کا جسم بگڑ جائے یا عقل کے اعتبار سے یہ مختل اور پاگل ہو جائے اور یہ واجب قائم کرنے سے عاجز و قاصر ہو تو دودھ پلانے کا حق اس عورت کی والدہ کو ہے۔

تاہم جب بچے کا والد اس شہر سے منتقل اور تبدیل ہونے کا ارادہ کرے تو وہ اپنے بچے کو اپنے ہمراہ لے لے تو اس وقت عورت کا دودھ پلانے کا حق ساقط ہو جائے گا۔ سوائے اس کے کہ وہ عورت بھی اس خاوند کے ہمراہ سفر پر وہاں سے نکلے۔

چنانچہ جب بیٹا عقل وشعور رکھتے ہوئے دودھ پینے سے فارغ ہو جائے تو مناسب اور معقول یہی ہے کہ وہ اپنے والد کے ہمراہ رہے اور بیٹی اپنی والدہ کے پاس ٹھہرے اور بچہ مردوں کے اعمال واشغال سیکھے جبکہ بچی عورتوں کے کرنے کے کام سیکھے۔

اور ان جملہ مصائب وآلام میں سے ایک وہ مصیبت ہے جس میں آج بہت سے والد اور اُمہات پڑی ہوئی ہیں۔ وہ ایسے جھگڑے اور مقدمے ہیں جو اولاد کے بارے میں ہیں اور ان کے بارے میں ستم بالائے ستم یہ ہے کہ انھیں فیصلے کے لیے ایسے ججوں اور قاضیوں کے پاس لایا جاتا ہے جو حکام و

قاضیان ظلمت اور جہالت کے رہ جاتے ہیں اور اس قانونِ الٰہی سے نابلد جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے نازل فرمایا۔

چنانچہ مروت ختم ہو جاتی۔ ان کے مابین اختلاف واقع ہو جاتا ہے تاہم یہ مسلمان میاں بیوی اللہ تبارک وتعالیٰ کے مندرجہ ذیل ارشاد اقدس پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔

وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ [۱]	ترجمہ :۔ اور آپس میں ایک دوسرے پر احسان کو بھلا دے بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

چنانچہ بکثرت لڑنے جھگڑنے سے عداوت اور دشمنی میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور بچہ اپنے والدین کے اس طرح کے طرز عمل اور آئے روز کے جھگڑوں سے ورطۂ حیرت واستعجاب میں پڑ جاتا ہے۔ کہ کیا وہ اپنی والدہ سے محبت کرے یا نہیں اور وہ والد سے جُدا اور الگ تھلگ ہونا بھی پسند نہیں کرتا۔

تاہم اے قابلِ تکریم مسلمان خاتون! تمھارے لیے یہی بہتر اور افضل ہے کہ جب بچہ اپنے اکل وشرب میں امتیاز محسوس کرے اور مستقل وپختہ ہو جائے اور وہ اس قابل ہو جائے کہ اپنے اعضاء دھو سکے تو آپ اس کو اس کے والد کے حوالے کر دیجیے گا۔ اس طرح آپ ایک تھکاوٹ اور تکلیف سے نجات حاصل کریں گی اور بچے کے والد کو اس کی تربیت و پرورش کا خرچ برداشت کرنا ہوگا۔ وہ اس کی تعلیم کی جانب توجہ دیگا

---

[۱] پ ۲۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۳۷

اور اس کی تعلیم و تربیت کا انتظام و اہتمام کر سکے گا۔ اس کے جملہ افعال اور مشغولیات کی نگرانی کرے گا۔

حسنِ معاملہ اور آپس کے حسنِ برتاؤ کی وجہ سے وہ عنقریب تمھاری طرف واپس آجائے گا اور ہر لحظہ و ہر گھڑی تمھیں ملنے کے لیے تمھارے پاس آئے گا، تمھیں کسی طرح کی کوئی ملامت وجھڑک اور ننگ و عار و شرمندگی سے دوچار نہ ہونا پڑے گا۔ کہ نہایت ہی محنت و مشقت اور سخت تکالیف کے بعد تم بچے کو اس کے والد کے ذمّے سونپ کر نکاح کرلو۔

تمھیں اس بات کا یقین ہے کہ جب شرعی اور دینی طور پر تمھارے لیے یہ ثابت ہو گیا کہ بچے کے نماز کے ترک کرنے کی ذمہ دار تم ہو... یا خدانخواستہ اس کی تربیت و پرورش جیسے اہم فریضہ کے واجب ہونے میں تم رکاوٹ ہو۔ یا وہ گھر جس میں تم اس بچے کی پرورش کے لیے منتخب کرو۔ وہ اس قابل نہیں کہ اس میں بچہ رہ سکے۔ اور تم سے بچہ بہر حال زبردستی اور طاقت کے ذریعہ بچے کا والد لے لے گا۔ چنانچہ زیادہ شور و غوغا کرنے اور ججوں، عدالتوں کے چکر میں پڑنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے۔

بس اب تمھاری ڈیوٹی اور فریضہ فقط یہ ہے کہ تم اپنے بچوں اور بھائیوں کو صرف حسنِ سلوک سے ہی ملو۔ اور تم اس کو اچھے کاموں، اور بہتر و بھلی باتوں کی نصیحت کرو۔ اور تم اس کے بُرے اور افسوسناک انجام و عاقبت سے بچاؤ اور ڈراؤ، جس سے بلا ضرورت اور بلا حاجت والدہ اور اس کے بیٹے کے درمیان تفریق اور جدائی واقع ہو جائے۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:-

اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ [1]	ترجمہ :- تمھارے مال اور تمھارے بچے جانچ ہی ہیں۔ اور اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

---

[1] پ ۲۸۔ سورۃ الطلاق، آیت ۱۵-
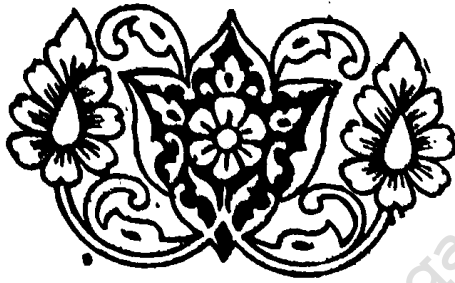
خاندانی منصوبہ بندی

اکثر لوگ اس بات میں فرق و امتیاز نہیں کرتے کہ خاندانی منصوبہ بندی کی دو قسمیں ہیں:۔

(۱) یہ مبادی میں سے ایک مبدأ اور اہم ہے۔

(۲) خاندانی منصوبہ بندی شخصی اور خاص ضرورت ہے۔

ہمارے خیال، دین و مذہب کے مطابق خاندانی منصوبہ بندی کو مبادی میں سے ایک مبدأ سمجھنا اور یوں قرار دینا الحادی وغیرِ شرعی فکر ہے جو انتہائی خبیث دھوکا دہ اور یہودی فکر و سوچ ہے جو کہ وہاں سے یہاں تک پہنچی ہے۔ اور بعض مغرب پرست فتنہ پردازوں نے دین پر ڈاکہ زنی کی نیت سے اس کو مغرب کی الحادی تہذیب و تمدن سے درآمد کر کے ہم مسلمانوں کو فتنہ و آزمائش میں جھونکا ہے۔ چونکہ اس فتنہ کی چنگاری کو انھوں نے پھونکیں ماریں اور وہ نام نہاد دعویٰ یہ کرتے چلے آئے کہ وہ اس طرح عربی و اسلامی اقتصاد پر

غیرت اور دفاع کے لیے سب کچھ کر رہے ہیں اور ان کا کہنا یہ ہے، کہ وہ اپنے اس غلط طریقے سے معاشرے کو فقر و تنگدستی سے حفاظت وصیانت، اور اس کو جہالت کے مرض سے نجات دلانا چاہتے ہیں جو کہ بقول ان کے افراد و اشخاص کی زیادتی اور کثرت کی وجہ سے زیادہ ہو گیا ہے۔

چنانچہ ان افراد سے ایسی بات یہ عین جہالت، اور اس سے درماندگی عجز و انکسار ہے اور وہ درحقیقت مقابلہ سے فرار اختیار کر رہے ہیں۔

کیونکہ ان پر درحقیقت واجب اور فرض تو یہ ہے کہ وہ اپنی ہمت و جرأت سے افکار و سوچ سے آگے بڑھیں اور اس طرح اپنی قلموں، اور کتب کے زور سے اس مرض کا علاج کریں جیسا کہ دعوت کا تقاضا ہے کہ علم کو پھیلائیں۔ مدارس قائم کریں اور علمی بحث کے دروازے کھولیں۔ اس میدان میں نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کریں۔ اور ارباب بست و کشاد و اصحابِ ثروت کو ترغیب دلائیں کہ وہ خیر و بھلائی میں مال خرچ کریں جس کا نتیجہ یہ ہو کہ معاشرے میں خیر و بھلائی پھلے پھولے۔ معاشرے کو فائدہ اور نفع پہنچے اور کامل و مکمل صحت و تندرستی کی جانب دعوت دی جائے جو اس قدر وسیع اور ہمہ تن ہو کہ جو معاشرے کی اجتماعی صحت کی حفاظت کرے۔ اور علاج کے وسائل و طریقوں کی توجہ کی جانب راغب کرے۔ علاج کے اسباب اور وجوہات بکثرت ہوں۔ اور اس کے حفاظتی اور علاج کے طریقے اپنائے جائیں۔

رہا، خاندانی منصوبہ بندی کا ایک مخصوص و منفرد شخصی ضرورت اور حاجت کے لیے ہونا جو کہ میاں بیوی دونوں کو لاحق ہو اور خاص حالات کے لیے ہو، تو اس طرح کی خاندانی منصوبہ بندی میں کوئی حرج نہیں اور خاص و منفرد حالات کو ہم منصوبہ بندی میں داخل بھی نہیں کریں گے اور نہ ہی اس کی تقیید کے لیے لازمی

شمار کرتے ہیں بلکہ میاں بیوی کی طرف نظر کرتے ہوئے یہ توجیہ متروکہ ہے، اس سے بھی زیادہ اہم بات اور ضروری امر یہ ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی بطورِ مبدأ اور فکر و سوچ نہ ہو، جس کی جانب کوئی شخص دعوت دے یا اس کو لوگوں کے لیے اچھا اور بہترین سمجھے۔

اسی لیے ہم اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ اگر میاں بیوی کا یہ مخصوص معاملہ ہو، تو وہ منعِ حمل کے وسائل کو بروئے کار لا سکتے ہیں اور وہ شخصی ضرورت کے تحت اس کو اختیار کریں گے۔

ہمارے اس دعویٰ کی دلیل حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ ارشاد گرامی ہے جو کہ آپ کی حدیث پاک میں ارشاد ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مرد کو عزل کا حق ہے اور یہ بھی کہ وہ رحم میں انزال نہ کرے، خصوصاً اگر اس کے پیشِ نظر یہ مصلحت ہو کہ بچہ پیدا نہ ہو۔

ان میں سے سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ ہے کہ انصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ایک شخص حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری ایک لونڈی ہے جس کے ساتھ میں جماع کرتا ہوں لیکن مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں وہ حاملہ نہ ہو جائے۔

تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس عورت سے عزل کر لو، اگر تمھاری خواہش عزل کرنے کی ہو، کیونکہ جو کچھ اس عورت کے لیے مقدور ہوا وہ اس سے پیدا ہو گا۔

سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ سائل انصاری کچھ عرصہ تک ٹھہرے رہے اور کچھ عرصہ کے بعد وہ پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس لونڈی کو حمل ہو گیا ہے۔ تو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں نے تمہیں اس بات کی خبر واطلاع دے دی ہے کہ جو کچھ اس کے مقدر میں ہے وہ اس لونڈی سے پیدا ہو گا۔

طحاوی کی شرح معانی الآثار ۲ / ۳۰ میں ایک روایت یوں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صحابی رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا "ہاں اس لونڈی سے عزل کر لو"

ان میں سے جناب صرمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پاک ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غزوۂ بنی سلیم کے عرصہ میں عزل کے بارے میں دریافت فرمایا تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"تم عزل کرو یا عزل نہ کرو، اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو کچھ جاندار اور اس کی پیدائش کے بارے میں لکھا ہے، قیامت کے دن تک وہ ضرور سب پیدا ہو گا۔"

ان میں سے سیدنا حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ ہے، آپ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے انصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایک گروہ نے عزل اختیار کیا۔ چنانچہ کچھ حضرات حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ جہاں پناہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، بعض انصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عزل کرتے ہیں۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ کہ نفس مخلوقہ پیدا ہونے والا ہے۔ چنانچہ امر اور نہی اس سلسلہ میں نہیں۔

ان میں سے سیدنا حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عزل کا تذکرہ فرمایا گیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ تم میں سے کسی ایک شخص نے عزل نہیں کیا اور آپ نے یہ ارشاد

نہیں فرمایا کہ تم میں سے بہ کوئی نہیں کرتا۔ کیونکہ کوئی نفسِ مخلوقہ ایسا نہیں ہے، کہ جس کا خالق اور پیدا فرمانے والا اللہ تبارک و تعالیٰ نہ ہو۔

ان میں سے سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پاک بھی ہے آپ فرماتے ہیں کہ ہم عزل کیا کرتے تھے اور قرآن مجید نازل ہوتا تھا۔ اگر عزل ممنوع ہوتا تو قرآن میں اس بارے میں منع فرمانے کا حکم نازل ہوتا۔

ان میں سے سیدنا حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے اور یہ مرفوع حدیث پاک ہے کہ جو کچھ تمہارے لیے ظاہر ہو وہ کام تم سرانجام دو۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہارے لیے جو فیصلہ و انتخاب فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا اور ہر طرح کے پانی اور منی سے بیٹا و بچہ پیدا نہیں ہوتا۔

ان ارشاداتِ عالیہ میں سے سیدنا حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ ہے۔ آپ راوی ہیں کہ جب خیبر کے قیدی ہمارے پاس قید ہو کر آئے تو ہم نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عزل کے بارے میں دریافت کیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"ہر پانی اور منی سے بچہ پیدا نہیں ہوتا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کسی چیز کو پیدا فرمانے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو دنیا کی کوئی شخصیت نہیں روک سکتی، وہ لازمی پیدا ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ دیگر احادیث مبارکہ بھی ہیں جو کہ ثابت اور عزل کے مباح ہونے پر دلیل ہیں۔ اور ان میں انسان کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ عزل کرے یا نہ کرے۔

اور اس بات میں حمل کا معاملہ قدر و قضا کے تابع ہے۔ چنانچہ اس سے عزل نہ تو مقدم ہوتا ہے اور نہ ہی مؤخر۔

یہاں ہم وہ فتویٰ نقل کرتے ہیں جو کبار اور جلیل القدر علماء کرام کی ایک کمیٹی نے مملکۃ العربیۃ السعودیہ میں صادر فرمایا۔ اس کا نمبر ۴۲ ہے اور اس کے جاری ہونے کی تاریخ ۱۳۹۶/۴/۱۳ ہجری ہے۔ اس کا متن حسبِ ذیل ہے:۔

"اس بات کو ملحوظ اور پیشِ نظر رکھتے ہوئے کہ شریعت اسلامیہ نسل کے پھیلانے کی ترغیب دیتی ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ مسلمان زیادہ ہوں۔ اس سلسلے میں نسل کو ایک نعمت کبریٰ خیال کیا جاتا ہے یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا فرمودہ وہ عظیم نعمت ہے جس کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان واکرام فرمایا ہے۔ چنانچہ ایسی نصوص وادلہ شرعیہ (کتاب اللہ قرآن مجید اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں بکثرت موجود ہیں جنہیں علمی بحثوں کے دائمی ادارے نے وارد کیا ہے اور ان کی بحث وتحیص میں بحث جو کہ علماء کی جماعت کے لیے تیار شدہ ہے اور اس کے سامنے پیش کی گئی ہے۔"

اس طریقہ کے پیشِ نظر کہ خاندانی منصوبہ بندی کا قول یا منعِ حمل وغیرہ کے احکام فطرتِ انسانیہ سے ٹکراتے ہیں، جس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے۔

اور یہ احکام اس شریعتِ اسلامیہ کے برعکس ہیں جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا محبوب وپسندیدہ اور مرضیہ قرار دیا ہے اور اپنے بندوں کے لیے اس شریعت کو چن لیا ہے۔

نیز اس امر کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے کہ خاندانی منصوبہ بندی کی طرف دعوت دینے والے لوگ یا منعِ حمل کی ترغیب دینے والے لوگوں کا گروہ ایسا گروہ ہے

جو اپنی اس مکارانہ و عیارانہ دعوت سے مسلمانوں کے خلاف دھوکہ اور فراڈ کرنا چاہتا ہے۔ یہ فراڈ اور دھوکہ عالم اسلام کے لیے عموماً اور امت عربیہ کے لیے خصوصاً ہے کہ وہ ملحد بلادِ اسلامیہ کو اپنا محکوم اور یہاں کے رہنے والوں کو ابدی غلام بنا لیتے ہیں اور اس حیثیت سے کہ اس طرح کرنے سے جاہلیت کے اعمال کی ایک قسم کا ارتکاب ہوتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے سُوءِ ظن اور بدگمانی کا شبہ جنم لیتا ہے۔ عالم اسلام کے باشندوں کو کمزور کرنا مقصود ہوتا ہے جو کہ بہت سی بشری و انسانی بیٹیوں سے پیدا ہوتی ہیں اور اس عورت ہی کے ربط سے اس میں اضافہ ممکن ہے۔

پس مذکورہ اور علاوہ ازیں امور کو خاطر میں رکھتے ہوئے یہ محفل اور مجلس اس امر کا اقرار کرتی ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی بالکل جائز نہیں ہے۔ اور نہ ہی منعِ حمل درست ہے۔ خصوصاً اس وقت جب کہ منع حمل سے مقصود رزق و روزی کی تنگی مقصود ہو کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی روزی رزق عطا فرمانے والا ہے۔ قوت و طاقت والا متین ہے۔ اور قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق زمین کے تمام چوپایوں کا رزق اللہ تبارک و تعالیٰ کے قبضہ اور ہاتھ میں ہے۔

تاہم اگر منع حمل ثابت شدہ ضرورت کے پیش نظر ہو۔ مثلاً اگر عورت سے معمول کے مطابق ولادت اور بچے کی پیدائش نہ ہوتی ہو۔ اور بچہ جننے کے لیے یہ مجبوری ہو کہ ماں کا آپریشن کیے بغیر یہ پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ یا میاں بیوی اگر اس میں یہ مصلحت دیکھیں کہ مناسب وقفہ تک بچہ پیدا نہ کرنا ہی بہتر ہے تو تب منع حمل سے اس وقت کوئی چیز مانع و رکاوٹ نہ ہوگی۔ یا اس میں کوئی حرج نہیں کہ حمل کو مؤخر کر دیا جائے تاکہ ان ارشاداتِ عالیہ پر عمل کیا جا سکے

جو کہ احادیثِ صحیحہ میں وارد ہوئے ہیں۔
اور عزل کے جائز ہونے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو کچھ روایت فرمایا ہے اور اس بات کے ساتھ ساتھ چلنے میں جس کے مطابق بعض فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ نطفہ گرانے کے لیے نطفہ ٹھہرنے سے چالیس روز قبل کوئی ساقطِ حمل دوا پی جا سکتی ہے بلکہ اگر ثابت شدہ ضرورت بھی محقق و ثابت ہو جائے تو ایسی حالت میں منعِ حمل متعین اور مقرر ہو جاتا ہے۔

استقاطِ حمل

جب اسلام نے مسلمان کے لیے اس بات کو مباح قرار دے دیا کہ اگر ضرورت اور حاجت پیش آئے تو منع حمل درست ہے تو اس جلیل القدر مذہب نے اس بات کو مباح قرار نہیں دیا کہ جب عملی طور پر حمل کا ٹھہرنا ثابت ہو جائے تو وہ زیادتی کا مرتکب ہوتے ہوئے اس کو ساقط کرنے کی کوشش کرے۔

چنانچہ فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ حمل کا اس وقت کے بعد گرانا جب کہ اس میں روح پھونک دی جائے حرام، ناجائز اور جُرم ہے۔ چنانچہ مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس طرح کرے۔ کیونکہ یہ زندہ، پوری طرح پیدا کیے گئے شخص پر زیادتی ہے جس کی زندگی ظاہر ہے۔ فقہاء و علماء کرام رحمھم اللہ نے ارشاد فرمایا:۔

"اگر استقاطِ حمل سے بچہ زندہ ہو کر ساقط ہو تو اس طرح جُرم و حرام

کھانے والے پر دیت واجب ہے۔ اگر بچہ مردہ ہو کر ساقط ہو تو اس سے کم از کم اس پر عقوبتِ مالیہ اور جرمانہ و تاوان واجب ہے۔

تاہم فقہائے عظام رحمہم اللہ اجمعین نے ارشاد فرمایا:۔

"جب یہ بات یقینی طریقے سے ثابت ہو جائے کہ بچے کی زندگی ثابت ہونے کے بعد اسی طرح نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لامحالہ والدہ فوت ہو جائے گی تو شرعی قاعدہ یہ ہے کہ اس کے عام قواعد کے ساتھ حکم دار شاد ایسے ضرر اور نقصان کا ارتکاب کرنا ہے جو خفیف ترین اور نسبتاً کم ہو"

جب بچے کی زندگی باقی رکھنے میں والدہ کی وفات کا خدشہ ہو اور عورت کے لیے سوائے اس کے اور کوئی طریقہ نہ ہو کہ حمل ساقط کر دیا جائے تو اس وقت حمل ساقط کرنا متعین و مخصوص ہو گا۔ چنانچہ بچے کو بچانے کی خاطر ماں کو قربان نہیں ہونے دیا جائے گا کیونکہ ماں اس کی اصل ہے اور اس لیے کہ اس عورت اور ماں کی زندگی نے استقلال و استقرار حاصل کر لیا ہے اور والدہ کا زندگی میں مستقل حصہ ہے۔ چنانچہ اس عورت پر حقوق ہیں اور اس کے لیے بھی حقوق ہیں۔ چنانچہ وہ اس بچے کے بعد اور پہلے بہر حال خاندان اور قبیلے کا ستون اور عماد ہے چنانچہ یہ معقول و مناسب نہیں ہے کہ ہم ماں کے پیٹ کے اندر کے بچے کی زندگی کی خاطر ماں کو قربان کریں۔ ایسا بچہ جس کی زندگی تا حال مستقل نہیں ہو پائی اور جس کو ابھی تک حقوق و واجبات حاصل نہیں ہو سکے۔

سیدنا حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "منعِ حمل" اور "اسقاطِ حمل" کے درمیان فرق اور امتیاز کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"منعِ حمل اس طرح نہیں کہ خدانخواستہ جیسے زخمی کو زخم لگا کر گرا دیتے ہیں یا (العیاذ باللہ) زندہ درگور کر دیتے ہیں۔ کیونکہ اس طرح تو ایک موجود اور حاصل پر

زبردست زیادتی اور جنایت ہو جائے گی۔ اور وجود کے مراتب اور منازل ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ وجود کے اولین مراتب میں سے اول مرتبہ و درجہ یہ ہے کہ رحم میں نطفہ ڈال دیا جائے اور وہ عورت کے پانی سے مل جائے اور زندگی قبول کر لینے کے لیے تیار ہو جائے۔ چنانچہ اس پیدا ہونے والے نطفے کو بگاڑنا یا خراب کر دینا زبردست زیادتی اور جنایت ہے

اگر نطفہ ہو جائے تو اس کے بعد یہ علقہ ہوگا اور علقہ کو گرانا یا ساقط کرنا اس سے زیادہ فحش اور خراب و نقصان دہ ہوگا۔

تاہم اگر اس نطفہ میں رُوح پھونک دی جائے اور اس کی پیدائش و خلقت کچھ مزید مراحل بھی طے کرلے تو زیادتی اور زبردستی اور بھی زیادہ گناہ و ظلم ہوگا بلکہ بدترین گناہ ہوگا اور جنایت میں انتہائی فحش اور برائی اور سب سے زیادہ ظلم یہ ہے کہ حمل کا بچہ زندہ ہونے کی صورت میں ساقط کر دیا جائے۔

حیض اور حیض کے احکام

عورت کی عمر جب بارہ سال ہو جائے اور وہ گرم علاقوں میں رہائش پذیر ہو یا چودہ سال کی عمر کی لڑکی ٹھنڈے علاقوں میں رہتی ہو تو رحم کی انتہائی بُعد و دوری سے ایک ایسا سیاہ خون نکلتا ہے جو کہ طبعی اور ملت کے بغیر نکلتا ہے۔ چنانچہ بیماری یا زخم کے بغیر نکلنے والا یہ خون حیض کہلاتا ہے۔

بعض دفعہ یوں بھی ہوتا ہے کہ مذکورہ عمر سے قبل ہی عورت کو نزول ہو جاتا ہے تو وہ حیض نہیں ہوتا۔ ہاں اگر عمر کے نویں سال کی انتہا میں اگر عورت کو نزول ہو تو اس کو کسی حد تک حیض کا نام دیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ خاتون کو اگر حیض سولہ یا سترہ سال کی عمر میں نہ آئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ خاتون کی صحت درست نہیں بلکہ بگڑی ہوئی ہے۔ اس میں خوف کی بات ہے۔

چنانچہ حیض عورتوں کو ہر ماہ ایک دفعہ آتا ہے اور اس کی مدت تین دنوں

سے لے کر سات ایام تک ہے۔ بشرطیکہ عورت کا مزاج اور طبیعت معتدل اور متوسط ہو۔

یہ ہے فقہاء کرام تو ان کے نزدیک حیض کی کم از کم مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور زیادہ سے زیادہ اس کا عرصہ پندرہ ایام بمعہ راتیں ہے۔ چنانچہ اگر پہلی دفعہ کسی عورت کو حیض آجائے تو اس کے بارے میں یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ عورت کے بالغہ ہونے کا عرصہ شروع ہو چکا ہے۔ اب مسلمان خاتون بالغہ ہو کر اسلامی احکام کی مکلفہ ہو گئی ہے اور اس کے ساتھ واجب، مندوب، حلال و حرام متعلق اور لازمی ہیں۔

عورت کی مختلف اصناف اور اقسام کے پیش نظر حیض بھی منقطع ہو جاتا ہے۔ بعض خواتین تو وہ ہیں کہ ان کا حیض پچاس سال کی عمر میں اختتام پذیر ہو جاتا ہے اور یہ عموماً و اکثر ہوتا ہے۔ بعض ایسی عورتیں ہیں کہ اس عمر سے پہلے یا کچھ معمولی عرصہ بعد ان کا حیض منقطع ہوتا ہے۔

تاہم عورت کی عمر جب تک ساٹھ سال کو نہ پہنچے تو اس کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے یا اس کی عمر اس سے بڑھ نہ جائے۔ چنانچہ حیض، حمل اور رضاعت (دودھ پلانے) کے ختم ہونے کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے، یا پھر اس وقت منتہی ہوتا ہے جبکہ عورت کے اعضاء تناسل میں کوئی بیماری لاحق ہو جائے۔

تاہم اسلام دینِ فطرت ہے۔ دینِ وسط ہے۔ جو احکام کی وضاحت فرماتا اور ان کو کھول کھول کر ان کی توضیح فرماتا ہے۔ چنانچہ اس کی مقدس اور جلیل القدر تعلیمات نے حیض کے احکام کو نصرانیت اور عیسائیت کی طرح نہیں چھوڑا۔

اور اسلام اپنے معاملہ وحسنِ سلوک میں یہود و نصاریٰ کی طرح سختیاں بھی

نہیں کرتا، جو کہ حائضہ عورتوں کے ہمراہ مل کر کھانا بھی نہیں کھاتے اور نہ ہی ان عورتوں کے ہمراہ مل کر فرش پر بیٹھتے ہیں اور جب تک عورت حیض سے پاک نہیں ہو جاتی یہود و نصاریٰ گھر میں ان کے پاس رہائش بھی نہیں رکھتے۔

پس جب مسلمان عورت کو حیض آئے تو وہ نماز نہ پڑھے۔ روزہ نہ رکھے کعبہ معظمہ کا طواف نہ کرے، قرآن مجید کی تلاوت نہ کرے اور نہ ہی قرآن مجید کو چھوئے، مسجد میں داخل نہ ہو۔ البتہ مسجد سے گزرنا درست ہے۔ حتیٰ کہ عورت حیض سے پاک ہو جائے۔

چنانچہ مرد پر یہ بات حرام ہے کہ عورت کے حائضہ ہونے کی حالت میں وہ اس کو طلاق دے، سوائے اس امر کے کہ عورت خاوند سے طلاق کا مطالبہ و تقاضا کرے اور اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ عورت قرآن مجید میں سے کچھ آیات تلاوت کرے جس سے اس کا مقصد اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر اور شر و برائی سے بچاؤ و حفاظت ہو۔ چنانچہ حیض کے اختتام کے موقعہ پر جب رات کو حیض ختم ہو جائے تو غسل سے قبل روزہ رکھنا درست ہے۔

چنانچہ مسلمان عورت پر لازمی ہے کہ اگر ایک رمضان المبارک کے روزے قضا ہو جائیں تو دوسرے رمضان المبارک کے آنے سے پہلے وہ ان کی قضا دے اور اگر عذر کے بغیر ہی روزے قضا اور مؤخر ہو جائیں تو خاتون کے لیے لازمی ہے کہ وہ ان کا کفارہ بھی دے اور انھیں قضا بھی کرے ....

.... اور کفارہ جو کہ مسکین کو ہر روزے کی قضا کے عوض ایک مُدّ ہے

حائضہ عورت کی قضا شدہ نمازیں خواہ حیض کے دوران زیادہ قضا بھی ہو گئی ہوں تو مطلق قضا پڑھنا ضروری نہیں کیونکہ یہ مکرر اور زیادہ ہوں گی اور اس میں وہ مشکل و ناممکن ہے جو کہ مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے۔

اور دورانِ حیض عورت سے جماع کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ اور جب تک حائضہ غسل نہ کرے، اس وقت تک جماع درست نہیں۔ اس کے علاوہ یہ کہ حائضہ عورت سے اگر جماع کر لیا جائے تو گناہ کبیرہ ہوتے کے علاوہ اس طرح کوڑھ۔ جذام اور دوسری کئی متعدد بیماریاں جنم لیتی ہیں۔

تاہم عورت کو بوسہ دینے۔ معانقہ کرنے اور خاوند کا اپنی بیوی سے حیض کے ایام میں استفادہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، کہ وہ اس کے جسم سے مستفید ہو سکتا ہے سوائے اس حصے کے جو کہ ناف اور ٹخنوں کے درمیان ہے لیکن خیال رہے کہ جو شخص چراگاہ کے ارد گرد پھرتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس کے اندر بھی چلا جائے۔

اور جب حیض کی مدت وعرصہ پندرہ دنوں سے متجاوز ہو جائے تو اس کا مطلب حیض نہیں بلکہ عورت کی بیماری ہے۔ چنانچہ عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ غسل کرے اور اس کے بعد ایسے ہی افعال و کام کرے جیسا کہ پاک وصاف عورتیں کرتی ہیں تاہم اس طرح بیمار عورت کو خون آئے تو اس کو اپنی شرمگاہ پر کپڑا باندھ لینا چاہیئے اور اس عورت کا وضو اس کے بعد نہیں ہوتا جبکہ وقت نماز شروع ہو جائے۔ چنانچہ وقت ہونے کے دوران اور بعد نماز کے لیے جلدی کرے۔ اگر خون عورت کو ہمیشہ رہے اور یکے بعد دیگرے یہ ایام شروع ہو جائیں تو عورت پر واجب ہے کہ وہ ابتدائی واولین عادت کے مطابق حیض کا لحاظ رکھتے ہوئے عمل کرے، یعنی چھ یا سات روز۔ جو کہ یا تو ہر ماہ کے اوائل میں یا ماہ کے آخر میں شمار ہونے چاہئیں، جیسے کہ عادت اور مروجہ طریقہ سے خون آتا تھا۔ بعدازاں عورت غسل کرے اور اس کا شمار مستحاضہ عورتوں میں کیا جائے گا۔

چنانچہ ایک خاتون جن کا اسم گرامی فاطمہ بنت ابوحبیش رضی اللہ عنہا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ جہاں پناہ میں حاضر ہوئیں اور حضور اقدس سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں ایسی عورت ہوں کہ مجھے ہمیشہ حیض آتا ہے اور میں پاک نہیں ہوتی تو کیا میں نماز نہ پڑھوں؟ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ یہ مسلسل بہنے والا حیض نہیں بلکہ پانی ہے جب تمھیں حیض آئے تو نماز موقوف کردو اور جب حیض ختم ہو جائے تو آپ اپنے آپ سے خون دھوئیں اور نماز پڑھیں۔

چنانچہ سرخ ہونا میلا کچیلا اور غلیظ ہونا کسی زمرے میں نہیں اور جہاں زرد رنگ یا میل کچیل لگے اس جگہ کو دھو لینا چاہیئے۔

اور حائضہ عورت کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام اعمال اور کام سرانجام دے اور اس کے لیے صرف وہی چیز حرام و ناجائز ہے جو کہ ہم نے ابھی ذکر کی ہے۔ چنانچہ عورتوں پر اس بارے میں پوری پوری غلط سوچ سے شدت کی جاتی ہے کہ وہ ہر چیز سے دور اور بعید رہے۔ خاوند سے الگ تھلگ ہو اور حائضہ خاوند کے بستر کے نزدیک بھی نہ جائے، یہ ایسی جہالت اور غلط بات ہے کہ جس کے خلاف جنگ واجب ہے۔

اور ایسی عورتیں جن کو حیض آتا ہو، طلاق کے بعد ان کی عدت تین حیض ہے۔

وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ	ترجمہ:۔ اور انھیں حلال نہیں کہ چھپائیں وہ
مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ أَرْحَامِهِنَّ	جو اللہ نے ان کے پیٹ میں پیدا کیا۔ اگر اللہ
إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَ	اور قیامت پر ایمان رکھتی ہیں اور ان کے
الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَبُعُوْلَتُهُنَّ	شوہروں کو اس مدت کے اندر ان کے پھیر
أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	لینے کا حق ہے۔ اگر ملاپ چاہیں۔

اِنْ اَرَادُوْا اِصْلَاحًا [1]
. . . .

بعض اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ عورت ایک طویل عرصہ تک طاہرہ، اور پاک وصاف رہتی ہے اس کو کوئی بیماری لاحق نہیں ہوتی۔ یہ بات فقط اس وجہ سے ہے کہ اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل واحسان ہے۔

اور جب لوگوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے بکثرت مسائل حیض دریافت کرنا شروع کیے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرمایا:۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ [2]	ترجمہ:۔ اور تم سے پوچھتے ہیں حیض کا حکم، تم فرماؤ وہ ناپاکی ہے تو عورتوں سے الگ رہو حیض کے دنوں، اور ان سے نزدیکی نہ کرو جب تک پاک نہ ہولیں، پھر جب پاک ہوجائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے تمھیں اللہ نے حکم دیا، بیشک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند کرتا ہے ستھروں کو۔

---

[1] پ۲۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۲۸

[2] پ۲۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۲۲

متعہ اور نکاح

متعہ کا حرام ہونا

آج ہم نکاحِ متعہ کے حرام ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں، یہ اس لیے نہیں کہ یہ کوئی ایسا امر اور حکم ہے جو مشکل اور علم کی عجیب و نئی بات ہے بلکہ یہ مشہور حکم ہے اور چھوٹی چھوٹی فقہی کتب میں عموماً پایا جاتا ہے۔ تاہم ہم اس میں اس غرض سے رقمطراز ہیں کہ بعض رسائل و مجلات نے باطل اور غلط رائے کی تائید کرتے ہوئے غلط بیان نشر کیے ہیں جو جہلاء اور غلط لوگوں سے صادر ہوئے ہیں، ان کی دعوت نکاحِ متعہ کو مباح قرار دینا ہے۔ یہ مروجہ زنا کا بدل ہے جس کا مطالبہ بعض افتراء پرداز اور مفسدین کرتے رہتے ہیں۔

چنانچہ متعہ کو جائز قرار دینے والے لوگوں کی یہ رائے اجماع کے منافی اور متضاد ہے اور اس امر کی دعوت ہے کہ جو کام اللہ تبارک و تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس کو یہ غلط کار مباح قرار دے رہے ہیں اور احکامِ دین میں رخنہ اندازی کر کے فتنہ و گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

یہ منسوخ حکم کی اتباع کرتے ہوئے شاذ قول کی تائید کرتے ہیں جس قول کو کہنے والوں نے بھی ان سے رجوع فرما لیا تھا۔ چنانچہ ان قول شاذہ پر اعتماد بھی ناممکن ہے اور نہ ہی یہ قابلِ لحاظ و قابلِ توجہ ہیں۔

چنانچہ یہ امر شک و شبہ سے بالا ہے کہ علم صرف ان لوگوں سے حاصل کیا جاتا ہے جو علم کے اہل اور قابل ہوں اور علم کو اس کے محل و مناسب موقعہ پر طلب کیا جاتا ہے اور جب کوئی شخص اپنے فن سے باہر نکل کر گفتگو و کلام کرنے کی جسارت کرے تو اس سے عجیب و غریب باتیں سرزد ہوتی ہیں۔

یہ نام نہاد مفکرین اور غلط انداز سے سوچنے والے لوگ فقہ کو صرف نقل اور فقط فلسفہ و عقل خیال کرتے ہیں۔ تاہم وہ اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں، کہ صرف اُسی مسئلہ پر فتویٰ دیا جاتا ہے جس پر بندگانِ دین اور علماء ملت کا اجماع ہو یا قول راجح کو اختیار کیا جاتا ہے جس کی تائید کی گئی ہو اور وہ قابلِ اعتماد بھی ہو۔

یہ امر بھی مخفی نہیں ہے کہ زانی عاصی کو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ زنا حرام ہے لیکن اس کے باوجود وہ اس کو ترک نہیں کرتا اس کی وجہ محض یہی ہے کہ وہ اپنی شہوت و خواہشات کا غلام ہے۔ پھر کبھی کبھی وہ نادم ہوتا اور توبہ کر لیتا ہے۔ غرضیکہ کم از کم اس کو اپنی ذات کے بارے میں اتنا شعور تو ہوتا ہے کہ اس کی جان و نفس اطاعت شعار و فرمانبردار لوگوں کے رتبہ اور مقام سے کم تر اور فروتر ہے۔

رہا وہ شخص جو کہ حرام چیز کو حلال کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور اس کا یہ شبہ انتہائی قابلِ مذمت و قابلِ لعن و طعن ہے۔ متعہ کا ارادہ کرنے والا حرام کا مرتکب ہو کر حکم منسوخ کو دلیل اور حجت مانتا ہے اس کی رائے مردود ہے۔

تو یہ شنیعہ اس کا یہ اقدام اور سوچ وفکر انتہائی خطرناک گناہ اور بہت بڑا نقصان ہے کیونکہ اس نے اپنے آپ کو حرام اور ناجائز کا مرتکب بنایا ہے جب تک کہ وہ توبہ کر کے پناہ نہ لے۔

چنانچہ متعہ کی روایت گھڑنا دینِ متین میں بہت بڑا حادثہ ہے، چنانچہ اس سے بڑھ کر یا اس جیسا رذیل و خسیس کوئی دوسرا حادثہ نہیں۔

بعدازاں، واضح ہو کہ نکاحِ متعہ کا مطلب ایک عرصے تک نکاح کر لینا ہے اور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکرر و متعدد دفعہ اس کو منسوخ فرمایا اور حرام قرار دیا ہے۔ مباح کی روایت منسوخ ہے۔ غزوہ خیبر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مستقل طور پر متعہ کو حرام قرار دیا۔ چنانچہ متعہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں شارع کی جانب سے مکرر، کئی دفعہ نسخ کا حکم ارشاد ہوا ہے۔ مثلاً تحریم خمر، اہلی اور گھریلو گدھوں کا گوشت کھانا اور قبلہ شریف کی سمت دورانِ نماز رخ کرنا۔

چنانچہ اس بات میں تو کسی طرح کا کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ ہمیں جو بھی شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس سے ارشاد ہوا ہے ہم اس کے پابند اور محکوم ہیں۔ چنانچہ حضور کی طرف منسوب حکم کے مطابق متعہ میں، حضور عالیشان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائمی طور پر متعہ کو حرام قرار دے دیا ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کچھ صحابہ کرام کی مخالفت سے اس کی حجیت اور دلیل ہونے میں کوئی حرج ونقص واقع نہیں ہوتا۔ اور اس کے حجت ہونے سے ایسی کوئی رکاوٹ اور دشواری بھی نہیں جو درپیش ہو، ایسا ممکن ہو کہ ہمارے ہاں اس امر کی واضح دلیل ہے کہ جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو روایت فرمائی اور جو کچھ انھیں یاد رہا ہے اس کے

مطابق متعہ حرام اور نا جائز ہے اور اسی کے مطابق ان جلیل القدر ہستیوں نے بھی عمل فرمایا اور اس روایت کو انہوں نے روایت بھی فرمایا۔ یہ قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے ہے تاکہ وہ اس پر عمل پیرا ہوں۔

ابن ماجہ میں صحیح اسناد کے ساتھ سیدنا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث پاک مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

"حضور پر نور نے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیں متعہ کے لیے تین دن اجازت بخشی، بعدازاں اس کو آپ نے حرام اور نا جائز قرار دے دیا، اللہ کی قسم! اگر مجھے اس بات کے بارے میں علم ہو جائے کہ فلاں شخص نے شادی شدہ ہونے کے باوجود متعہ کیا ہے تو میں اس کو پتھروں سے سنگسار (رجم) کر دوں گا۔"

نیز حدیث مبارکہ میں وارد ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو دوسرے مواقع پر متعہ سے منع فرمایا، یہ دو دن فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے ہیں۔

یہ نہی، اس نہی کے برعکس، رجوع یا متضاد نہیں جس نہی کا حکم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گذشتہ روایت کے مطابق یوم خیبر کو ارشاد فرمایا۔ کیونکہ نہی کے اعادہ اور دوبارہ منع کرنے سے ارادہ اور قصد یہ ہے کہ اس نہی اور منع ہونے کی تشہیر کی جائے۔ اس اشاعت کو عام کیا جائے اور اس ممنوعہ گناہ کے کام کی نہی کو ایک بہت سا گروہ اور جماعت سُنے۔

بخاری شریف میں ذبیحہ جانوروں کے باب میں سیدنا حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے یہ روایت مذکور ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر عورتوں سے متعہ کرنے اور گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے کو حرام و نا جائز قرار دیا۔

مسلم شریف میں ابن عیینہ کی روایت سے یوں ہی مذکور و مروی ہے۔

چنانچہ مذکورہ اور علاوہ ازیں روایات سے مترشح ہوا کہ آخری متعہ کا حرام ہونا ابدی اور ہمیشہ ہمیشہ حرام ہوتا ہے، یہ وقتی اور عارضی حرمت ہرگز ہرگز نہیں۔

چنانچہ متعہ کے حرام اور ناجائز ہونے میں آج تمام بلاد اسلامیہ کے محققین علماء کرام، فقہاء عظام، امت کے ائمہ کے درمیان کوئی اختلاف اور تضاد نہیں۔ مگر صرف تھوڑے سے شیعوں نے اس بارے میں معمولی اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ متعہ کے مباح ہونے کے بارے میں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں بلکہ ان کی من گھڑت اور خود ساختہ روایات میں سے اکثر وہ ہیں۔ وہ منسوخ، ضعیف، مردود ہیں بلکہ ان ضعیف روایات میں سے بھی ان کے کہنے والوں نے ان سے رجوع کر لیا ہے۔

اور ابن منذر نے ارشاد فرمایا:۔

"اس کے بارے میں اوائل علماء کرام رحمھم اللہ اجمعین سے رخصت مروی ہے اور بعض رافضیوں کے علاوہ کسی شخص کے بارے میں یہ علم نہیں کہ وہ متعہ کو جائز قرار دیتا ہو۔ تاہم ایسے قول کا کوئی معنی و مطلب نہیں جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف اور متضاد ہو۔

اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:۔

تمام علماء کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ متعہ حرام ہے سوائے روافض کے۔ سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جانب منسوب ایک روایت سے عیاں ہوتا ہے کہ آپ نے اس کو مباح قرار دیا۔ تاہم بعد ازاں آپ نے اپنے اس قول سے رجوع فرما لیا"

اور ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اب جہاں کہیں بھی نکاح متعہ منعقد و واقع ہو تو وہ باطل ہوگا۔ خواہ یہ دخول سے قبل ہو یا دخول کے بعد"

اور خطابی نے ارشاد فرمایا:۔

"متعہ کے حرام ہونے پر علماء کرام کا اجماع ہے مگر بعض شیعہ نے اس اجماع کی مخالفت کی ہے۔

چنانچہ شیعہ کے قواعد و اصول کے مطابق بھی مخالفات و مختلفات میں سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی جانب رجوع کرنا درست اور صحیح نہیں ہے۔

کیونکہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے صحیح مروی روایت کے مطابق یوں ہے کہ متعہ منسوخ ہو چکا ہے۔

اور بیہقی نے جناب جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ آپؓ سے متعہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ "متعہ تو بعینہ زنا ہے۔"

اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:۔

"علماء کرام رحمہم اللہ کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا ایسے شخص پر حد لگائی جائے گی جس نے متعہ کیا ہے یا اس کو تعزیر لگائی جائے گی؟ اس میں دو قول ہیں، ایک متعہ کرنے والے کو حد لگانے اور دوسرا تعزیر لگانے کا"

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:۔

"تمام روایات اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ متعہ کے مباح ہونے کا عرصہ انتہائی مختصر اور قلیل ہے۔ بعد ازاں سلف اور خلف علماء کرام رحمہم اللہ کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ متعہ ممنوع اور حرام ہے سوائے ان چند شیعہ عوام کے جو اس حرام کے مرتکب ہوتے ہیں۔

شوکانی نے کہا۔

"سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متعہ کے بارے میں رجوع مروی ہے۔ اور اس رجوع کی روایت علمار کرام کی ایک بہت بڑی اور بھاری جماعت نے ارشاد فرمائی ہے۔ ان میں سے محمد بن خلف، قاضی المعروف وکیع اپنی کتاب "الغرر من الاخبار" میں صحیح سند کے ساتھ رقمطراز ہیں جو کہ سیدنا حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے متصل ہے کہ

"جناب حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا، متعہ کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ کیونکہ اکثر لوگوں نے متعہ اختیار کر لیا ہے حتیٰ کہ متعہ کے بارے میں تو ایک شاعر نے اشعار بھی کہے ہیں، آپ نے دریافت فرمایا کہ شاعر نے کیا کہا ہے؟ تو جناب حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے جواب میں عرض کیا کہ شاعر نے کہا ہے :-

قد قلت للشیخ لما طال محبسہ
یا صاح ھل لک فی فتوی ابن عباس
وسل تری رخصۃ الاطراف آنسۃ
تکون مثواک حتی مصدر الناس

جب شیخ کی قید و بند طویل ہوگئی تو میں نے اسے کہا اے افسوس! کیا تم سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ نہیں دیکھتے اور پوچھیے تم اطراف کی رخصت کو محبت و تسلی پاؤ گے۔ اور یہ تمہارا ٹھکانہ ہوگی، حتیٰ کہ لوگوں کے لیے جانے صدور ہوگی۔

سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تعجب سے دریافت فرمایا تو کیا اس کے بارے میں شاعر نے شعر بھی کہے ہیں؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں! تو سیدنا حضرت ابن جبیر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب سیدنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کو ناپسند فرمایا یا اس سے منع فرمایا۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی صحیح اسناد کے ساتھ جناب حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان فرمائی ہے کہ آپ نے سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا:۔

"آپ کے فتوے کے چرچے اور شہرت ہونا شروع ہو چکی ہے۔ اور شعراء نے اس بارے میں شعر کہے ہیں۔"

تو سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دریافت فرمایا کہ لوگوں نے کیا کہنا شروع کر دیا ہے؟

جناب حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے دو اشعار کا تذکرہ کیا، تو سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا:۔

"سبحان اللہ! میں نے اس کا فتویٰ نہیں دیا۔"

چنانچہ اس سے بیہقی شریف نے ایک روایت بیان فرمائی ہے، کہ سیدنا حضرت ابن عباس نے اپنے اس قول سے رجوع فرمالیا۔

اور ابو عوانہ نے بھی اپنی صحیح میں رجوع کا ذکر فرمایا ہے۔

صاحب فتح نے اس کے بعد کہ سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی رجوع کی روایات بیان فرمائی ہیں، جناب حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی ترمذی شریف میں مذکورہ روایت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعہ کی اجازت معمولی عرصہ میں صرف شدید مجبوری اور وطن اصلی سے بہت دوری کی وجہ سے عطا فرمائی لیکن آپ نے بعد ازاں اس کو حرام اور ناجائز قرار دے دیا۔"

آپ کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:۔

"یہ وہ روایات اور اخبار ہیں جو بعض، بعض کو قوی اور مضبوط کرتی ہیں۔"

اور سیرتِ جہنی میں مروی ہے کہ

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ آپ نے غزوہ اور جہاد میں شرکت فرمائی اور یہ جہاد و غزوہ فتح مکہ کے روز منعقد ہوا۔ ہم یہاں اس عرصہ کے دوران پندرہ دن تک قیام پذیر رہے تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کی اجازت بخشی۔"

پھر آپ نے بعد ازاں حدیث پاک ذکر فرمائی۔ حتیٰ کہ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

"میں وہاں سے (مکہ مکرمہ سے) اس وقت تک باہر نہ نکلا حتیٰ کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعہ حرام قرار دے دیا۔"

ایک اور روایت میں یوں مذکور ہے کہ

"جناب حضرت سہل بن سعدؓ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"لوگو! میں نے تمھیں اس امر کی اجازت دے دی تھی کہ عورتوں سے متعہ کرنا جائز اور درست ہے لیکن (یہ حکم اب منسوخ ہے) اللہ تبارک و تعالیٰ نے قیامت کے دن تک متعہ حرام قرار دے دیا ہے: چنانچہ آپ حضرات میں سے اگر عورتوں کے ساتھ کسی نے متعہ کا معاہدہ وغیرہ کیا ہو تو اسے اب بالکل ترک کر دینا چاہیئے اور جو کچھ تم عورتوں کو مال دے چکے ہو اس کو واپس نہ لینا۔" (حدیث ہذا کو احمد و مسلم نے روایت فرمایا)

اور شرح مؤطا مسوی شریف میں ہے کہ صاحب شرح السنہ نے ارشاد فرمایا:۔

"علماء کا اس مسئلہ پر اتفاق اور اجماع ہے کہ متعہ حرام ہے۔ یہ مسلمانوں میں ایسا مسئلہ ہے جس پر سبھی کا اجماع ہے۔ چنانچہ متعہ اسلام کے شروع شروع اور اوائل میں مباح تھا، لیکن اب حرام ہے۔"

وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم

کتابت:۔ محمود عبدالرشید مدرس مدرسہ مظہر عالیہ تحصیل پھالیہ۔ ضلع گجرات